

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232674

UNIVERSAL
LIBRARY

فاعتدوا لي اولي الاصل

جلد سوم ۱۰۸۰

خلافت امیر

سنی

کلاس پنجمین در علمون کی پشت صدر اکبریت
تصفیعت عالی جانت طاعت القدر جگنه ایم امیر سید
ناظم اول بدای بدو فتنه بدای بدو جگنه ایم امیر سید

ایم امیر سید

قائم پرین اکبرین بدین ذوق طبع مانی

فہرست مضامین خلافت اندلس حصہ سوم

باب اول

۱۸ تا ۱۷ بنی حمود علی بن حمود کی تخت نشینی اس کا ظلم خیران کی بغاوت - علی کا قتل ہونا - القاسم کی تخت نشینی - المرتضیٰ اور اوس کا قتل - یحییٰ ابن علی کی بغاوت - المستظهر کی تخت نشینی اور اوس کا قتل - محمد ثالث المستقی - ہشام المعتمد - یحییٰ کا قتل -

باب دوم

۱۵ تا ۱۳ خانہ جنگی کا نتیجہ - سلطنت اندلس کا چوٹی چوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جانا - دیگر حالات -

باب سوم

عیسائیوں کی ترقی - طلیطلہ پر ادفونس چہارم کا قبضہ - شاخہ اول کی فتوحات - عیسائیوں کی ظلم و زیادتی - ادفونس کی گستاخانہ و زحاستیں - ادفونس کا اشبیلیہ پر حملہ - المعتمد اور یوسف کا اشبیلیہ میں داخل ہونا - ادفونس کی تیاریاں - فوج عرب کا روانہ ہونا - ادفونس کی دغا بازی - عیسائیوں کی شکست - ادفونس کا انتقال - یوسف کا اٹل بقعہ واپس ہونا - ۸ تا ۶۱

باب چہارم

خاندان المرابطین والموحیدین و بنی ہود کا یکے بعد دیگرے اندلس پر تسلط ہونا - یوسف ابن شافین ۱۱۰ تا ۱۱۰ کا دوبارہ اندلس آنا - اس کی فتوحات - المعتمد اور ادفونس - المعتمد کی گرفتاری

عبدالحجاز بن المعتمد - یوسف ابن تاشفین کا انتقال - علی کی تخت نشینی - اس کی فتوحات -
 اس کا انتقال - تاشفین ابن علی کی تخت نشینی - عیسائیوں کی ترقی - ادفونس ثانی
 عبدالمومن کا اندلس میں داخل ہونا - یوسف اول کی تخت نشینی - طایطاک کا محاصرہ -
 یوسف کا انتقال - یعقوب المنصور - عیسائیوں کی شکست - محمدانہر جنگ العقاب - عربوں کی
 شکست - اس جنگ کا نتیجہ - یوسف ثانی - ابن ہود - خلافت بغداد - فردینانڈ ثالث کا قرطبہ قبضہ

باب پنجم

بنی نصر کا عروج - محمد ابن الاحمر اسکی فتوحات - عیسائیوں کی شکست - محمد ثانی - شہنشاہ کی شکست
 اور اس کا قتل ہونا محمد ثانی کا انتقال - محمد ثالث - نصر کی بغاوت - فردینانڈ شاہ قسطنطنیہ
 ابوالولید اسماعیل ابن ابوسعید - جنگ البیڑہ - محمد چہارم - جبل الطارق پر عربوں کا قبضہ اور عیسائیوں کی شکست
 یوسف - جنگ طریفہ - یوسف کا قتل محمد پنجم - اسماعیل کی بغاوت - محمد ششم - محمد پنجم کا دور ثانی -

باب ششم

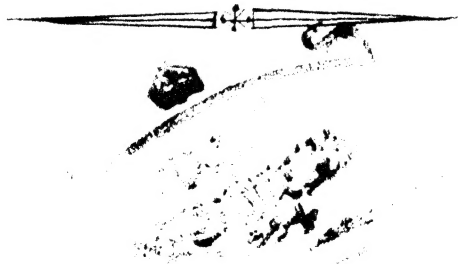
محمد پنجم کا انتقال - یوسف ثانی - محمد ششم - اس کا اسپینیلیہ جانا - محمد کی بادشاہ قسطنطین
 ملاقات - محمد ششم کا انتقال - یوسف ثالث - صلح کل - طراز حکومت - محمد ششم - محمد الصغیر کی
 بغاوت اور تخت نشینی - الصغیر محمد پنجم کا انتقال - یوسف ابن الاحمر کی بغاوت - یوسف کا
 انتقال - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - محمد ابن عثمان کی بغاوت - ابن اسماعیل -

باب ہفتم

ابو الحسن کی تخت نشینی - صحرہ پر عربوں کا قبضہ - جنگ الحماہ - عربوں کی شکست - الزلزلہ - غلہ کی بغاوت - لوشہ کا محاصرہ - عیسائیوں کی شکست - انقلاب غرناطہ - ابو عبد اللہ فردلند - ملاقات اور المیرہ - اور باجہ پر عیسائیوں کا قبضہ - خاند جنگی - عربوں کی شکست - جنگ عنڈناطہ - عیسائیوں کی عہد شکنی - عربوں کا ملک اندلس سے احسراج -

باب ہشتم

اسلامی اندلس کے محل حالات - طرزیات صنعت و حرفت - علوم و فنون - تقسیم نسوان - شجاعت - عربوں کا اثر یورپ پر -



صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح
۱	۳	غوان کی	المعتاد	المعتد	۶۱	۳	طریٹ
۵	۱۱	لیکن	×	۸۲	۸	۸	شروت
۶	۱۲	سپاہوں	سپاہیوں	۸۹	۹	۹	ارنگ
۱۶	۶	الستغنی	الستغنی	۹۳	۹	۹	دوسینے
۲۲	۱۲	ابن جابوس	ابن جوس	۱۰۱	۱۱	۱۱	لیون
۲۳	۱۱	جابوس	جوس	۱۰۳	۷	۷	امرا
۲۶	۳	نوٹ کی	عالم	۱۱۵	۱۵	۱۵	مقبیر
۳۳	۳	یغہ	یغہ	۱۲۳	۱۲	۱۲	ن
۳۰	۵	روسائی	روسائی	۱۲۷	۱۲	۱۲	الملق البدی
۳۳	۹	تقریر	تقریر	۱۳۵	۱۳	۱۳	محمد الصغیر
ایضاً	۱۲	انٹو کی	ابن الطویل	۱۳۷	۱۲	۱۲	ہمارا
۳۵	۸	اقوال	اقوال	۱۳۸	۱۳	۱۳	شہدائے
۳۷	۱۴	بطلوس	بطلوس	۱۳۹	۹	۹	بعض معاہدہ
۵۰	۷	تاشیقین	تاشیقین	۱۴۰	۱	۱	سکر
۵۵	۴	دریای کوه	دریای کوه	۱۴۱	۸	۸	ہفتم
۷۱	۱۲	دارطغت	دارطغت	۱۴۲	۱۲	۱۲	شہدائے
۷۲	۳	لبشونہ	لبشونہ	۱۴۳	۱	۱	طرف کے
۷۳	(۱) نوٹ	طبقتہ	عموبہ	۱۵۰	۶	۶	ہو چکا
۷۴	۲	ابن رومیہ	ابن رومیہ	ایضاً	۱۰	۱۰	اسکی

۴
جان کریم
از خوشی
چو بوسه
ده
جان کریم
بختین
بختین
چو بوسه

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۱	۸	باجی	x	۲۰۶	۱	داخ	داغ
ایضاً	۱۲	کسین	لیکن	ایضاً	(۲) نوٹ کی	اسی ہزار	اسی
ایضاً	۱۳	مدد کرکچا	مدد کرکچا	۲۱۳	۳	کتاب	کتاب
۱۵۲	(۲) نوٹ کی	یعنی	x	۲۱۳	۴	شام افریقہ	شام افریقہ
۱۵۶	۱۱	ہو گئے	ہوئے	۲۱۶	۲	الیوفہ	البوفہ
۱۶۷	۱	اس غرض سے	اس غرض سے	۲۲۰	۱۲	مورخ	مورخ
ایضاً	۱۳	شہر پر	شہر اور	۲۲۲	۱	معلوم کریں گے	معلوم کریں گے
۱۷۶	۱۰	مگر اور	مگر اہل	۲۲۳	۷	ابن زور	اون زور
۱۸۴	(۱) نوٹ کی	الیکراس	الیکراس	۲۲۸	۲	مسیولون	مسیولون
۱۸۷	۱۱	پہرہ پہ	بہتر پہ	۲۳۳	۱۳	ایمان کو	ایمان کی
۱۹۵	۱۳	مزا	مرزا	۲۳۹	۲	آبنائے فطن	آبنائے وطن
۱۹۸	۳	الوزراتین	الوزراتین	ایضاً	۵	تغصب آمیز	تاسف آمیز
۲۰۰	۱	تنزل کے	تنزل سے	۲۴۲	۱۴	فتون	فتون

وَأَعْتَبُوا أَوَّلَى الْأَجْزَاءِ

جلد سوم

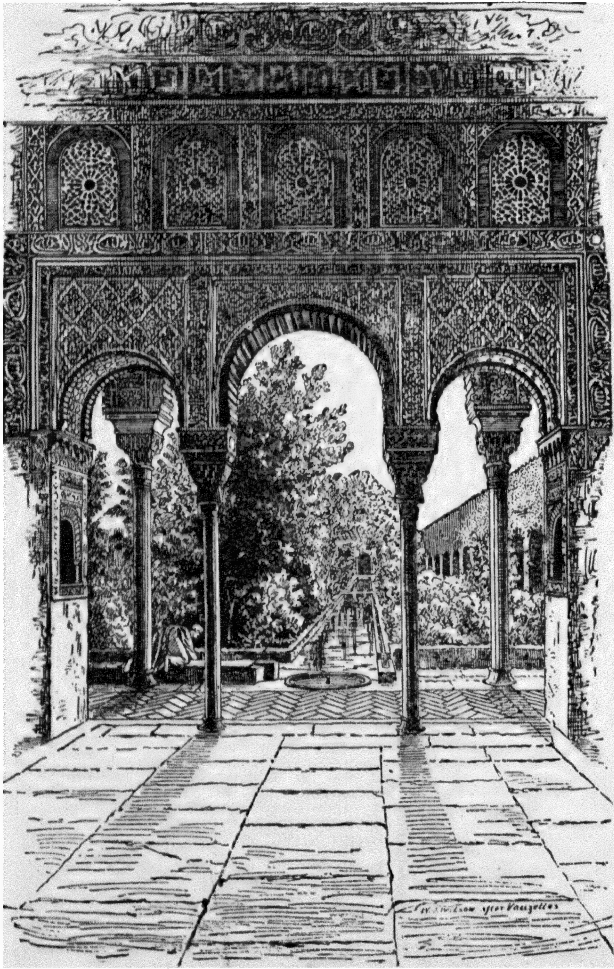
خلاف مائیس

مسنی

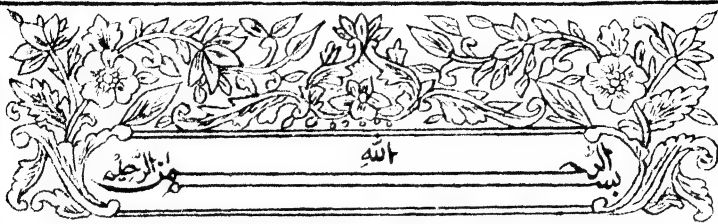
کلمه بین بین، چون کی پشت خدا لکمت
تختی تختی است عیان القدر جنبه داریم
ناظر و ناظر بدین عالم دنیا، دیدن بهر که بگیا اولی علم

بهر تمام محمد قاسم

تتم رسیدن لکن بدین مرقع طبع مانع



فہر اطلہ کا جنت المارف



حکم باب اوّل

بنی حمود علی بن حمود کی تخت نشینی۔ اس کا نظم۔ خیران کی بناوت۔ علی کا قتل ہونا۔ القاسم

کی تخت نشینی۔ المرتضیٰ اور اوس کا قتل یحییٰ ابن علی کی بناوت۔ المستظهر کی تخت نشینی

اور اوس کا قتل۔ محمد ثناء المستحق۔ ہشام المعداد۔ یحییٰ کا قتل۔

علی نے تخت پر بیٹھے کے بعد الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا اور اپنی محبت کے مضبوط کرنے کی غرض سے اہل بربر کو جو بالکل مطلق العنان اور بخوف ہو گئے تھے اپنے قبضے میں لانے کی کوشش شروع کی پہلے اس کے انصاف اور رعایا پروری نے خاطر خواہ اپنا اثر کیا چنانچہ رعایا جو بربروں کے ہاتھ سے تباہ ہو رہی تھی بادشاہ کو اپنا حامی اور مددگار سمجھ کر بربر اور بد معاشوں کے استیصال میں مدد دینے پر آمادہ ہوئے اور چند روز میں ایک حد تک امن ملک و رعایا کو نصیب ہوا علی ابن حمود روزانہ قصر شاہی کے

دروازے پر عام دربار کیا کرتا تھا جہاں ہر شخص کو بلا تکلف عرض معروض کرنے کی
 عام اجازت تھی۔ جب کسی کوئی بربر کسی جرم کی علت میں گرفتار ہوتا تھا اس کو مجمع عام میں
 قتل کرتا تھا علی نے اس دن ہی اور جناشتی سے ملک کا انتظام کیا کہ اس کے
 انصاف اور دادرسی کی لوگ مثال دیا کرتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ جب یہ
 باب عامتہ گزر رہا تھا اس نے ایک بربر کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ایک بہت بڑا
 بارنگور کا۔ یئے جاتا ہے علی نے اس سوار کو روک کر اس سے پوچھا کہ یہ انگور کہاں سے
 لایا۔ بربر نے جواب دیا کہ ان کو میں نے اپنی جو انگریزی سے حاصل کیا ہے یہ گستاخانہ
 جواب سن کر علی نے اس کو قتل کیا اور اس کا سر انگوروں پر رکھ کر تمام شہر میں پھرایا
 تاکہ اس کے ہمقوم کو عبرت ہو۔ اٹھارہ مہینے تک سلطان نے یہی اپنا طرز جاری رکھا
 یہ ممکن تھا کہ اگر اہل اندلسیہ المرئضی المروانی کی تائید نہ کرتے تو یہ شاہراہ انصاف
 و عدل سے کبھی منحرف نہ ہوتا۔ ان لوگوں نے خاندان امیہ کے قائم کرنے کی نیت
 بغاوت کے عالم کو بلند کیا علی ابن حمود کو تخت پر بیٹھ ہوئے چند ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔
 اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس معتدلت گسٹری اور رحم دلی سے میں نے
 کام لیا ہے اس کو لوگوں نے میری ہمتی اور بزدلی پر محمول کیا ہے۔ اس نے
 فوراً اپنی طرز حکومت کو بدل دیا اور بربروں کے ساتھ جو سختی کہ اس نے شروع کی تھی

وہ کم کردی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربر مثل سابق پر شور بن گئے اور رعایا پر ظلم و ستم کا یہیہ
 برسا دیا اور دار الخلافہ کی عجب روزگار عمارات کو منہدم اور شہر کے متمول اور خوشحال
 لوگوں کو اس قدر لوٹا کہ یہ لوگ نان شعبہ کو محتاج ہو گئے۔ بربروں کی اس ظلم و زیادتی
 میں سلطان نے بھی بہت کچھ مدد دی اور اس قدر جدید محصول اور ٹیکس رعایا پر لگا دی
 کہ جس کی وہ تحمل نہ ہو سکی اور ترک وطن اختیار کیا اور باقی ماندہ بوجہ عدم ادائی ز محصول
 مجبوس ہوئے اور ان کی جائیدادیں سرکار میں ضبط کر لی گئیں۔ ان آفت زدہ لوگوں
 میں ایک شخص ابو انصرم نامی بھی شریک تھا اس جابرانہ ظلم کو موت سے علی بن
 محمود جس قدر کہ پہلے ہر دل عزیز تھا اس سے زیادہ خلق اللہ اس سے نفرت کرنے لگی
 اور ایسی سخت بغاوت کا سلسلہ شروع ہوا کہ بجز گوشہ قبر کوئی مامن اس کو نہ ملا خیران حبشی
 حاکم المیرۃ باوجود انقلاب زمانہ بنی امیہ کا طرفدار بنارہا اہل قطیف کو علی ابن محمود اور بربروں
 بدول و متغیر کیا اس نے اپنے صوبے میں بغاوت اور مخالفت کی بنیاد ڈالی اور
 خاندان بنی امیہ کے ایک رکن عبد الرحمن ابن محمد المرزبی کو بادشاہ مشہور کیا اور
 مع اپنے ہم خیال و ہمراز مقتدر امرا کے با فوج کشیدار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا علی
 جب امرائی مذکور کی بغاوت سے مطلع ہوا حتی الامکان اپنے خیر خواہوں کو متشابہ
 کے لئے فراہم اور آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ظلم نے اس کے گرد

دشمنوں کا وہ جال بچایا تھا کہ گشت و خون کے قبل ہی گہری کے لوگوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ چنانچہ ماہ ذیقعدہ نہ کہہ مطابق شانہ عین ہیہ ایک روز حمام میں مصروف تھا کہ چند صقلی ملازمنوں نے جو بظاہر خیر خواہ و مطیع بنے ہوئے تھے حمام میں جا کر اس کو قتل کیا جس وقت دار الخلافین علی ابن حمود کے قتل کی خبر معلوم ہوئی امیر و غریب سب نے خوشیاں منائیں۔

جس وقت ہم علی ابن حمود کے تقریباً دو سالہ زمانہ حکومت پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کے ذاتی حالات کو بہ نظر انصاف جانچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بالذات شخص لائق اور رحم دل تھا چنانچہ اوائل زمانہ میں جس متانت و بنجیدگی سے اس نے حکومت کی تھی وہ اس امر کی خود کو اہی دیتی ہے کہ اگر اس وقت خاص کی بغاوتیں اور سازشیں اس کو مجبور نہ کرتیں تو یہ کبھی ایسی مذموم باتوں کو اختیار نہ کرتا جن کی وجہ سے یہ بدنام ہی نہیں ہوا بلکہ اپنی جان عزیز کو کھو بیٹھا۔ اس کی لیاقت و قدر دانی کا اندازہ ہم اس کے مصاحبین کی لیاقت سے کر سکتے ہیں چنانچہ اس کے زمرہ مصاحبین میں ایسے مشہور علماء و شعرا مثل ابن الحیاط الصرطی اور عبادہ ابن مالد السما اور ابن دراج القسطلی شریک تھے عبادہ مذہب امامیہ رکھتا تھا۔ شعرو سخن میں مشہور زمانہ تھا۔

ابن حمود کے انتقال کے بعد القاسم حاکم شہیدانہ تخت نشین ہوا ابو دیک علی

کے دو بیٹے ایک یحییٰ حاکم افریقیہ اور دوسرا وریس حاکم صوبہ ملاقمہ موجود تھے اور نیز علی نے اپنے حین حیات یحییٰ کو اپنا ولیعهد و جانشین مقرر کیا تھا لیکن بربرونکی جماعت کثیر نے القاسم کا اس وجہ سے ساتھ دیا کہ اولاً نسبت یحییٰ کے سن رسیدہ اور زیادہ تجربہ رکھتا تھا ثانیاً یہ کہ القاسم علی کے قتل کے وقت دار الخلافہ کے قریب مقیم تھا جس وقت القاسم کو اپنے بہائی کے قتل کی خبر پہونچی اور فوج نے اس سے تخت پر بیٹھنے کی درخواست کی تو پہلے یہ ڈرا اور یہ خدشہ اس کے دل میں پیدا ہوا کہ یہ خبر مشہور کر کے علی کہیں میری خیر خواہی اور محبت کو آزماتا نہ ہو دو چار روز تک یہ اپنے مقام سے نہ ہلا لیکن جب اس کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ واقعہ فی الحقیقت صحیح ہے اس نے فوراً قرطبہ پہونچ کر شہر پر قبضہ کیا۔

القاسم کی طبیعت شر و فساد سے بالکل نافرمان اور انصاف کی طرف مائل تھی اور اگر بربر اس کا پورا ساتھ دیتے تو ممکن تھا کہ اس کا زمانہ بغیر شت و خون گزر جاتا لیکن اگرچہ چند وجوہ خاص سے یہ تخت پر بٹایا گیا تھا مگر دلی خواہش ان بربروں کی یہ تھی کہ یحییٰ ابن علی بادشاہ بنایا جائے اور یہہ راز القاسم میں کشف ہو چکا تھا اس لئے محض اپنے تخت کی نیت سے مستقبل غلاموں کی فوج اپنے گرد جمع کی اور فوج اور صوبت کی حکومت بھی انہیں لوگوں کے سپرد کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربر کشیدہ خاطر ہو کر اس سے

بالکل الگ ہو گئے اور تو یہ حال تھا اور وہ ہر عامہ غلام بنی محمود سے اس لئے
 نفرت کرتی تھی کہ اس خاندان کا قیام و استحکام محض بربروں کی قوت پر منحصر تھا
 جو فی الحقیقت بادشاہت کر رہے تھے پس یہ لوگ بدل عبد الرحمن بن محمد کی بد
 یرتیا و مستعد ہو گئے جس طرف امیر خیران عبد الرحمن کو لئے نکل جاتا تھا اوپر
 کے چھوٹے بڑے رئیس امیر اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے شریک ہو جاتے تھے۔
 نامی امرا میں سے علاؤ خیران عامری کے مندر لکھنوی حاکم سر قسطہ اور ایک
 عیسائی قومس بھی اس کے شریک ہوئے غرض جب القاسم کو ان لوگوں کے
 آنے کی خبر ہوئی یہ بھی فوج بربر لیکر ان کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا اس اثناء
 میں جبکہ عبد الرحمن کو اپنے موروثی تخت و تاج کے طوطا یقین مل ہو گیا تھا فلک ناہنج
 نے اس کے روشن ستارے کو اپنے عکس نگیون سے دھندلا کر دیا چنانچہ غاص
 وجہ سے وہی لوگ جو اس کے معاون و مددگار بنے تھے اس کے خلاف میں سازشیں
 کرنے لگے مندر اور خیران نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ گواہی عبد الرحمن کو
 حکومت و ثروت نصیب نہیں ہونی ہے لیکن ابھی سے اس کے تیور بدلتی جاتے

۱۔ عبد الرحمن بن محمد الملقب بہ الروانی کا سلسلہ خلیفہ الناصر لیں اللہ سے ملتا ہے۔ یہ خاندان امیر کا ایک رکن تھا

۲۔ خیران العامری جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے صوبہ المیر کا حاکم تھا

ہیں معلوم نہیں کہ آگے چل کر یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریگا ایسے خود غرض و خود پسند کا ساتھ دینا گویا اپنے ہاتھوں سے تباہ ہونا ہے۔ اس مشورہ کے بعد خیران نے ابن زیری امیر غزناطہ کو ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ ہم لوگ بنی مروان کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ عبد الرحمن اس ملک کا بادشاہ بنایا جائے اگر تم اس پر حاکم کرنے کا وعدہ کرو تو ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم بوقت جنگ عبد الرحمن سے علیحدہ ہو جائیں گے چونکہ ابن زیری خود قوم بربر تھا اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا عبد الرحمن ان واقعات سے بالکل بے خبر اور اپنی خوش قسمتی پر نازان منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا قلعہ غزناطہ کے سامنے پہنچا اور ابن زیری کو لکھا کہ تم میری اطاعت و فرمان برداری قبول کر جس وقت یہ خط ابن زیری کے سامنے پڑا گیا اس نے اپنے معتمد کو حکم دیا کہ وہ اس کی پشت پر سورۃ الکھفون لکھ کر واپس کر دے عبد الرحمن نے یہ جواب دیا کہ ”تو شیار ہو جا کہ میں بہادر ترین سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے ہوئے موجود ہوں اور اس فقرے کے آخر میں یہ شعر لکھا۔

اِنْ كُنْتَ مَسَا اَبْسَ حَجِيْرٍ	اَوْلَا فَاَيَقِيْنُ كُلَّ شَيْءٍ
-----------------------------------	-----------------------------------

الگ تو ہم میں سے ہے تو بچے خیر و خوبی کی بشارت دی جاتی ہے ورنہ ہر مصیبت جو تیری لیے مہیا ہے اور کبھی کبھی

اسی خط کی پشت پر ابن زیری نے پہ قرآن شریف کی ایک آیت لکھی کہ جس کا
 مفہوم یہ ہے کہ نال واولاد کے فراہم اور زیادہ کرنے کی ہوس تم کو مشغول کہتی
 ہے تا نیکہ تم قبر میں جاؤ، ان گستاخانہ جوابوں سے عبد الرحمن ایسا مغلوب و غلب
 ہوا کہ اس نے قرطبہ کے ارادوں کو ترک کر کے پہلے اس امیر کی تنبیہ کا ارادہ
 کیا زیری نے خیران اور منذر کے اعتماد و بہرو سے پر اپنے سواروں کے
 ساتھ عبد الرحمن پر چالہ کیا۔ عبد الرحمن نے نہایت جواہر و بی کے ساتھ اس حملے
 کا جواب دیا لیکن عین وقت کا رزار پر عبد الرحمن نے دیکھا کہ منذر اور خیران
 مع اپنی فوج کے میدان سے بہاگے جاتے ہیں باوجود اس حادثہ عظیم کے یہ
 کچھ دیر تک اپنی تہوڑی سی فوج لیے مردانہ وار دشمن کا مقابلہ کرتا رہا بالآخر حالت
 یاس و نومیدی میں فوج کو پسپا دیکھ کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا چند روز تک یہ
 قرب و جوار غرناطہ میں پوشیدہ رہا لیکن انجام کار گرفتار و قتل ہوا۔ اس جنگ کے
 اور عبد الرحمن المرتضیٰ کی شکست کے بعد بربک اندلس پر پورے طور سے
 قابض اور مسلط ہو گئے القاسم نے بھی مصلحتاً اس آفت ناگہانی کو نفع کر نیکی
 غرض سے بربرون کی دل جوئی کرنے میں کمی نہیں کی لیکن جب عبد الرحمن کی
 شکست اور قتل سے عامہ خلایق کی نومیدہ امیدوں پر پانی پہر گیا القاسم نے پہر

بربروں کی قوت توڑنے کی کوشش کی مگر اس سے بہت بڑی غلطی خلاف
 مصلحت یہ ہوئی کہ اس نے رعایا کو راضی و خوش رکھنے میں توجہ نہیں کی اگر ایسے
 نازک وقت پر القاسم اہل اندلس کا ساتھ دیکھتا اور اگر یہ اپنی آئندہ کامیابی کو
 رعایا کی کامیابی پر چھوڑ دیتا تو پھر بربروں کا استیصال کوئی مشکل امر نہ تھا رعایا تو
 بربروں کی سخت مخالف تھی اور یہی بھی باطن میں ان کا دوست نہ تھا لیکن ظاہر
 محبت اور دوستی کا دم بہرتا تھا اگر یہ عامہ غلایق پر اپنا راز دلی کسی طرح ظاہر کر دیتا
 تو رعایا کو پوری قوت اور جرات حاصل ہو جاتی اور یہ آسانی تمام یہ بربروں کی قید سے
 رہائی پاجاتا۔ ادھر تو رعایا بادشاہ کو اپنا مخالف اور بربروں کا معاون سمجھتی تھی اور ہر
 بربر اس کے طرز عمل سے ناخوش تھے اس مذہب اور ڈانواؤں کے طرز حکومت کا
 آخر کا نتیجہ یہ ہوا کہ القاسم سلطنت کو بیٹھایا بھی ابن علی نے القاسم کی یہ حالت
 دیکھ کر علانیہ سلطنت کا دعویٰ کیا اور ایک تحریک میں معنوں کی بربروں کے پاس
 پہنچی کہ صحیح وراثت تخت کا میں ہوں میرے چچا نے جبراً میرا حق غصب کر لیا ہے اور
 صرف اس ہی پر اوس نے اکتفا نہیں کیا بلکہ تمہارے ساتھ ہی وہ بہت نا انصافی
 کے ساتھ پیش آیا چنانچہ اوس کے بڑاؤ سے صاف ظاہر ہے کہ رفتہ رفتہ وہ تم کو
 تمام منصب اور عہدوں سے غلطی اور بیکار کرتا رہے اپنے حبشی غلاموں کو مامور کیا

چاہتا ہے حالانکہ تمہاری مدد سے اس کو یہ رتبہ اور ثروت حاصل ہوئی میں اپنے
 حقوق کے تصفیہ اور انتزاع سلطنت کے لئے آیا ہوں اگر میں کامیاب ہوا تو جن
 عہدہ وں پر تم پہلے مامور تھے اور جن جاگیر وں پر تم پہلے حکومت کرتے تھے ان پر پہر مقرر
 کیے جاؤ گے اور ان نو دولتوں کا معقول بندوبست کروں گا۔ بربروں کو رخصتی
 پاکر یحییٰ نے جہازوں کا بندوبست کیا اور سامان جنگ وغیرہ میں اس کے بہائی
 اوریس حاکم مالقت نے بھی بہت مدد کی اس نے اپنے بہائی کو اپنی جگہ ہبوطا
 اور افریقیہ کا حاکم مقرر کیا اور مع فوج جبرائیل میں داخل ہوا خیران حاکم المیرہ
 نے سابق کی خیر خواہی اور دوستی جتا کر درخواست کی کہ اگر حکم ہو تو میں بھی فوج وغیرہ
 سے تمہاری مدد کو حاضر ہوں اوریس نے اپنے بہائی کو ہوشیار کیا کہ یہ شخص نہایت
 بد باطن اور خود غرض ہے ہرگز ہرگز اس کے وعدوں پر ہر وسائے کرنا یحییٰ نے جواب
 دیا کہ اس وقت ہوشیار اور لائق آدمی کو اپنے دوست اور دشمن دونوں سے کام لینا
 چاہیے بعد تصفیہ جیسا مناسب ہو گا ان کے حق میں کیا جائے گا یحییٰ اندلس میں
 داخل ہوئے ہی فوراً قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اتفاقاً سمین اتنی ہی عقل و تمیز نہ تھی
 کہ یہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتا۔ حالت تذبذب اور پریشانی میں عقل و ہوش
 نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور بغیر میدان جنگ میں قسمت آزمائی رات

کے وقت اپنے پانچ خاص ملازمین کو لیکر تاریخ ۲۰ ربیع الاخریٰ ۱۸۸۵ء مطابق
 ۱۸۸۵ء قمر طبع سے بہاگ کر اشدیلیہ میں قاضی ابن عباد کے گھر میں دو گزین
 ہوا۔ اور اس کا ہتھیار علی بلا تعرض تاریخ یکم جمادی الاخریٰ ایک مہینہ کے بعد دار الخلافہ
 میں داخل اور سریر خلافت پر متمکن ہوا اور المرتعالیٰ کا لقب اختیار کیا۔

یہ بھی ابن علی کو قمر طبع پر قابض و متصرف ہو گیا تھا لیکن یہی اس کی محنت
 صرف دار الخلافہ کی چار دیواری تک محدود رہتی کیونکہ بنو زصبہ دار اور بعض چھوٹے بڑے
 رئیس بیاس نمک بنی امیہ کے طرفدار بنے ہوئے تھے یہ بھی نے ان لوگوں کو ہلوا
 کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی بلکہ اپنی کوتاہ اندیشی و سبب ہمتی سے صرف قمر طبع
 پر قابض ہوتے ہی اپنے تین تمام ملک کا بادشاہ سمجھنے لگا اور بولوب و لب میں شغول
 ہو گیا اس کو اپنی عالی خاندانی پر کہ جس کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا
 تھا اس قدر ناز و تفاخر تھا کہ بڑے بڑے خاندانی امرائی عرب کو بنظر حقارت دیکھتا تھا
 لیکن سب سے بڑی غلطی اس سے ہو گئی کہ جن شرائط پر برون نے اس کی مدد کی تھی ان کو
 پورا نہیں کیا اور برون کے اصرار پر صرف اتنا کیا کہ نو دولتوں کو ملازمت سے برطرف
 کر دیا۔ سب بدل ہو کر القاسم کے پاس بہاگ آئے چند روز کے بعد برون
 نے بھی بحالت ناامیدی ان مفروروں کی تقلید شروع کر دی چونکہ القاسم بطور نو

اپنے خیر خواہوں کے بلا اطلاع بہاگ آیا تھا اپنی حرکت پر کمال نادم ہوا اور ان لوگوں کو اپنا سچا خیر خواہ سمجھنے لگا۔ باشندگان صوبہ ملا قہ بھی اپنے حاکم اور لیس کو اپنے سجد و اور نفل سمجھ کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور خیران سے درخواست کی کہ وہ اس صوبہ کو بھی اپنے صوبہ میں شریک کر لے۔ اس خبر وحشت اثر کی گئی کہ وہ رہے رہے ہوش بھی جاتے رہے اور یہ بلا سوچے سمجھے بوقت شب چند خاص مصاحبین کے ہمراہ قرطبہ سے بطرف ملا قہ روانہ ہوا۔

جس وقت القاسم نے سنا کہ کبھی قرطبہ سے چلا گیا ہے یہ اشبیلیہ سے روانہ ہوا اور اخیر واقعہ ۳۸۳ھ مطابق ۲۳ عین بروز شنبہ دار الخلافہ میں داخل ہوا پھر چند ہی روز میں وہی مخالفتیں اور سازشیں پیدا ہو گئیں اہل بربر میں سے بعض نے اس کی طرفدار کی اور بعض نے اس کے نتیجے کا ساتھ دیا باقی خاندان امیہ کے خیر خواہ بنے رہے۔ ان تینوں فرقوں میں روزانہ جھگڑے اور فساد ہوتے تھے اور القاسم میں اتنی قوت نہ تھی کہ ان پر وہ کسی قسم کا اثر ڈال سکے ان میں سے سب سے کمزور بنی امیہ کا گروہ تھا جس کے ساتھ القاسم نہایت سختی سے پیش آیا یہ لوگ اپنی جانوں کو بچا کر قرطبہ سے دور دور و پوش ہو گئے پھر کبھی نے ملا قہ اور صوبہ بحر اریہ پر قبضہ کر لیا۔ اور لیس اپنے بہائی کو مخالف پاکر شہر طنجہ اور

اوس کے مصافات پر مسلط ہو گیا۔ القاسم کو خانگی جہگڑوں سے اتنی فرصت
 کہاں تھی کہ ان منصوبات کا بندہ بست کرتا اور اختلافہ میں برابر اور عامۃً غلائی میں
 نزاع اس قدر بڑھی کہ بالآخر شارع عام پر و زانہ کشت و خون ہونے لگا۔ رعایا نے
 بہت روز بربروں کے مظلم و ستم کو برداشت کیا جب تکلیف انتہا کو پہنچ گئی
 تو تمام رعایا ایک دفعہ ان پر حملہ آور ہوئی اول تو قعداؤ میں اہل قرطبہ بربروں سے
 کہیں زیادہ تھے اور دوسرے یہ کہ جان پر کھیل کر یورش کی تھی ان واحد میں بربروں کو
 مع القاسم کے شہر کے باہر کر دیا اور فوراً شہر پناہ کے دروازوں کو بند کر دیا اور پوچھنے
 اور پتہ سے چن کر مستحکم کر دیا اور تقریباً دو مہینے تک بربروں کے حملوں کا جواب دیتے
 رہے جب اہل شہر پر غرور و نوش کی تکلیف ہونے لگی تو شہر کے سربراہ اور وہ لوگوں نے
 باہم مشورہ کیا اور یہ رائی قرار پائی کہ فاقہ کشی سے میدان میں ایک بار قسمت آزمائی
 کر کے جان دینا بہتر ہوگا۔ چنانچہ آخر ماہ شعبان ۳۸۷ھ مطابق ۱۲۸۷ء بروز پچشنبہ
 اہل بربر کو غافل پاکر دفعتاً ایسی سخت یورش کی کہ بربر بدحواس ہو کر کھٹکھٹ کی طرف ہٹ گئے
 والقاسم مع اپنے حبشی غلاموں کے اشبیلیہ پہاگ آیا القاسم نے قرطبہ
 آنے کے قبل اپنے بیٹے محمد کو اشبیلیہ کا حاکم اور محمد ابن نیری اور محمد ابن عباس
 کو اس کا مشیر اور معاون مقرر کیا تھا۔ یہ دونوں امیر اپنی اپنی قوم میں سربراہ اور وہ تھے

اور ان میں ہر ایک بجائی خود حکومت کا خواہاں تھا چونکہ عہدہ اور قوت میں دونوں مساوی تھے اس لیے غلبہ کسی کو حاصل نہ ہوتا تھا جب القاسم شکست کھا کر اشبیلیہ آیا تو ان دونوں امیروں نے شہر کے دروازوں کو بند کر دیا اور القاسم کے ساتھ مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب القاسم نے کشائش کار کی کوئی صورت نہ دیکھی تو اس نے امیروں کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے بیٹے اور رشتہ داروں کو حوالہ کر دو تو میں تم سے متعرض نہ ہوں گا۔ ان دونوں نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور القاسم مع اپنے رشتہ داروں وغیرہ کے قلعہ سرلس میں اقامت پذیر ہوا۔ ۱۵۱۸ء مطابق ۸۲۷ھ میں یحییٰ نے اس قلعہ کو فتح کر کے القاسم کو گرفتار کر لیا۔ القاسم چند سال کی قید سخت کے بعد ۱۵۲۸ء مطابق ۸۳۷ھ میں حکم یحییٰ کی کیا گیا اب قرطبہ کا حال سنو کہ جب القاسم نہایت کھا کر اشبیلیہ پہنچا تو دار الخلافہ تفریداً دو مہینے تک بغیر کسی حاکم اور انتظام کے حالت نزاع میں پڑا رہا یہاں کے باشندے حیران تھے کہ کس کو بادشاہ مقرر کریں اسی اثنا میں تباہی ۱۵۱۸ رمضان المبارک ۸۲۷ھ مطابق ۸۳۷ھ عہد خاندان امیہ کے تین شہزادے عبد الرحمن بن ہشام اور سلیمان بن المصنٰی اور ایک شخص تخت و تاج کو دعویدار شہر میں داخل ہوئے اور ان میں سے ایک کے انتخاب کے لیے رعایا جمع ہوئی

اگرچہ سلیمان کے طرفداروں کی جماعت کم نہ تھی لیکن عبدالرحمن بن ہشام نے بھی خوش سلیقگی اور فراست سے عوام الناس کو پہلے ہی اپنا معاون بنالیا تھا پس بغلبہ آرایہ اس منصب عظیمہ کے واسطے منتخب کیا گیا اور دیگر دعوی داران ریاست کو طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

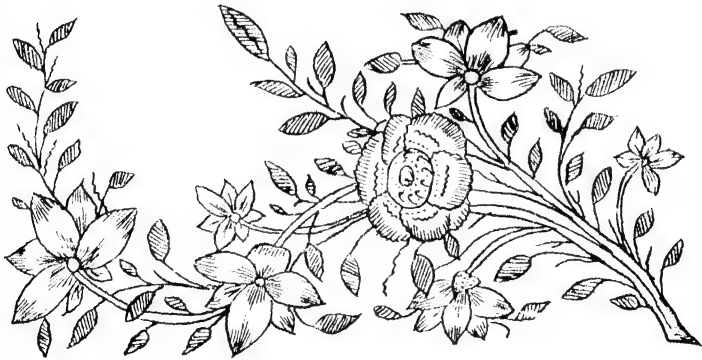
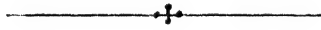
عبدالرحمن چہارم نے المستظهر کا لقب اختیار کیا اور تخت خلافت پر متمکن ہوئے تھے ہی اس نے سلیمان اور محمد ابن عبدالرحمن کو فوراً قید اور اپنے خیر خواہوں اور متوسلین کو عہد ہائے جلیہ سے سرفراز کیا۔ ان نو سرفرازوں میں ض ایک ابو عامر ابن شہید اعلیٰ درجہ کا فوجی افسر تھا ابھی مثل ابو محمد ابن خرم اور عبدالوہاب ابن الحزم کا قتلہ جکی ناشایستہ حرکتوں سے سب بیزار اور متنفر تھے اہل دربار کو سخت ناگوار گزار عبدالرحمن کی یہ کوتاہ اندیشی تھی کہ اوس نے امراء و علماء کو منحرف پاکر اہل بربر کے ساتھ ناجائز رعایت شروع کر دی اور اس قوم کے بہرہ و سرپرستان حکومت کو اپنے خود غرض مشیروں کے سپرد کر دیا اور خود اپنے چند خاص ذمی علم مصاحبین کے ساتھ مشاغل علمی میں مصروف ہو گیا رعایا ہنوز برگشتہ خاطر تھی امراء کے ورغلائے سنی فوراً فساد پر آمادہ ہو گئی اور جلیانے بغاوت و فساد کی علت میں مغمور ہونے لگے۔ ان باغی قیدیوں میں ابو عمران بھی

شریک تھا اس کو عبدالرحمن نے اپنے وزیر کی رائی کے خلاف قید سے
 رہا کیا یہی بالاخر سلطان کی تباہی کا باعث ہوا عبدالرحمن مہات سلطنت سے
 بالکل غافل تھا اس کے ناواقبت اندیش وزیر اہل بربر سے لڑ بیٹھے بربروں نے
 بتاریخ ۳۰ ذیقعدہ تخت نشینی کے سینتالیسویں روز تیس سال کی عمر میں عبدالرحمن
 کو قتل کر ڈالا اور اسکی جگہ اوس کے ایک رشتہ دار محمد نامی کو بادشاہ بنا دیا۔

محمد ابن عبدالرحمن ابن عبداللہ المستحفی باللہ کے لقب سے
 تخت پر بیٹھا اس کے باپ کو المنصور ابن ابی عامر نے قتل کیا تھا۔ ۳۱۵ھ
 ۳۲۵ھ عین المتعالی یحییٰ ابن علی جو اپنے چچا القاسم کی گرفتاری کے بعد
 سرلسش اور ملاقمہ اور البحرانیہ پر حکمران تھا مع فوج قرطبہ کی طرف روانہ ہوا سلطان
 کو فوج کے فراہم کرنے میں کچھ ایسی دشواریاں پیش آئیں کہ یہ بلا لڑے شام کی
 طرف بھاگ آیا اور چند ہی روز بعد بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۳۲۵ھ انتقال کیا یحییٰ نے
 قرطبہ میں داخل ہو کر ایک افسر ابن عطا ف کو یہاں کی حکومت سپرد کی اور
 خود ملاقمہ واپس چلا آیا اور ابو القاسم ابن عباد و حاکم اشبیلیہ کی تسخیر کی غرض سے
 فوج کی درستی اور انتظام میں مصروف ہوا دار الخلافہ میں ۳۲۵ھ مطابق ۲۲۵ھ
 اہل قرطبہ نے بغاوت کی اور بہت کچھ شہت و خون کے بعد ابن عطا ف کو مع

فوج شہر سے باہر کر دیا۔ ایک شخص ابو محمد جو ابن محمد نامی کے جس کو بہت کچھ
 رسوخ حاصل تھا مشورہ سے رعایا نے المرتضیٰ کے بہائی ہشام کو جو خاندان
 امیہ سے تھا خلافت اندلس کے واسطے منتخب کیا ہشام اوس زمانہ میں
 لریدہ میں مقیم اور وہاں کی خانہ جنگیوں کے فرو کرنے میں مصروف تھا۔
 جب ابن ہود نے منجانب ابو محمد یہ غوث خبری سنائی ہشام نے فوراً قرطبہ
 آنے کا قصد کیا لیکن تنازعات مذکور نے تقریباً تین سال تک اس کو بدستور
 مصروف رکھا۔ بالآخر اس نے روسائے مخالف سے اس شرط پر صلح کر لی کہ اگر
 یہ لوگ قرطبہ کو اندلس کا پای تخت تسلیم اور اس کے احکام سے انحراف نہ کریں گے
 تو یہ بھی ان کا مزارحم نہ ہوگا۔ سب نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور ہشام آخر
 ۳۲۵ھ میں قرطبہ میں آیا اور بقیع المعتمد باللہ تخت نشین ہوا۔ ہشام
 نہایت رحم دل اور بیدار مغز بادشاہ تھا جس نے تخت پر بیٹھے ہی اپنے تین
 ہر دل عزیز بنانے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن پہر ہی رعایا نے اس کا ساتھ نہ
 وقت پر نہ دیا اور تخت نشینی کے دو ہی سال بعد ۳۲۷ھ میں فوج نے اس کو
 تخت سے اوتار دیا۔ یہ بھی کامیابی سے بالکل مایوس ہو گیا تھا اور اختلاف پیکر قبضہ
 کرنے کی کوشش نہیں کی اور سید الریدہ چلا آیا جہاں اس نے ۳۲۷ھ میں ۳۷

میں انتقال کیا ہیشام آخر خلیفہ سلطنت اندلس کا تھا اور اب عبد الرحمن اول
 کی تخت نشینی کے دو سو چوراسی برس بعد یہ ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم
 ہو گیا۔ گو یحییٰ ابن علی نے اس کے بعد سلطنت کے سنبھالنے کی کوشش کی
 اور اہل قرطبہ نے بھی اس کو باوجود تسلیم کیا مگر ۳۲۵ھ مطابق ۹۳۷ء میں جبکہ یہ
 القاسم ابن عباد کے تصفیہ کی غرض سے اشبیلیہ جا رہا تھا شہر قرموندہ میں
 اپنے ملازمین کے ہاتھ سے قتل ہوا۔





خانہ جنگی کا نتیجہ - سلطنت اندلس کا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جانا۔ دیگر حالات

ہم بغاوت اور خانہ جنگی کی حالات جہاں تک ہم کو مختلف تواریخ سے معلوم ہوئے ہیں
 بالتفصیل اوپر تحریر کر چکے ہیں جس محنت و جان فشانی سے الد اخل عبدالرحمن
 اعظم نے اس عظیم الشان سلطنت اندلس کو قائم کیا جس کے ماتحت ایک بڑا
 حصہ شمالی افریقہ کا بھی تھا اور اس کے بعض جاشینوں نے بوجہ کوتاہ اندیشی اور آرام
 طلبی ملک کو ایسا برباد کیا کہ سلطنت چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں بٹ گئی۔
 ان کی کمزوری اور آپس کی نزاعوں کی بدولت عیسائیوں کو اس ملک پر دوبارہ
 قبضہ کرنے کا عمدہ موقع ملا قرطبہ اور صو بیات غرناطہ طلیطلہ - اشبیلیہ - مالقہ
 الجزنائر - سرقسطہ - المیرہ - افریقہ وغیرہ میں ہر امیر اور صوبہ دار نے کوس انا
 ولایتی سرکری صدامندی کی اور ایک دوسرے کی تباہی کے ایسے خواہاں ہوئے کہ
 اپنے ہم مذہب اور ہم قوم کو اپنا دشمن اور اپنے اصلی دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے لگے

یہ ہونے لگا خود مختار ریاستوں کے قائم کرنے میں سب سے پہلے بنی محمود نے پیش قدمی کی قرطبہ کی رعایا اور فوج کہ وہاں باقی رہ گئی تھی سب نے سلطنت کے سنبھالنے میں بڑی کوشش کی لیکن جن کا انہوں نے بادشاہت کے لیے انتخاب کیا وہ سب ایسے خود غرض اور نفس پرست نکلے کہ سلطنت کی حالت روز بروز اور تباہ ہوتی گئی۔ جو لوگ کہ ایک قرطبہ کا انتظام نہ کر سکے وہ اس عظیم الشان سلطنت کو کیا قائم رکھ سکتے تھے یہ نہ تھا کہ لیاقت اس قوم سے مفقود ہو گئی ہو۔ اس زمانہ میں بھی نہایت لائق اور بیدار مغز لوگ موجود تھے۔ لیکن حکم حاکم حقیقی بدین نہج ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یریدوا ما بآل انفسہم نافذ ہو چکا تھا عقل اور دور اندیشی نے اس قوم سے کنارہ کشی اختیار کی اور ان کا بخت نگوں ان کو اعلیٰ سے اسفل کی طرف لیجا رہا تھا۔ ان پر غفلت طاری ہوئی تھی کہ ان میں اپنے پہلے اور بڑے کے پچھاننے کی قابلیت باقی نہ رہی۔ اگرچہ زندہ تھے لیکن بدتر از مردہ تھے

آدم بر سر مطلب المتعالیٰ سمعی بن علی جب ۲۰۰ھ میں قتل ہوا تو اہل قرطبہ نے فوج برفسہ اور ملک بے بادشاہ دیکھا کہ اس کے بہائی اور یس حاکم افریقہ کو سوطا سے بلا بھیجا اور یس ابن علی نے خواہ سہرانا جا کی نگرانی میں اپنے

بیٹے حسن کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود فوراً قرطبہ آیا یہاں آکر اس نے
 سب سے پہلے اپنے بہائی بھائی کے قتل کا انتقام ابو القاسم سمیعیل
 بن عباد سے لینے کا ارادہ کیا اور اسی غرض سے فوج اشبیلیہ روانہ کی۔
 کئی سال کی متواتر لڑائیوں کے بعد ابو القاسم ^{۳۳۴} مطابق ۳۲۹ھ میں گرفتار
 اور قتل ہوا اور یس کا پیمانہ عمر بھی لبریز ہو چکا تھا اس واقعہ کے دو ہی روز بعد اس نے
 بھی انتقال کیا اور فوج نے ایک دوسرے بھائی ابن اور یس کو تخت پر بٹھانا
 چاہا۔ یہ خبر سن کر ناجا حسن کو لیکر تعجیل تمام ملاقیہ پہونچا اور یہ اعلان کیا کہ صحیح وارث
 سلطنت کا حسن ابن اور یس ہے بھائی ابن اور یس بغیر لڑے قلعہ قماریش
 میں روپوش ہو گیا اور یہیں ^{۳۳۵} مطابق ۳۳۰ھ میں اس نے انتقال کیا اسی
 سال بھائی ابن اور یس کی ایک بہن نے اپنے بہائی کے انتقام میں حسن کو
 زہر دیکر مار ڈالا حسن کے انتقال کے بعد ناجا نے خود ملاقیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن
 بربرون کے ہاتھ سے یہ بھی بالآخر قتل ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بربرون نے
 اور یس ابن بھائی المتعالی کو جو اس وقت قید تہار ہا کر کے اخیر ماہ جمادی الثانی
^{۳۳۶} ۳۳۶ھ بلقب العالی بالحد تخت پر بٹھایا۔ سب سے پہلے صوبہ غرناطہ اور
 قمرونہ نے اور یس کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ یہی اور یس ہے جس کی تعریف میں

ابوزید عبدالرحمن ساکن شہونہ نے ایک قصیدہ لکھا تھا جو ابن لبام کے
ذخیرہ میں موجود ہے۔

اور لیس ۳۳۰ھ مطابق ۹۴۱ء میں تخت سے اوتار دیا گیا اور بجائی دس کے
اوس کا چچا زاد بہائی محمد ابن اور لیس ابن علی الملقب بالمہدی تخت نشین ہوا
مگر یہ بھی چند ہی سال کے بعد ۳۳۲ھ مطابق ۹۴۲ء میں فوت ہوا اور
ابن کحیل ابن اور لیس الملقب بالموفق باللہ تخت پر بیٹھا گیا لیکن خلفا
سابق اس کی تخت نشینی کا اعلان مساجد میں نہیں کیا گیا چند مہینے کے بعد اسکا
چچا زاد بہائی اور لیس المتعالی فرج بعد مغزولی قلعہ قمار لیش میں پناہ گزین ہوا تھا
موقع پاکر بغاوت کی اور مالمقہ پر قابض ہو گیا اور اس صوبہ کے پایہ تخت کلاس قدربا
کیا کہ رعایا شہر چھوڑ کر دوسری مقامات میں جا بسی اس فرس ۳۳۶ھ مطابق ۹۴۷ء میں انتقال کیا
الموفق باللہ کے بعد اس کا بیٹا محمد المتعالی باللہ تخت پر بیٹھا لیکن ۳۳۸ھ
مطابق ۹۴۹ء میں باد لیس ابن حابوس بادشاہ غرناطہ نے ملا قہ پر قبضہ کیا
اور محمد المتعالی باللہ شکست کھا کر المیرہ چلا آیا۔ یہ خاندان محمود کا جس نے ملا
پر خود مختارانہ حکومت کی تھی اخیر بادشاہ تھا یہ روز کی خانہ جنگیوں سے بہ تنگ آکر
حکومت سے کنارہ کش ہوا اور ۳۵۶ھ مطابق ۹۶۷ء میں اہل ملیلہ اور قلعہ جبارہ

کی درخواست پر افریقیہ چلا آیا جہاں یہ ۱۸۷۴ء مطابق ۱۲۹۵ھ تک حکومت کرتا رہا
 ان ہی ایام میں البحر اتر اور اس کے مضافات پر محمد المصمم بابا نے کرن خاندان
 حمود حکومت کر رہا تھا محمد نے ۱۸۷۴ء تک بادشاہت کی اور اس کی بعد اس کا
 بیٹا القاسم الواثق بابا نے ۱۸۷۴ء مطابق ۱۲۹۵ھ تک بلا تعرض البحر اتر پر
 حاکم رہا۔ سال مذکور میں المعتضد ابن عباد بادشاہ اشبیلیہ نے البحر اتر قبضہ
 کر لیا اور بنی حمود حکومت سے محروم کر دئے گئے۔

جس زمانے میں بنی حمود نے ملائین اپنی حکومت قائم کی تھی ایک
 بربر امیر زاوی ابن زیری غرناطہ کا بادشاہ بن بیٹا تھا اس کا باپ زیری
 المنصور کے زمانے میں افریقیہ سے اندلس آیا تھا جب اندلس میں
 خانہ جنگی شروع ہوئی تو زاوی نے غرناطہ میں اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی ۱۸۷۴ء
 میں اپنے بھتیجے حابوس کے سپرد غرناطہ کیا اور خود بغزرت افریقیہ چلا آیا حابوس
 اپنے چچا کی عدم موجودگی میں موقع پا کر خود مختار ہو گیا اور چند سال حکومت کرتا رہا۔
 ۱۸۷۹ء مطابق ۱۲۹۷ھ میں حابوس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا بادشہ
 المنظر غرناطہ کے تخت پر بیٹھا مگر بنی حمود کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بالآخر
 اون کی اطاعت قبول کر لی لیکن خفیہ طور پر ایک قلیل عرصہ میں اس نے اپنی سی

قوت بڑھائی کہ ۹۴ھ میں ظہیر صقلی بادشاہ المیرہ کو اور بعد محمد البرزالی بادشاہ
 قرمونہ اور اوس کے معاون بادشاہ ایشیلیہ کو شکست دی اس کے بعد
 اس نے القادر بن ذمی النون بادشاہ طلیطلہ کے ساتھ سلسلہ جنگ کا شروع
 کیا اور پہلے ۹۴ھ میں شاہ ملاقہ کو کم قوت پا کر ان پر حملہ کیا اور اوس ملک کو اپنی قبضہ میں لایا
 بادیس پہلا بادشاہ تھا جس نے شہر غرناطہ کے گرد مستحکم فیصل کی بنیاد
 ڈالی تھی۔ اس کا انتقال ۲۰ شوال ۹۹ھ مطابق ۱۷ مئی ۷۱۰ء ہوا۔ اس کی
 جگہ اس کا پوتا عبد اللہ ابن ملکین المنظر تخت پر بیٹھا اور صوبہ مالقہ کا انتظام اپنے
 بہائی تمیم کے سپرد کیا عبد اللہ ۱۰۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۷۱۹ء تک بلا تعرض بحال
 اطمینان غرناطہ اور اوس کے مضافات پر حکومت کرتا رہا سند مذکور میں یوسف
 ابن تاشفین نے اس کو تخت سے اتار دیا تھا جس کا ذکر گیندہ اپنے موقع پر
 کیا جائے گا۔ یہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ اہل قرطبہ نے بنی حمود کو تخت سے
 علیحدہ کر کے خاندان امیہ کے ایک شہزادے ابو بکر ہشام ابن محمد بن عبد اللہ
 الناصر کو اپنا بادشاہ بنایا تھا۔ باوجودیکہ یہ ایک جرم اور عدل گستر بادشاہ تھا۔
 لیکن تین سال کی حکومت کے بعد اہل قرطبہ نے بسبب اپنی تون مزاجی کے
 اس پادشاہ کو بھی معزول کر دیا ہشام کے علیحدہ کر دینے کے بعد چونکہ اب اس

خاندان کا کوئی رکن باقی نہ رہا تھا امرامی شہر نے باستمزاج رعایا ابو الحزم جہوار
ابن محمد کو جو لمبا تجربہ و لیاقت شہر میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور
بنی عامر کے زمانے میں عہدہ وزارت سے بھی ممتاز رہا تھا۔ شہر کی حکومت
سپردی۔ اس دورانیش امیر نے محض بغاوت نہ رو اور ملک کی چھوٹی چھوٹی
ریاستوں میں خیالِ عصبیت پیدا کرنے کی غرض سے یہ شہر کیا کہ امیر المؤمنین
الموید باللہ ہنوز زندہ ہے۔ اسی کے نام کا خطبہ شہر کی مساجد میں پڑھا گیا بعد اس کے
قاضی ابن عباد بادشاہِ شہیلیہ اور المنذر بادشاہِ مرقسطہ اور ابن ذمی النور
بادشاہِ طلیطلہ کو فرمانِ شاہی حسبِ احکم خلیفہ ہشام بن مضمون بھیجے کہ تم حلفِ
اطاعت و فرمان برداری کے روانہ کرو اور قرطبہ کو بدستور اس سلطنت کا دارالخلافہ
سمجھو لیکن خلیفہ ہشام کے مرنے کے اس قدر زمانے کے بعد لوگوں کا اس
دھوکے میں آنا اگر غیر ممکن نہیں تو دشوار تو ضرور تھا کسی نے اس فرمان پر بالکل اتفاق
نہ کیا ابو الحزم نے جب دیکھا کہ یہ دھوکا اس کا کارگر نہیں ہوا تو یہ خود قرطبہ اور اس کے
مضافات کا بادشاہ بن بیٹھا اور باجوہ دیکھ اس کی حکومت کا اثر قرطبہ کی پار دیوار کی
کے باہر بالکل نہ تھا بایں ہمہ یہ انصاف اور رحم دلی کے ساتھ اپنے عہدہ جلیلیہ کو
انجام دیتا رہا۔ اس نے ماہِ صفر ۳۵۳ھ کے مطابق ۳۵۳ھ میں انتقال کیا اور اس کا

ملہ یعنی ہشام ثانی جو قرطبہ کے قتل عام میں قتل ہوا تھا۔

بیٹا ابوالولید محمد اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا یہ بھی مثل اپنے باپ کو اور سی اور معدلت گستری میں نام پیدا کرتا رہا۔ اخیر عمر میں جب انحطاط و کمزوری نے اس کو بالکل پیکار بنادیا تو اس نے اپنے بیٹے عبد الملک کو تخت پر بٹھا کر خود دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی عبد الملک چند روز کے بعد تخت سے علیحدہ کر دیا گیا جس کا ذکر ہم آگے چل کر تحریر کریں گے۔

اس زمانہ قدر اور طوائف الملوک میں نبی و شہداء و اشدیلیہ اور الغرب نے بھی بہت کچھ سرمایہ نیک نامی کا جمع کیا تھا۔ اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ المعتمد ابن عباد تھا جس کا ذکر مورخین اور شعراء نے جا بجا کیا ہے اس کی حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بغداد کے خلفائے بنی عباسیہ کا علم و لیاقت اور علم و مروت میں ہم عصر تھا جس کی بہت کچھ تعریف ابوبکر عیسیٰ ایک مشہور مورخ ساکن اشدیلیہ نے اپنی کتاب "لائعتماد فی اخبار بنی عباد" میں کی ہے بعض افریقہ کے شعراء نے اس خاندان کی بہت کچھ ہجو اور مذمت میں بھی طبع آزمائی کی لیکن یہ لوگ معدودے چند ہیں۔ زیادہ تر مصنفین جن کی کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں

لے خاندان عباد کا پہلا شخص جس نے اس میں سکونت اختیار کی تھی عطاف تھا اور یہ سیکڑہ میں ایک عجمی مہاجر ابن بشر کہلاتا ہے اندلس آیتا بنی عباد کی ترقی کا کافی ابوالولید عقیل بن قریش تھا جو زنا و غلبہ ہشام المودید صاحب الشرطہ یعنی کو تو ال در پھر اشدیلیہ کا عالم مقرر ہوا بعد ازاں اشدیلیہ کی حکومت اس کے بیٹے محمد ابوالقاسم کے سپرد کی گئی جو زمانہ غدر میں خود مختار بن بیٹا۔ المقری

وہ سب اس خاندان کی تعریف اور عظمت و شان میں ہنر بان ہیں۔

اس کے قبل ہم تحریر کر چکے ہیں کہ ۱۱۸۰ھ میں جب القاسم بن حمود قرطبہ سے ہزیمت پا کر شاہر شبیلیہ آیا تو یہاں کے باشندوں نے دروازے بند کر دیے اور یہ صاف طور سے ظاہر کر دیا کہ اس خاندان کی حکومت ہم کو منظور نہیں اور امرائے شہر میں سے تین امیرون کا انتخاب کر کے مساوی اختیارات کے ساتھ ان کو حاکم مقرر کیا۔ ان امیرون میں قاضی ابن عباد بھی شریک تھا۔ یہ شخص اپنے شرکاء سے کمین زیادہ لائق اور بندہ حرص تھا ایک قلیل عرصہ میں اس نے اپنی چالاکی سے دیگر شرکاء کو معطل و بیکار کر دیا اور خود بلا شرکت غیرے حکومت کرنے لگا لیکن یحییٰ ابن علی کے تصفیہ کے بعد اس نے دیکھا کہ سلطنت اندلس پر قبضہ کرنے کے لیے سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ کسی ترکیب سے خاندان امیہ کے باقی ماندگان کو اپنا معاون اور مددگار بنانا چاہیے پس اس نے بھی وہی طریقہ اور روش اختیار کی کہ جس کے ذریعہ سے ابو النضر اور واضح نے ملک پر قبضہ کرنا چاہا تھا ابن عباد نے بمشکل تمام ہشام المومنین کا مشکل اور ہم وضع ایک شخص پیدا کیا اور بحیثیت حاجب یہ حکم دیا کہ امیر المؤمنین زندہ ہے لہذا بمقتضای خیر خواہی و خیر اندیشی اہل اندلس کو چاہیے کہ خلیفہ کی زندگی میں اس کو

اور خانہ جنگی کو موقوف کرین۔ چونکہ دروغ کو فروغ ممکن نہیں یہی نسل ابوالخضر
 وغیرہ ناکام رہا مگر طبع ملک و مال نے اس کو خاموش نہ رہنے دیا اس وقت
 اس نے اپنے بیٹے اسماعیل کو محمد ابن عبداللہ البرزالی بادشاہ قمر موہ پر
 یورش کا حکم دیا محمد ابن عبداللہ نے بادشاہ غرناطہ اور مالقہ اسماعیل کو
 شکست کامل دیکر اس کے مطابق شہر عین قتل کر ڈالا۔ اس کے دو برس بعد
 اخیر جمادی الاول ۳۳۰ھ میں قاضی ابن عباد نے بھی انتقال کیا اس کے بعد
 اس کا بیٹا ابو عمرو عباد فخر الدولہ المعتضد باللہ تخت نشین ہوا اس نے اپنی
 لیاقت و فراست سے وہ قوت و عظمت حاصل کی کہ دیگر شاہان اندلس کے
 رعب و داب سے متاثر ہونے لگے۔ اس نے علاوہ دیگر مقامات کے شہر طبرہ
 پر بھی قبضہ کر لیا تھا اس کی عمر زیادہ تر میدان جنگ میں صرف ہوئی اور چو لوگ کہ
 اس کی خاص شمشیر خون آشام کے لقمہ ہوئے تھے اور ان کے سر وں کو اس نے
 ایک خاص مکان میں جمع کیا تھا جن کو یہ روز جا کر بہت دیر تک بنظر عبرت دیکھا کرتا
 تھا اور بعض وقت اس ہولناک سہما سے رحم کا دریا اس کے سینے میں ایسا جوش
 زن ہوتا تھا کہ بیاختہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور اپنے
 مظالم پر آپ نادم ہوتا تھا لیکن یہ حالت اس پر صرف اس مکان میں طاری ہوئی تھی

اس مقام سے باہر آتے ہی مثل سابق سنگ دل ہو جاتا تھا۔ اس کو شعرو
سخن سے بہت شوق تھا۔

المعتضد باللہ نے جمادی الآخر ۳۸۴ھ کے مطابق ۹۹۵ء میں اٹھائیس
برس کی مستقلانہ حکومت کے بعد انتقال کیا اور اس کا بیٹا المعتمد علی اللہ
انیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت منصف مزاج اور رحیم بادشاہ تھا
اس کے زمانہ حکومت میں رعایا اور ملک امن اور چین میں رہا۔ ۳۸۵ھ کے مطابق
۹۹۶ء میں ایک یہودی ابن شالب نامی مع چند عیسائی امراء کے منجانب
اد قونش سالانہ روپیہ لینے کی غرض سے اشبیلیہ آیا۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے
کہ اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جانے کے بعد ہر امیر اور بادشاہ عیسائی
خوشامد کرتا تھا اور عیسائی جن سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا ان کے معاون اور طرفدار
بن جاتے تھے۔ شاہان اشبیلیہ نے بھی ایک کثیر التعداد رقم کی لالچ دیکر ان
لوگوں کو اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ غرض بادشاہ نے ابن شالب کے شہر میں داخل
ہوتے ہی فوراً وہ رقم اس یہودی کو بھجوا دی لیکن اس نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا
اور یہ کہا کہ میں سوائے خالص سونے کے اور کچھ نہ لون گا اور سال آئندہ سے
اس ملک کا پورا محاصل ادا کیا کرو جب یہ روپیہ المعتمد کے پاس واپس آیا اور اس

یہ یہودی کی گستاخانہ گفتگو سے اطلاع ہوئی تو اس نے اس یہودی کو سپاہیوں کے ذریعے بلایا اور حکم دیا کہ ایک تختہ پر لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پیردن میں مینین ٹھونک دو۔ یہودی نے بالبحاح وزاری عرض کیا کہ اگر تو مجھ کو چھوڑ دے تو میں اپنے ہموزن سونا تجھ کو تول دیتا ہوں المعتمد نے اسی حالت غضب میں جواب دیا کہ اگر تو اپنی جان کی عوض تمام افریقیہ اور اندلس کی حکومت بھی مجھ کو دے تب بھی تیرے قتل سے باز نہ آؤں گا ابن شالب قتل ہوا اور اس کے ہمراہ جس قدر عیسائی آئے تھے قید کر دئے گئے جس وقت اس واقعہ کی اطلاع الفونس کو ہوئی اس نے اپنے ملازمین کی رہائی کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اون کو فوراً چھوڑ دیا۔ عیسائیوں کی قوت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور اسی قسم کے موقعوں کے یہ منتظر رہا کرتے تھے اور فونش نے اپنے ملازمین کی رہائی پر اکتفا نہیں کیا اور قسم کھائی کہ جب تک میں آبنا می طارق تک نہ جا پہنچوں گا کہیں دم نہ لون گا جس وقت المعتمد کو یہ خبر ہوئی کہ الفونس فساد پر آمادہ ہے اور اپنے مین اس کے مقابلے کی طاقت نہ پائی اسی وقت جہاز پر سوار ہو کر افریقیہ آیا اور یوسف ابن تاشفین سے جو اس زمانے میں سوطا کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ہمدرد کا وعدہ لیا اور واپس آکر فراہمی فوج وغیرہ میں نہایت سرگرمی کے ساتھ مشغول ہوا اسی اثنا میں یوسف بھی

حسب وعدہ مع فوج ایشیالیہ پہنچا اور بمقام زلا قہ ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔ جس میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی اس جنگ کے بعد یوسف افریقہ پر چلا گیا لیکن اندلس کی زرخیزی اور کمزوری دیکھ کر اس کے دل میں یہاں کی حکمرانی کی ہوس پیدا ہوئی۔ چنانچہ دوبارہ ایشیالیہ آیا المعتمد کو بھی یوسف کی بلا وجہ و تحریک چلے آنے سے بقرآن اس کی نیت فاسد کا حال معلوم ہو گیا یوسف صرف بغرض دریافت حالات آیا تھا چند روز کے بعد سوطا چلا آیا اور وہاں المعتمد کو لکھا کہ اگر جزیرۃ الخضر مع شہر اور بندر گاہ میرے حوالے کر دیا جائے تو میں بھی ہمیشہ تمہاری مدد پر آمادہ رہوں گا المعتمد نے اس درخواست کے منظر کرنے میں پہلو تہی کی یوسف دفعتاً سو جنگی جہاز لیکر اس جزیرے کے سامنے نمودار ہوا یزید بن المعتمد نے اپنے باپ کو اس یورش کی خبر دی المعتمد نے اپنے میں قوت و مقاومت نہ پا کر یزید کو حکم دیا کہ جزیرہ یوسف کو دیدیا جائے اس خلاف امید کامیابی سے یوسف کی ہمت اور بڑھ ہی اور اس نے اپنے فوجی افسروں کو خاص شہر ایشیالیہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ یہاں کی رعایا پہلے بنی عباس کی حکومت سے راضی اور خوش تھی اب المعتمد کی شرابخواری اور زنا کاری اور نیز دیگر قبیح حرکات سے نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے تمام خاندان سے سخت متنفر

ہو گئی تھی المعتمد نے ایک حالت ناامیدی اور یاس میں عیسائیوں سے مدد چاہی
 یوسف کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو اس نے ایشیلیہ میں عیسائیوں کے دخل
 ہونے سے قبل ہی فوراً آگے بڑھ کر عیسائیوں کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دیکر
 منتشر کر دیا۔ المعتمد نے اس زمانہ غرور و تباہی میں بھی عیش و آرام کو ترک نہ کیا۔
 اس کے دوسرے بیٹے الرشید نے جب اپنے باپ کو یہ خبر وحشت اثر پہنچی
 کہ یوسف کی فوج نے شہر کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا ہے المعتمد بہت پریشان
 ہوا اور چونکہ ایک صحیح النسب عرب تھا دریاہی شجاعت نے جوش مارا شمشیر بکفت
 باب الفرج جدہر سے یوسف ابن تاشفین کی فوج داخل ہوئی تھی آیا اور
 بلاخون یکہ و تنہا دشمن پر جا پڑا اور تقارچی کو قتل کرتا ہوا قلب لشکر میں در آیا اس کی
 شجاعت اور جرأت سے دشمن ایسے متاثر ہوئے کہ حالت پریشانی میں کچھ تو
 دروازوں کے باہر نکل آئے اور جو فیصلوں پر چڑھ گئے تھے انہوں نے اپنے
 خندق میں گرا دیا المعتمد نے دروازہ اپنے سامنے بند کر دیا اور پہر قلعہ کا معائنہ کرتا ہوا
 باب السباغین پر آیا یہاں اپنے بیٹے مالک کو مقتول پایا کچھ دیر تک یہاں اپنے
 بیٹے کی لاش پر خاموش کھڑا رہا لیکن یہ وقت رنج و غم کا نہ تھا دشمن ہر طرف سے
 متواتر حملے کر رہے تھے یہ قلعے کے اندرونی حصے میں چلا آیا یوسف کی فوج پہر قلعہ

کے اندر داخل ہوئی المعتمد نے محض اس وعدے پر کہ اس کو زندہ چلا جانے دین گے شہر کو دشمن کے حوالے کر دیا یوسف نے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد المعتمد کو افریقیہ روانہ کیا یہاں یہ ^{۹۵} شہرمسلمہ نمک تبرک قیدیا ایک دوسری خود مختار ریاست جو سلطنت اندلس کے کہنڈرون پر قائم ہوئی تھی وہ ریاست طلیطلہ تھی جہاں بنی ذوالنون نے اپنے خاندان کو قائم کیا تھا اس خاندان کا پہلا بادشاہ جس نے شہر طلیطلہ پر حکومت کی ایل ابن عبد الرحمن ابن عمر بن ذوالنون تھا اس خاندان کے مختصر واقعات یہ ہیں کہ یحییٰ اور الفتح اور مطوف ایک برادر ہمسایہ بنی ذوالنون کا کشتہ بریہ کے بیٹے تھے موسیٰ کا سلسلہ خاندان السمع سابق والی اندلس سے ملتا ہے ان کی ترقی مداح کے اسباب یہ ہیں کہ سلیمان موسیٰ کا باپ شہنشاہ بریہ میں مقیم تھا کہ سلطان عبداللہ کا ایک خواجہ سر کسی بیماری سے سخت علیل ہوا۔ سلطان اس سے بہت مانوس تھا سرحد ارغون سے واپسی کے وقت اس خواجہ سر نے شہنشاہ بریہ میں مقام کیا۔ یہاں سلیمان نے اس کو اپنے گہرین اوتار اور اس کی تیمارداری میں بہت محنت اور مشقت کی۔ اس کے صلے میں اس خواجہ سر نے سلطان سے سفارش کر کے سلیمان کو اس کے وطن کا حاکم

مقرر کرادیا سلیمان باوجود اپنے بیٹے موسیٰ کی بغاوت و شرارت کے اپنے
 بادشاہ کا تادم مرگ خیر خواہ بنا رہا۔ ۳۲۱ء مطابق ۳۱۷ھ میں اس کے انتقال
 کے بعد موسیٰ اس کی جگہ حاکم ہوا لیکن چند ہی روز بعد بالزام بغاوت قتل کیا گیا
 اس جرم بغاوت میں ملک ضبط ہوا صرف برعایت سلیمان ایک قلیل حصہ
 ملک سلیمان کے دوسرے بیٹے یحییٰ کو عطا ہوا یحییٰ نے اپنے اوایل زمانہ
 میں نہایت خیر خواہی اور دیانت سے اپنے کام کو انجام دیا اور جب محمد ابن
 عبداللہ البکری نے باغیوں میں شریک ہو کر قلعہ ملقون پر قبضہ کیا تو اس وقت
 یہ یحییٰ نے ربیع الثانی ۳۲۱ء مطابق ۳۱۷ھ میں محمد ابن عبداللہ کو بغاوت
 کی سزا دیکر اس کا سر قرطبہ بھیجا جس کے صلے میں اس کو تمام صوبے کی
 حکومت مل گئی سلطان عبدالرحمن ثالث کے زمانے میں یحییٰ سے وہ حرکات
 سرزد ہوئے کہ جو منجر بہ بغاوت تھے۔ خلیفہ نے اپنے وزیر عبدالحمید کو اس کی
 تنبیہ کیواسطے بھیجا۔ اس نے یحییٰ کو ۳۲۱ء مطابق ۳۱۷ھ میں گرفتار کر کے گرفتار
 بستہ مع اس کے خاندان کے قرطبہ میں حاضر کیا یحییٰ نے بمقام قرطبہ ۳۲۱ھ میں
 الفتح ابن موسیٰ حاکم اقلین نے طلحہ و طلحہ حمل کیا اور اپنی فتیابی کی خوشی کے خوش میں
 اس نے نہایت غور و فوج کا اس قدر در و در تک تعاقب کیا کہ ایک بہاگے سپاہی

نے اس کو قتل کر ڈالا۔

مطرف ابن موسیٰ اپنے باپ کے بعد شہر و بیدہ کا حاکم مقرر ہوا
 تھا ایک جنگ میں شاخجہ بادشاہ نوار کے ہاتھ گرفتار ہوا لیکن کسی ترکیب سے
 مع اپنے تین ہمراہیوں کے بھاگ آیا۔ یہ ۳۲۶ء مطابق ۹۴۹ء میں جنگ
 الخندق میں شریک تھا۔ اسی جنگ میں اس نے اپنی دلیری اور جواہر دہی سے
 ناموری حاصل کی اور اس کے صلے میں سلطان عبدالرحمن ثالث نے
 مدینۃ الفرج کی حکومت اس کے سپرد کی مطرف کا انتقال ۳۳۳ء بم ۹۴۵ء میں ہوا
 غرض اسماعیل بن عبدالرحمن کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ المامون
 تخت نشین ہوا اس نے اپنے زمانہ حکومت میں لیاقت و بہادری میں وہ نام
 پیدا کیا کہ جس سے اس ملک کے عیسائی مرعوب ہوئے تھے یحییٰ نے بزمانہ
 المعتد ابن عباد قرطبہ پر حملہ کیا اور بعد قتل ابو عمر ابن المعتد شہر پر قبضہ کر لیا
 بعد ازاں ابن ابی عامر کلمنٹینسٹ دیکر اس ملک پر بھی مسلط ہو گیا۔

باوجود طوائف الملوکی جب تک کہ ان مختلف خود مختار رؤسائے اپنے
 رعب و اب سابق کو عیسائیوں پر قائم رکھا عیسائی پیش قدمی کرنے سے ڈرتے
 رہے مگر ان روسائی عرب کے نالایق و بے ہنر جانشینوں کو کمزور پاکر عیسائی

منصرف و سرکش ہو گئے۔ سب سے پہلے اوفونس نے شکستہ سر میں شاعر
 میں بزمانہ القادر اپن ذمی النون جہد البغوات کا بلند کیا اور القادر کو ایسی
 شکست فاشی کہ اس نے خود محض اس وعدہ پر کہ بلنسیہ کی حکومت اس کے
 سپرد کر دی جائے گی طلیطلہ کو اوفونس کے حوالہ کر دیا۔

فرمان روایان سر قسطہ کے مختصر حالات یہ ہیں خاندان بنی عامر کے
 خاتمہ کے بعد اور المہدی کے زمان حکومت میں المعتمد ابن یحییٰ التجیبی قسطہ
 کی صوبہ داری پر مامور ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ صوبہ دار مقرر ہوا جو
 بعد چندے سلیمان ابن احمد ابن محمد کے ہاتھوں معزول ہوا۔ اس خاندان کے
 باوقار و رفیع شان بادشاہ بنوین ابو جعفر ابن ہود المقتدر بالله اور اس کا بیٹا
 ابو عامر یوسف المومنین شہر کیے جاتے ہیں۔ بعد ازاں المستعین
 احمد ابن المومنین تخت نشین ہوا۔ اس نے عیسائیوں کے مقابلے میں شکستہ
 مطابق شاعرین شکست فاش کہا می اور شکستہ مطابق شاعرین سر قسطہ

لے القادر بادشاہ طلیطلہ یحییٰ ابن المامون کا پوتا تھا۔ لے ابو جعفر نے شکستہ سر میں شاعرین انتقال کیا۔

لے المومنین کو علم ریاضی سے کمال دل چسپی تھی اور اس فن میں اکثر کتب تصنیف کیں میخداون کے کتاب لاسکمال
 والمنظر اپنی غبی مطالب میں قابل دید ہے۔ اس نے شکستہ مطابق شاعرین انتقال کیا۔

کے سامنے عیسائیوں کے حملے کو رد کرتے ہوئے میدان جنگ میں شہید
 ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک عماد الدولہ قسطنطنیہ
 بیٹھا لیکن ۱۲۵۷ء مطابق ۱۱۷۷ھ میں رومیر نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا اور
 عماد الدولہ حکومت سے محروم کر دیا گیا۔ اس کے بیٹے سیف الدولہ
 اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنے آبائی ملک کے استرادیمن بہت کچھ
 کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا اور حالت ناامیدی و یاس میں مع اپنے متعلقین
 کے طیارہ زمین گونشہ شینی اختیار کی اور یہیں اس کا انتقال ہوا۔



باب سوم

عیسائیوں کی ترقی - خلیفہ پراڈ فونش چارم کا قبضہ - شاخ اول کی فتوحات - عیسائیوں کے

ظلم و زیادتی - ادونش کی گستاخانہ درخواستیں - ادونش کا اشبیلیہ چلے - المعتمہ اور

یوسٹ کا اشبیلیہ میں داخل ہونا - ادونش کی تیاریاں - فوج عرب کا روانہ ہونا - ادونش

کی دغا بازی - عیسائیوں کی شکست - ادونش کا انتقال - یوسٹ کا انفرقہ واپس ہونا -

یہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ عربوں کے شروع زمانہ حکومت میں ایک عیسائی بلانی نامی ساکن جلیقیہ قرطبہ سے بہاگ کر اپنے وطن کے پہاڑوں میں پناہ گیر ہوا تھا اور اپنے ہم مذہبوں کو اغوا کر کے بغاوت شروع کر دی تھی وہ زمانہ انیسویں صدی کے وسط کا تھا۔ چونکہ مسلمانوں کا قبضہ قریب قریب تمام اندلس پر ہو چکا تھا اور عیسائی بادشاہ اور روسائے اطاعت و فرمان برداری قبول کر لی تھی - عربوں نے ان چند عیسائیوں کی مخالفت کو اضعیف سمجھ کر توجہ نہ کی بلانی مع تیس آدمی اور دس عورتوں کے

ساتھ امیر غلبہ الکلبی منجانب خلیفہ دمشق اندلس پر نکلے تھا جس کا ذکر جلد اول میں ہو چکا ہے۔

صرف شہد پروان زندگی بسر کرتا تھا۔ اس عیسائی کی ہمت و استقلال کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے ان تمام آفات و مشکلات کا برداشت کرنا منظور کیا لیکن عربوں کی اطاعت کبھی قبول نہ کی اور تادم مرگ مخالف بنا رہا۔ اس نے ۳۳۷ء مطابق ۵۵۸ء میں اُنیس سال بغاوت کے بعد انتقال کیا اس کے بعد اس کا بیٹا فافلہ اس کا قائم مقام ہوا اور دو سال تک اپنی قلیل فوج پر حکومت کرتا رہا اس کے بعد ادولش ابن بطروہ حاکم مقرر ہوا۔ غرض ملانی اور اس کے جانشینوں نے اپنی تعداد و قوت میں رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی کہ سلطان عبدالرحمن بن ناصر کے زمانہ حکومت میں جنگ سمورہ میں عربوں کو شکست دی جس سے اہل حلیقیہ اور لشکنس کی ہمت و جرات اس قدر بڑھی کہ انہوں نے سرحد فارس کے قریب ۳۳۷ء مطابق ۵۵۸ء میں شہر ترکونہ اور مختلف قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا لیکن اس زمانے میں جو کچھ کامیابی عیسائیوں کو حاصل ہوئی تھی اوس کا خوش المنصور ابن ابی عامر نے ایسا لیا کہ پھر تاشکست سلطنت آندلس عیسائیوں اس سلطنت پر حملہ کرنے کی جرات پیدا نہ ہوئی المنصور کے زمانہ میں شرق میں شہر برشلونہ اور غرب میں شہر شنت یا قوہ عیسائیوں کے مشہور شہر اسلام کے

لے انگریزی میں قاولہ کہتے ہیں۔ لے اس ہی سے شاہان ادولش کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

دائرہ حکومت میں داخل ہوئے۔

جب سلطنت اندلس اپنی عمر طبعی کو پہنچی اور طوائف الملوکی سپیلی عیسائیوں کو
 پہر اپنی قوت بڑھانے کا موقع ملا تقریباً ۷۱۱ء کے مطابق ۱۱۷ء میں اوفونس
 چہارم ابن فردلند نے نہایت محنت و فراست سے تمام خود مختار اسلامی ریاستوں
 حالات کو دریافت کیا بعد ازاں اپنے ہم وطنوں کو مشکل تمام بغاوت و جنگ پر آمادہ
 کیا۔ سب سے پہلے اس نے باوقعت و باقوت امرای عرب میں اپنی چالاکی
 و ذہانت سے باہمی نزاع پیدا کرادی اور جب یہ لوگ خانہ جنگی میں مصروف ہوئے
 تو اس نے چھوٹے چھوٹے روسای عرب کو بھجورپناہ گزار بنالیا بعد اس کامیابی
 کے اپنے کو قوی پا کر طلیطلہ پر حملہ آور ہوا اور سات برس کی متواتر جنگ کے بعد
 ۷۱۱ء کے مطابق ۱۱۷ء میں بزمانہ القادر بابہ طلیطلہ پر اپنا قبضہ کیا

الغرض اوفونس نے پہلے پہل عدل و انصاف سے کام لیا اور افہام
 و تفہیم سے مسلمانوں کو عیسائی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دی لیکن جب اس نے

۱۱۷ء جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے القادر بابہ المامون بخلی ابن ذی النون کا پوتا تھا اس نے اپنے من قوت و مقاصد دنیا
 محض اس وعدے پر کہ ہنسہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی جائے گی اس نے طلیطلہ کو اوفونس کو الکر دیا تھا۔ ۱۱۷ء طلیطلہ
 قدیم شہر تھا جس کو فیقی باوقطاجنیوں نے دریائی ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ ایک نہایت تکمیل سے مصور رہتا شہر کے

دیکھا کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر اسی طرح قائم ہیں تو اس نے مسلمانوں پر سختی
اور مساجد کو برباد کرنا شروع کیا شہر کی بڑی بڑی مسجدوں پر حیرت انگیز کر کے اون کو
گر جائیں بنانے کا حکم دیا۔ جس روز یہ حکم نافذ ہوا تمام مسلمان طلبہ کی مسجد میں
جمع تھے اور نماز کے بعد امام ممبر غرض بیان کر رہا تھا کہ عیسائی مسجد کے ان گھسٹے
اور مذہب اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ مسلمانوں نے بمشکل نماز کو
ختم کیا اور پہرہ روتے ہوئے باہر نکل آئے۔

جبکہ حلیقہ کے عیسائی شمال سے متواتر حملے کر رہے تھے ارغون کا
عیسائی بادشاہ بھی خاموش نہ رہا۔ چنانچہ ۱۳۰۷ء مطابق ۱۳۰۷ء میں ارغون
کے عیسائیوں نے بہ فوج کثیر بلنسیہ کا محاصرہ کیا یہاں کے لوگ جنگ کے لیے
تیار نہ تھے تاہم عیسائیوں نے قبل از جنگ حکمت عملی سے کام لے کر لانا چاہا اور اہل
بلنسیہ کو یہ بہ دھوکا دیا کہ ہم جنگ فساد کے لیے نہیں بلکہ اتحاد و دوستی کو ترقی دینے کے
واسطے آئے ہیں۔ اہل بلنسیہ نے جواب دیا کہ فوج کثیر کے ساتھ اگر دوستی کا دم بہرہ ناپیم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) قریب ایک در کابل ہی زمانہ قدیم کا بنا۔ اور جو دہا جو صنعت و شکاری میں نیکی و عبادت کی سبجیا آتا تھا اکثر

ایک فی کھیتی کا یہیہ بنا ہوا تھا یہاں اس آگ کے ذریعہ ترانی پل کے اوپر لایا جاتا تھا اور یہاں لوگوں کے ذریعہ شہر میں پہنچایا جاتا تھا۔
۱۳۹۶ء

۱۳۹۶ء مطابق ۱۳۹۶ء میں شروع ہوا تھا۔

ایک نئی بات ہے۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ یہ مکہ ہمارا خالی گیا تو یہ کہہ کر کہ ہم لڑنا نہیں چاہتے شہر کے سامنے سے ہٹ آئے اور لہرانہ کے قریب جہاڑی میں مع فوج پوشیدہ ہو گئے۔ بعد العزیز ابن ابی عامر نے یہجکہ کہ عیسائی خوف سے بہاگے جاتے ہیں ان کا تعاقب کیا لیکن جب عبد العزیز کی فوج ان کو ڈھونڈ ہوئی حالت بخیر ہی میں جہاڑی میں داخل ہوئی فقہ عیسائیوں نے چار طرف سے ان کو گھیر لیا بیان یہ کیا جاتا ہے کہ سوائے چند مسلمانوں کے باقی سب گرفتار یا قتل ہوئے۔ سنہ مذکور میں عیسائیوں نے شہر ریشٹ پر حملہ کیا ^{۱۰}الارڈ ملیس جب اپنی فوج لیکر اس قلعہ کے سامنے نمودار ہوا تو یوسف ابن سلیمان بادشاہ سر قسط نے باوجود اطلاع اس قلعہ کے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ عیسائیوں نے بادشاہ کو غل و بے پروا کر نہایت اطمینان سے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ہر طرف سے حملہ آور ہوئے ایک سخت لڑائی کے بعد پانچ ہزار عیسائی بیرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ کئی روز تک بازار حرب و ضرب جانیں سے گرم رہا باوجودیکہ امداد کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں تھیں اور عیسائی بھی نسبت عربوں کے تعدد میں کہیں زیادہ تھے تاہم متحصنین نے ایک

۱۰ انگریزی میں ریسر و کہتے ہیں یہ صوبہ ارغون میں واقع تھا ابن حیان کہتا ہے کہ یہ حکم قلعہ برطانیہ میں جو ارغون کو مضائقہ ہے سر قسط کو ذرا شائع تھا۔ ۱۱ عربی موزیکو اول بن مکر کو عموماً اس نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس کے ہمراہیوں کو الارڈملین کہتے ہیں

سخت یورش عیسائیوں پر کی جس میں تقریباً پانسو عیسائی کام آئے۔ مگر عین حالت خوشی
 میں عربوں کو خبر ہو چکی کہ اب رسانی کے ٹل ٹوٹ گئے ہیں اور آمد پانی کی بالکل موٹ
 ہو گئی۔ فاقہ نے پہلے سے پریشان کر رکھا تھا اب پانی جو مایہ حیات تھا اس کے
 بند ہو جانے سے سب ایسے مایوس ہوئے کہ محض اس وعدہ پر کہ عیسائی قتل و غارت
 سے باز رہیں گے ہتھیار رکھ دئے۔ مگر شاخجہ نے قلعہ پر قبضہ کرتے ہی خلاف عہدہ
 و پیمان قتل عام کا حکم دیا۔ تمام مورخین عرب متفق اللفظ ہیں کہ علاوہ اہل فوج کے
 ہزار ہا عورتیں اور بچے اور نیز وہ لوگ جن کو جنگ سے کچھ تعلق نہ تھا بے گناہ قتل ہوئے
 بقیۃ السیف جبراً غلام بنائے گئے۔ الحاصل جو ظلم و زیادتی اور وحشیانہ حرکات کہ
 ان عیسائیوں سے اس جنگ میں سرزد ہوئیں وہ احاطہ تقریر سے باہر ہیں۔ امرائے
 عرب کے اون عیش و آرام کا ہون میں جو صنعت اور آرایش میں اپنا نظیر نہیں کہتی
 تھیں عیسائی امیر تقسیم ہو گئے اور تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزر پالان	طلوق زرین ہمہ در گردن حسد می نیم
------------------------------	----------------------------------

شاخجہ نے قلعہ پر بشرط میں پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادے انتظام کی
 غرض سے چھوڑے اور خود ارغون واپس چلا آیا جب اس وحشت ناک قتل عام

لے المقریٰ منظر ہے کہ باشندگان شہر میں سے صرف ایک آدمی اور دو سرفاضل تھے نام اہل الطول اور ابن عی تو قتل ہو چکے تھے

کی خبریں ملک میں چاروں طرف پہلین تو مسلمانوں کے دل پر اس حادثہ عظیم کا
 جواثر ہوا اس کا اندازہ ممکن نہیں مسلمانوں نے بالاتفاق اس واقعہ کا باعث احمد علیؑ
 ابن ہود کو ٹھیرایا المقتدر راجہ شرم دندامت اس کا انتقام لینے پر مستعد ہوا۔
 یہ ایسا موقع تھا کہ اس کی فوج کا ہر سپاہی کفن پہن رہا تھا۔ جمیت عرب جو شہن
 ہتی ایک ہی یورش میں قلعہ کو فتح کر لیا۔ مگر عربوں کی شجاعت کو دیکھنا چاہیے کہ
 باوجودیکہ عیسائیوں نے قتل عام کے وقت زن و مرد میں کوئی فرق نہیں کیا جو
 سامنے آیا اوس کو تہ تیغ کر ڈالا تھا۔ افسران فوج عرب نے قبل از جنگ سخت
 احکام جاری کیے کہ گوان عیسائیوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا ہے
 لیکن اس کی ذمہ داری اوں کی عورتوں اور بچوں پر عائد نہیں کی جاسکتی صرف
 مردوں ہی سے انتقام لیا جائے۔ ان اہل فوج کو اس قدر اجازت ہے کہ
 اگر کوئی عورت یا بچہ گرفتار ہو تو وہ گرفتار کرنے والے کی ملک سمجھا جائے گا۔
 غرض عربوں نے اپنے ایک ایک شہید بہانی کے عوض دس دس عیسائیوں کو
 قتل کیا۔ بعد فتح جب فوج کا معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس معرکہ عظیم میں صرف پچاس
 عرب سپاہی شہید ہوئے۔

لے بادشاہ مرقط جس کی بے پروائی سے یہ قتل عام ہوا تھا۔ لے المقتدر۔

ہم اپنے عنانِ منہم کو پہرِ طللیہ کی طرف موڑتے ہیں اور فوٹش
 نے جس وقت اپنے کو اس زرخیز حصّہ سلطنت اندلس کا حاکم پایا اس کی عقل
 کو تہ اندیش نے اس کے دل میں تمام اندلس کے فتح کرنے کی ہوس پیدا
 کی اسی نیت سے ابن الافطس بادشاہِ طلیوس اور المعتمد ابن
 عباد بادشاہِ شیلیہ کی حدود میں قدم بڑھانا شروع کیا۔ ان بادشاہوں نے
 محض خیال امن اس کو ایک تھم شہر الیو کر کے کا وعدہ کیا اس واقعہ کے چند
 روز بعد المعتمد چونکہ بادشاہ المیرید کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا اس رقم کی
 ادائیگی میں کچھ دیر ہوئی اور جس وقت رقم مقررہ اور فوٹش کے پاس پہنچی اس نے
 رقم لینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس تاخیر کی پاداش میں چند قلعہ بھی مجھ کو دیئے جائیں
 علاوہ بریں اس بانی شروفساد نے ایک یہی گستاخانہ درخواست کی کہ اس کی بی بی
 القمچہ کو جو اس زمانے میں عالمہ تھی تا وضع حمل قرطبہ کی مسجد میں رہنے کی اجازت
 دی جائے اور قصر الزہرا بھی اس کی بی بی کے قبضے میں دیدیا جائے المعتمد نے
 اس درخواست کو فوراً نامنظور کر دیا جب عیسائی سفیر نے زیادہ اصرار کیا تو المعتمد نے
 حالت غضب میں دوات اوٹھا کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر رکھی وہ فوراً گریا
 حاضرین دربار اور علما ہی وقت نے اس امر میں المعتمد کی تائید کی اور کہا کہ جب سفیر

خاص بادشاہ کے ساتھ بے اوبانہ اور گستاخانہ گفتگو کا مرتکب ہو تو اس کو حکم وقت ہر طرح کی سزا دے سکتا ہے۔ ادقونش نے جب اپنے سفیر کے قتل کا واقعہ سنا تو حالت غصہ قیہم کہا لکہا کہین المعتمد کو بغیر سزا دے آرام نہ لون گا اس نے فوراً اپنی فوج کو فراہم اور افسر فوج کو حکم دیا کہ وہ سحبتہ اور اس کے مصنافات کو تالچ کر آہو بمقام طرایہ انتظار کرے۔ غرض ادقونش اور اس کا افسر دونوں زرخیہ ملکوں کو تباہ کرتے ہوئے دریائی وادی الکبیر کے کنارے پر اشبیلیہ کے محاذی خمیزن ہوئے یہاں سے ادقونش نے ایک نہایت توہین آمیز خط المعتمد کو اس مضمون کا لکھا کہ میں اس مقام پر بہت دیر ٹھہر چکا ہوں اور یہاں کی گرمی اور کہویوں نے مجھ کو بہت پریشان کر رکھا ہے تم اپنا محل خاص میرے نظر کرو تاکہ اس کے سایہ دار درختوں میں نہ ہا می شیرین کے کنارے آرام لون۔ المعتمد نے اسی خط کی پشت پر یہ جواب لکھا کہ تم نے تیرا خط پڑھا جس سے تیرا غرور و تکبر مٹنے لگا تھا، اللہ تعالیٰ چند روز میں ہم تجھ کو اپنے بہادر سپاہیوں کی ڈھال کے سایہ میں ملا دین گے۔ ادقونش اس جواب کو پڑھ کر کچھ دیر سسگون رہا اور پہر چونکہ ایک نہایت چالاک اور دغا باز آدمی اور عربوں کے خیالات سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ قبل از جنگ اس نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے تمام ملک میں اس خبر کو

مشترک کیا کہ المعتمد نے امیر یوسف کو افریقیہ سے ایک فوج کثیر کے ساتھ اپنی مدد کے لیے طلب کیا ہے اور وہ غمغیم اندلس میں داخل ہونے والا ہے مسلمانوں نے عام طور پر یہ خبر سن کر خوشیاں منائیں لیکن روسای عرب کو یہ حرکت المعتمد کی بہت ناگوار گزری اور بعض نے المعتمد کو بغرض سرزنش یہ لکھا کہ تو نے بغیر ہماری راجی اور مشورہ کے یوسف کو طلب کیا ہے کیا تجھ کو یہ قول یاد نہیں کہ ”الملك عقیقہ والسیفان لا یجتمعان فی غدی واحدٍ“ المعتمد نے جواب دیا کہ ”مجھ کو سوروں کی پاسبانی سے اونٹوں کی نگہبانی پسند ہے“ اس جواب میں کنایہ یہ تھا کہ ادفولنش کا قیدی بن کر سوروں کی نگہبانی کرنے سے یوسف کا قیدی بن کر افریقیہ کے برعظیم میں اونٹوں کی پاسبانی کرنا بہر حال بہتر ہے اس نے یہ بھی کہا کہ اگر میں ایک مسلمان کو اپنا معاون و مددگار قرار دوں گا تو میرا خدا بھی مجھ سے خوش رہے گا اور اگر میں کسی عیسائی کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کروں گا تو معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا غضب آئی نازل ہو اس جواب نے ان لوگوں کے غصے کو ایک حد تک فرو کیا

المعتمد نے المتوکل عمرو بن محمد بادشاہ بطلموس اور عبداللہ بن جاتوس بادشاہ غرناطہ کے قاضیوں کو طلب کیا اور قرطبہ کے قاضی القضاۃ

ابو بکر عبداللہ ابن ادہم کو بھی جو ایک باخیز اور صائب الرائی شخص تھا بلا ہجرت اور ان تینوں کو اپنے وزیر ابو بکر ابن زیدون کے ساتھ بطور سفارت امیر یوسف کے پاس افریقہ روانہ کیا المعتمد کی اس دوراندیشی سے اس ملک کے عام مسلمانوں کے دہمیں دم آیا اور انہوں نے ابن ادہم پر یہ یورے طور سے ظاہر کر دیا کہ اگر امیر یوسف اس موقع کو غنیمت جان کر بدلتی کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس ملک پر تسلط ہو جائے تب بھی چونکہ وہ مسلمان ہے اس کی حکومت بہ نسبت کافروں کے ہم کو ہر طرح منظور ہے۔

اس زمانے میں ابن تاشقین افریقہ میں اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کر رہا تھا۔ اس نے تمام مغرب الاقصیٰ پر قبضہ کیا اور دمشق و شہر مراکش اور تلمسان الجدید کی بنا ڈالی اس کا قصد تھا کہ ادھر سے فارغ ہو کر اندلس کو بھی اپنے قلمرو میں شامل کرے اس کی فتوحات و شجاعت کا سکہ اطراف و جوانب کے بادشاہوں کے دلوں پر چم گیا تھا بالخصوص اندلس میں مسلمانوں سے زیادہ عیسائی اس کے نام سے لرزتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہاں کسی عیسائی بادشاہ میں اس شخص کے مقابلے کی جرات و ہمت نہیں ہے۔ اندلس کے چھوٹے بڑے رئیس عیسائیوں کے دستِ ظلم سے پریشان ہو رہے تھے اور سبکی نظرین یوسف بن ہشام بن

لیکن ان کو خوف یہ تھا کہ یوسف عیسائیوں کو سزا دینے کے بعد کہیں ہماری
 ریاستوں پر قبضہ نہ کر لے پس المعتمد ابن عباد بادشاہ اشبیلیہ کے سفارت
 نبھانے کے قبل محض اس افواہ پر کہ یوسف اندلس کی تسخیر کا بھی قصد رکھتا ہے
 روسائے اندلس نے باہم متفق ہو کر اس مضمون کا خط یوسف کے پاس
 بھیجا کہ اگر تو اس ملک پر فوج کشی نہ کرے اور ہم کو اپنے ظل عافیت میں نہا
 دے تو تیرا دنیا و آخرت کا نام کو صفحہ ہستی پر ہمیشہ کے لیے برقرار رکھے گا۔
 اور ہم غور و خوض کرتے ہیں کہ اگر ہم تجھ کو اپنا سرپرست بنائیں تو تمام دنیا ہمارے
 اور صاحب الراءے اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ سمجھے گی۔ ہم درخواست کرتے ہیں
 کہ تو اس سرپرستی کو منظور کرے۔ اس میں صرف ہمارا ہی فائدہ نہیں بلکہ کھلیں
 عظیم الشان سلطنت کے قیام و استحکام میں بھی بہت کچھ مدد ملے گی۔ یوسف
 کے پاس جب یہ خط پہنچا چونکہ یہ غوزبان عربی سے اچھی طرح واقف نہ تھا اس نے
 اپنے معتمد کو ترجمہ کا حکم دیا یوسف ایک نہایت سجدہ رشتہ شخص تھا اس نے اس خط کا
 مضمون سن کر اپنے معتمد سے راسی طلب کی اس نے عرض کیا کہ اسی بادشاہ
 سچی عظمت و بزرگی وہ خیر ہے کہ جو بلا جنگ و جدل لوگوں کو میطیع و فرمان بردار بنالیتی
 ہے ایسے خوش قسمت باقوت بادشاہ کا یہ فرض ہے کہ ترجمہ انصاف کو اپنے

ہاتھ سے نہ چھوڑے اور جو لوگ کہ معافی کے خواستگار رہیں ان کی درخواستوں کو
 شرف قبولیت عطا فرما کر اپنے فیاضانہ برتاؤ سے ان کے دلوں پر ایسا قبضہ کرے
 کہ اس کا رعب و اب انہیں لوگوں کے ذریعہ سے دور دور کے ملکوں پر اپنا اثر
 ڈالے۔ زمانہ سابق کے کسی بادشاہ نے کیا اچھا کہا ہے کہ رحم دل اور فیاض
 آدمی پہلے اپنے ہمسایوں کا سرپرست اور پھر ان کا حاکم اور پہلون کا بادشاہ بن جاتا ہے۔
 امیر یوسف نے اپنے معتمد کی راسی کی بہت تعریف کی اور حسبِ نیل جو آ
 لکھوایا ”منجانب یوسف ابن تاشقین بعد سلام سب کو معلوم ہو کہ جو ملک تمہارا
 قبضے میں اس وقت ہے وہ تم کو مبارک رہے۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ تم اس کی
 حفاظت میں کوتاہی نہ کرو گے اور چونکہ ہم تمہارے سچے خیر خواہ ہیں ہم چاہتے ہیں
 کہ ہم اور تم ایک دوسرے کو مثل بہائیوں کے سمجھیں اور ہر امر میں خدائی تعالیٰ
 سے مدد مانگتے رہیں۔ اس کمال الطمینان بخش و تسلی دہ جواب سے جملہ اہل اہلس
 نہایت شادان و فرحان عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

الغرض جب المعتمد کی سفیر سوطہ پہنچے اور اپنے اسناد اور بادشاہ کے
 خطوط پیش کر کے یوسف کے سامنے ملک اندلس کی دروناک حالت کا مختصر
 طور پر ذکر کیا تو اس امیر نے ان لوگوں کی بہت کچھ تشفی اور دل جوئی کی اور کہا کہ تمہارا

آنے کے قبل ہی ہم کو عیسائیوں کی اور بالخصوص اوس بانی شر و فساد یعنی
ادو قونش کی ظلم و زیادتی کی خبر پہنچ چکی تھی تم اپنے بادشاہ کو اطلاع دو کہ جہاں تک
ممکن ہو سکے گا اندلس پہنچ کر ان کافروں کو ایسی سزا دی جائیگی کہ پہر ان کو کبھی
سراوٹھانے کی مجال نہ رہے گی۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد یوسف مع
فوج جزیرۃ الخضر آیا یہاں چونکہ پہلے ہی سرکاری طور پر اس کے آنے کا
اعلان ہو چکا تھا عوام الناس نے اس کی اور اس کی فوج کی وہ مدارات کی
اور تمام ضروری سامان بلا طلب مہیا کیا جس سے یہ امیر بہت خوش ہوا اور یہاں
فوراً فوج کو اشبیلیہ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا المعتمد نے اپنے بیٹوں کو
اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور جو مقامات کہ راستے میں پڑتے تھے
وہاں کے حاکموں کو تاکید کی کہ یوسف اور اس کی فوج کو کسی طرح تکلیف
نہ پہنچنے پائے۔ جب امیر یوسف کی فوج ترتیب وار شہر کے سامنے نمودار
ہوئی المعتمد مع سوار اور تمام امرائی دربار یوسف کے استقبال کے
لیے شہر سے باہر نکل آیا یوسف کے خیمے کے قریب یہ دونوں امیر نہایت محبت
و اخلاق سے بغلیہ ہوئے۔ وہ رات ان دونوں نے اپنے اپنے خیموں میں سوئی
اور دوسرے روز صبح کو حسب خواہش المعتمد یہ دونوں گھوڑوں پر سوار نہایت کرم

کے ساتھ شہر ایشیلیہ میں داخل ہوئے کوئی بادشاہ اور امیر انڈلس کا ایسا
 نہ تھا کہ جس نے تحائف اس کے لیے نہ بھیجے ہوں اکثر تو بذات خود مع لشکر موجود
 اور ہر بادقونش کو یوسف کے اس ملک میں آنے کی خبر پہنچی
 اس نے فوراً قریب دو دوسرے طرف کے حاکموں کو اپنی مدد پر آمادہ کیا اور ایک
 فوج کثیر جمع کرنے کے بعد اپنے دشمن کے حالات دریافت کرنے کے لیے
 جاہوس روانہ کیے اور المعتمر کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ تمہارا دوست یوسف
 معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ملک سے بیزار ہو کر تمہارے ملک میں دائمی طور پر سکونت
 اختیار کرنا چاہتا ہے لیکن میں اس کو مرتے دم تک آرام نہ لینے دوں گا تاہم
 کہ تمہاری محبت نے اس کو ایسا بتیر لیا کہ اس نے تمہارے افریقہ آنے کا بھی
 انتظار نہیں کیا بلکہ خود تمہارے پاس اپنی محبت اور دوستی جانے کو چلا آیا اس کے
 بعد ادقونش نے اپنے امرا سے اور بار کو جمع کیا اور کہا کہ ”بہت کچھ فکر و غور کے بعد
 مجھ کو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں دشمن کو درباہی کوہ سے اپنی سرحد میں آئیگا قح
 ندون بلکہ اپنی سرحد سے باہر دشمن کے حدود میں اس کا مقابلہ کروں اس لیے کہ
 اگر عرب ہماری سرحد میں گہس آئے اور میدان جنگ میں ہم کو ناکامی حاصل ہوئی
 تو یہ لوگ ملک کو برباد کرنے کے علاوہ ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے

اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنے میں ناکو بہت کچھ آسانی ہوگی۔ بخلاف اس کے اگر لڑائی انہیں کے ملک میں واقع ہوئی اور اگر وہ بغرض محال کامیاب بھی ہوئے تب بھی ان میں اتنی قوت باقی نہ رہے گی کہ وہ ان درہ ہائی کوہ سے گزر کر ہمارا تعاقب کریں اور اگر ہم کامیاب ہوئے تو ہم کو ان کے ملک کی تسخیر کا عمدہ موقع ملے گا۔ ان وجوہ سے میں نے منصوبہ مقصد کر لیا ہے کہ دشمن کچھ ملک میں ان کا مقابلہ کیا جائے۔“ اس کے امر نے اس راہی کی تائید کی اور قولش سے اس فوج کے جس کی بہت وجہات پر اس کو کامل بہرہ و ساتھ اشتبیلیہ کی حیر کی طرف روانہ ہوا اور باقی کوتا صد و حکم ثانی وہیں رہنے کا حکم دیا اور قولش نے جب اپنی چالیس ہزار فوج کا معائنہ کیا تو بمیاختہ از راہ کبر و غور اس کے منہ سے نکلا کہ ”این بہادرون کے ساتھ جن اور دیو کا بلکہ اگر فرشتے بھی آسمان سے آئیں تو ان کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔“

المختصر اور قولش منزل بمنزل چلا آتا تھا کہ راستے میں ایک مقام پر اس نے یہہ خواب دیکھا کہ یہ ایک ماہتی پر سوار ہے اور ماہتی اپنی سوندھتارے پر مار رہا ہے خوف سے اس کی آنکھ کھل گئی اور اسی حالت پریشانی میں اس نے اپنے پادری کو جمع کیا اور اس خواب کی تعبیر پوچھی جب ان سے اس کا اطمینان نہ ہوا تو اس نے

ایک یہودی کو بہت کچھ روپیہ دیکر کہا کہ تو کسی عرب عالم سے اس کی تعبیر دریافت کر۔ یہودی نے بدقت تمام ایک عرب سے ملاقات کی اور اس سے یہ خواب بیان کیا۔ عرب نے سن کر کہا کہ تو بالکل جھوٹا ہے تو نے یہ خواب نہیں دیکھا بلکہ اس کا دیکھنے والا ایک دوسرا شخص ہے اور جب تک کہ تو اس کا نام نہ بتائے گا میں اس کی تعبیر نہ بتاؤں گا۔ یہودی نے بالآخر مجبوراً اوقولنش کا نام بتا دیا۔ عرب نے سورہ اصحاب نیل پڑھا اور کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ایک صدمہ عظیم اوقولنش اور اس کی فوج کو پہنچنے والا ہے۔ نقارہ پر سونڈ مارنے کے یہ معنی ہیں کہ اوقولنش کے منہ پر ایک شدید زخم جنگ میں پہنچے گا۔ یہودی واپس آیا لیکن اس کی سمیت نہ ہوئی کہ صحیح معنی تعبیر اوقولنش کو سنائے اس نے اپنی جانب سے ایک و بات کہہ کر اوقولنش کا طمان کر دیا۔ اوقولنش نے اپنا عرب ڈالنے کی غرض سے ایک خط یوسف کو لکھا۔

جس میں علاوہ اپنی فوج و سامان کی تعریف کے دشنام بھی مغلطہ بھی درج تھیں۔ یوسف نے اپنے معتمد ابوبکر ابن القصیر کو اس خط کے جواب لکھنے کے لیے حکم دیا ابوبکر ایک عالم شخص تھا اس نے ایک مطول اور مدلل مسودہ تیار کیا یوسف نے یہ لکھ کر اس قدر عبارت آرائی کی ضرورت نہیں اوقولنش کے خط کی پشت پر یہ مختصر سا جملہ لکھا ”یعنی جو شخص زندہ بچے گا وہی دیکھے گا۔ لکھ کر خط واپس

کر دیا اس مختصر اور پر مضمون جملے کو پھر اودقونش مارے خوف کے کانپنے لگا اور یہ کہا کہ مجھ کو ایک بڑے بہادر سپاہی سے سابقہ پڑنے والا ہے دیکھا چاہئے کہ انجام کیا ہوگا۔ ادھر یوسف اپنے مد مقابل کی نقل و حرکت سے باخبر تھا اس نے جب سنا کہ اودقونش کی فوج دریائے کوہ سے نکل کر سرحد اشبیلیہ میں داخل ہو رہی ہے یہ بھی اپنی فوج لیکر آگے بڑھا اور المعتمد اس کے پیچھے مع اپنے لشکر کے بغرض امداد روانہ ہوا۔

یہ دونوں امیر نہایت شان و شوکت کے ساتھ شہر بطلیوس کے سامنے وارد ہوئے۔ یہاں کا بادشاہ المتوکل عمرو ابن محمد ان کے ساتھ بخارا پیش آیا اور یوسف کو اطلاع کی کہ اودقونش سرحد کے قریب پہنچ گیا ہے۔ یوسف نے فوج کی روانگی کا حکم دیا زلاقمہ کے قریب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہوئیں المعتمد چونکہ دشمن کی دغا بازی سے بخوبی واقف تھا اس لیے بذات خود انتظام کی طرف متوجہ ہوا اور راتوں کو بغرض حفاظت مثل معمولی سپاہیوں کے لشکر کا گشت لگایا کرتا تھا یوسف نے قبل از جنگ اسلامی قواعد کے موافق اودقونش کو لکھا کہ ”تو ہمارے مذہب پاک کو اختیار کر اور اگر یہ تجھ کو منظور نہیں تو خراج دینا قبول کرورنہ جبراً تجھ کو عوس موت سے بغل گیر ہونا پڑے گا۔ یہ ہم کو معلوم ہوا ہے

کہ ایک دفعہ تو نے ہمارے پاس افریقہ آنے کا قصد ظاہر کیا تھا لیکن ان فوسے
 کہ تو نے اپنے ارادے کو پورا نہیں کیا اور اب ہم نے تیری اوس امید کو پورا
 کیا کہ ہم خود یہاں موجود ہیں اور تیری دعاؤں کے اثر کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس
 خط کے پہونچتے ہی اہل نصاریٰ نے فیلیب کو ہوا میں بلند کیا اور انجیلوں پر مین
 کہا میں کہ ہم بغیر مرے پیچھے نہ ہٹیں گے اور ہر علمائی وقت نے جہاد کے فضائل
 سنا کر عربوں کے دلوں میں جوش و شہادت پیدا کیا۔ رجب ۱۰۸۶ھ مطابق ۱۶۷۵ء
 بروز چہار شنباد قونش مقابلے کی غرض سے آگے بڑھا عرب بھی سامان حربہ
 سے آراستہ مقابلے کے منتظر تھے۔ دفعتاً عیسائی فوج ٹھہر گئی اور ایک شخص نے
 منجانب اوقونش یوسف کو یہ پیام پہونچایا کہ اب جمعہ آنے والا ہے جس کو تم ایک
 مقدس روز سمجھتے ہو اور اس کے بعد اتوار کا دن ہے جو ہمارے یہاں خاص عبادت
 کے لیے مقرر ہے۔ اگر تم کو کوئی عذر ہو تو جنگ کے لیے ہفتہ کار و زوانوں
 کے درمیان واقع ہے مقرر کیا جائے۔ المعتمد نے یوسف کو اس کے کمرے
 مطلع کیا اور کہا کہ ہکو جمعہ کے روز تیار رہنا چاہیے یہ اوس روز ضرور ہکو بخیر یا کمرہ کرے گا
 چنانچہ ایسا ہی ہوا شب جمعہ کو دو سو اربو خاص حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے تھے
 المعتمد کے پاس آئے اور خبر دی کہ اوقونش کی فوج میں ہل چل ہو رہی ہے۔

اس کے بعد ہی چند اور سواروں نے اس کی تائید کی اور چند جاسوسوں نے یہ خبر پہنچائی کہ ادفونش اپنے افسران فوج کو یہ حکم دے رہا تھا کہ عربوں میں صرف المعتمد ایسا آدمی ہے جو اس ملک سے پوری طرح واقف ہے اور اسی کی راجی پر یہہ اہل افریقہ کا بندین۔ سب سے پہلے تم المعتمد ہی پر نہایت جرأت و ہمت سے حملہ کرنا اگر اس کو ہم نے شکست دیدی تو پھر ان نے لوگوں کا دبا لینا کوئی بڑی بات نہ ہوگی مجھ کو یقین ہے کہ المعتمد تمہاری جرأت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا یہ سن کر المعتمد نے بذریعہ ابن القصیرہ اس واقعہ سے یوسف کو مطلع کیا اور اپنی مدد کے لئے فوج طلب کی یوسف نے جواب دیا کہ میں خود تیری مدد کر لئے آتا ہوں اور ایک رسالہ فوج کا اپنے ایک افسر کو دیکر حکم دیا کہ جس وقت ادفونش المعتمد پر حملہ آور ہو فوراً پیچھے سے ان عیسائیوں کے لشکر کو آگ لگا کر ان پر پویش کرے۔ ہنوز یہہ احکام جاری ہی ہوئے تھے کہ المعتمد کے خیرگاہ کی جانب سے جدال و قتال کی آواز بلند ہوئی۔ چونکہ عیسائی تعداد میں کہیں زیادہ تھے تہوڑے ہی عرصے میں بہت عرب شہید ہوئے اور جو باقی رہ گئے تھے ان کے دلوں پر ناامیدی چھانے لگی المعتمد نہایت اضطراب اور پریشانی سے یوسف کا منتظر اور محض اپنی فوج کی ہمت قائم رکھنے کی غرض سے بلاخوف و ہلاکت سب سے آگے

لڑ رہا تھا اس کی ران کے نیچے تین گہوڑے مارے گئے اور تین جگہ زخم شدید
 اس کو پہنچا ایک زخم تو اس کے سر پہ پہنچا تھا تو اس کے سر کو کاٹی ہوئی کینٹی
 تک اور ترائی تھی دوسرا زخم تو اس کے سیدھے ہاتھ پر اور تیسرا زخم نیزے کا
 اس کے زانو پر تھا۔ خون ان زخموں سے مثل فوارے کے بہ رہا تھا اور یہ ایک
 حالت یاس و ناامیدی میں شہادت کی غرض سے یکدہنہا، شمنوں کے مجمع میں
 گہسا چلا جاتا تھا اور اپنے بیٹے ابو ہاشم کو جو بھیماری اشبیلیہ میں رکھا تھا یاد کر
 یہہ اشعار پڑھتا تھا۔

أَبَا هَاشِمٍ هَمَّ تَمْنَنِي الشَّعَارُ	قَلْبِي صَبْرِي لِذَاكَ الْوَأْسَرُ
ذَكَرْتُ شَخِصَكَ حَقَّتْ الْعَجَاجُ	فَلَمْ تَمْنَنِي ذِكْرُهُ الْمَرَارُ

عین حالت ایو سی میں یوسف میدان جنگ میں نمودار ہوا دو قونش نے چند
 دستے فوج کے لیکر اس کو روکنا چاہا لیکن فی اہل افریقہ کے حملے کی تاب نہ لا سکے
 اوپر پاہوتے ہوئے اپنی فوج پر آ پڑے اس جنگ عظیم میں عیسائیوں کو شکست
 فاش ملی اور قونش خود مجروح و پریشان حال اپنی جان بچائے گیا اور جو مال و اسباب

تہہ لے اے ابو ہاشم تم شہر آباد کرنے میری چٹان تو زمین پس اس جنگ عظیم کی حرارت میں اندھ ہی رہا ہے
 اس معرکہ کے گرد و غبار میں نے جھگڑایا دیکھا اور تیرے ذکر نے مجھ کو بہاگنے سے روک لیا

کہ عیسائیوں کے ہمراہ تھا تمام وکمال عربوں کے ہاتھ آیا۔

بعد فتح المعتمد نے امیر یوسف کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا یوسف نے بھی المعتمد اور اس کی فوج کی جرات و شجاعت کی تعریف کی۔ چار روز تک اب اسی میدان جنگ میں خیمہ زن رہے المعتمد نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق یوسف کی رائی دریافت کی یوسف نے جواب دیا کہ میں اس ملک میں لوٹ حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ فی سبیل اللہ تہار ہی مدد اور جہاد کی نیت سے آیا تھا جس میں بفضلہ کامیابی حاصل ہوئی یہاں سے یہ دونوں اشیاء لپائے یوسف تو اول ہی سے اندلس کی حکومت پر فطرتاً تھا مگر اب اس کے رفقاء کے دلوں میں بھی یہاں کے امراء کے تمول اور فاع البالی نے عیش و آرام کی ہوس پیدا کی یوسف ایک لایق اور دور اندیش آدمی تھا اور عیش و آرام کا نتیجہ یعنی سلطنت اندلس کی تباہی دیکھ چکا تھا اس نے اپنے مصاحبوں کے اصرار اور ترغیب پر جواب دیا کہ اس ظاہری نمائش چند روزہ پر فریقہ نہ ہونا چاہیے۔ تم مجھ پر غور دیکھ رہے ہو کہ اس ہی تمول اور عیش و نشاط کی بدولت اہل اندلس اوج حکومت و برتری سے پستی ذلت و خواری پر پڑے اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں تاہم اپنے نیکبت اعمال سے باوجود تادیب و تنبیہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔

اندلس میں باوجودیکہ عربوں نے بہت ہی سخت شخصی سلطنت قائم کی تھی لیکن یہاں کے ہر بادشاہ اور امیر نے یہ قدیم قاعدہ آخر وقت تک جاری رکھا کہ ہر کس و تا کس بلا تا تل خلیفہ سے ملنے کی درخواست کر سکتا تھا اور خلیفہ کو بھی بلجا تہذیب و مروجہ باریابی کی اجازت دینا ضرور ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک روز ایک نہایت غریب عالم نے دروازے پر آکر المعتمد سے ملنے کی خواہش ظاہر کی بعد باریابی اس گمنام شخص نے پہلے نہایت ادب سے تسلیم خم اور پھر عرض کیا کہ ”یا امیر آج میں یوسف کے چند ہمراہیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا ان کے فحوائی کلام سے معلوم ہوا کہ جس مکرو حیل سے اس نے اقوام افریقہ کو مسخر کیا ہے اسی طرح اس ملک پر بھی قابض ہونا چاہتا ہے۔ میں چونکہ ملک و قوم کا بھی خواہ ہوں میرا فرض تھا کہ ان وحشیوں کی نیت سے بچھوگا گاہ کروں اور اگر تو اس اہم معاملے میں میری رائی پوچھے تو میں یہ رائی دوں گا کہ تو یوسف کو کسی ترکیب سے گرفتار کر لے جو اس وقت ہر طرح ممکن ہے اور بعد گرفتاری تا وقتیکہ ان کا پیچہ بھاری پر سوار نہ ہو جائے اور یوسف چند اپنے خاص رشتہ داروں کو یہ غمال میں نہ کرے اس امر کا حلفی وعدہ نہ کرے کہ یہ وہ مدت العمر اس ملک کا رخ نہ کرے گا اس کو رہا نہ کرے المعتمد نے اس شخص کی رائی کو پسند کیا لیکن اتفاق سے اس وقت ایک صاف گو

مصاحب بھی اس تخلیہ میں شریک تھا وہ بلا تامل کہہ اٹھا کہ بادشاہوں کو ایسے
 مذموم حرکات یعنی دغا و فریب ہرگز لائق و سزاوار نہیں۔ اس واقعہ کی اطلاع کی سطح
 یوسف کو بھی پہنچ گئی۔ دوسرے روز علیٰ الصباح جب المعتمد اپنے دستور
 کے موافق تحائف لیکر اپنے مہمان سے ملنے آیا تو یوسف کچھ دیر باتیں کر کے
 اوشہ کھڑا ہوا اور افریقیہ واپس چلا گیا۔





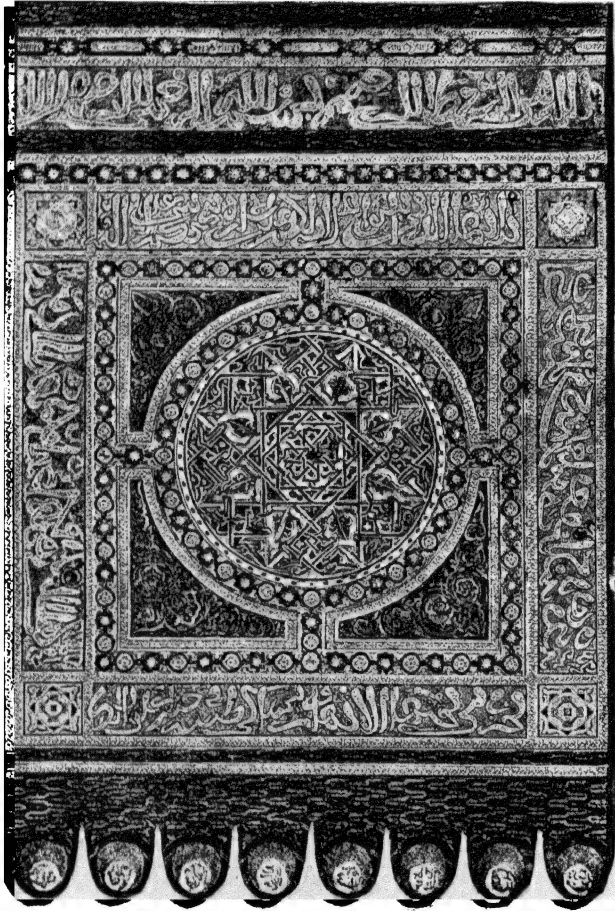
نماذان المرابطین والمومنین وبنی ہود کا کیے بعد دیگرے اندلس میں ملے ہونا۔ یوسف ابن
 تاشقین کا دوبارہ اندلس آنا۔ اس کی فتوحات۔ المعتمد اور ادقونش۔ المعتمد کی گرفتاری
 عبد الجبار بن المعتمد۔ یوسف ابن تاشقین کا انتقال۔ علی کی تخت نشینی۔ اس کی فتوحات
 اس کا انتقال۔ تاشقین ابن علی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں کی ترقی۔ ادقونش ثانی۔
 عبد المومن کا اندلس میں داخل ہونا۔ یوسف اول کی تخت نشینی۔ طلیطلہ کا محاصرہ۔ یوسف کا
 انتقال۔ یعقوب المنصور عیسائیوں کی شکست۔ محمد الناصر۔ جنگ العقاب۔ عربوں کی شکست
 اس جنگ کا نتیجہ یوسف ثانی۔ ابن ہودر خلافت بغداد۔ فولند ثالث کا قتل و طبع پر قبضہ۔

یوسف ابن تاشقین کی روانگی کے بعد ہی عیسائیوں نے پھر شورو فساد کے علم کو
 بلند اور ادقونش کو بدقت تمام انتقام پر آمادہ کیا ادقونش نے اپنے ماتمی باب کو
 ملہ المقری لکھا ہے کہ بعد جنگ زلاقمہ ادقونش اپنی فوج کی تباہی اور رفتا کے ماری جانیکے سبب مثل دیوانوں کے
 ہو گیا تباہی وہ جسے کہ اب بدقت تمام مکر جنگ پر آمادہ ہوا۔

جسم سے اوتار اور اس کی جگہ زرہ فولادی پہنی اور فوج کو دوبارہ ترتیب دیکر عبدالعزیز بادشاہ ہر سیہ چمکے اور ہوا اور قلعہ الیت کو فتح کر لیا اور فوج بقدر ضرورت قلعہ مذکور میں چھوڑ کر خود **طلیطلہ** واپس چلا آیا۔ لیکن اس چوٹی سی کامیابی سے عیسائی کچھ ایسے مغرور ہو گئے تھے کہ الیت کی فوج نے محض اپنی قوت پر اشتہار کے سرحدی مقامات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا المعتمد کو عیش پرستی نے ایسا کم ہمت اور کاہل بنا دیا تھا کہ ان معدودے چند کا بھی انتظام اس سے نہ ہو سکا اور یہودی سے بالکل ناامید ہو کر بذات خود افریقیہ آیا اور اپنے سرپرست یوسف ابن ششتین سے دوبارہ مدد کا خواہاں ہوا۔ اس کے حسب استدعا امیر یوسف ماہ ربیع الاول ۷۸۵ھ مطابق سنہ ۱۳۸۳ء میں براہ البحر امیر اندلس پہونچا اور فوراً شرکت المعتمد قلعہ الیت کا محاصرہ کر لیا لیکن عربوں کی بدقسمتی کو دیکھو کہ ایسے نازک وقت میں اور قبل از تصفیہ المعتمد اور عبدالعزیز آپس میں لڑیٹھے۔ نزاع اس قدر بڑھ ہی کہ المعتمد کی شکایت پر یوسف نے عبدالعزیز کو گرفتار کر کے المعتمد کے حوالہ کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالعزیز کی فوج فوراً اپنے ملک واپس چلی آئی اور ہر طرح کی امداد سے دست بردار ہو گئی۔ چونکہ یہ قلعہ عبدالعزیز ہی کی حدود حکومت میں واقع تھا یوسف کو ہر قسم کی تکلیف پہونچنے لگی جس سے یہ ایسا برداشتہ خاطر ہوا کہ قلعہ کو اس ہی حالت میں چھوڑ کر

مع فوج افریقیہ واپس چلا آیا۔

واقعہ مذکور کے دو سال بعد ۳۳۰ھ مطابق ۹۴۰ء میں یوسف ابن
 عاشقین کو شوق حکومت پہراندلس لے آئی جہاں کہ یہ ادونش کے پائی تخت
 یعنی طلیطلہ تک جایہو بچا۔ اس شہر کے لینے کی اس امیر نے سجدہ کوشش کی
 اور قرب و جوار کے تمام مقامات کو تباہ کر کے رسد کی آمد و رفت بالکل مسدود کر دی
 مگر باوجود اعلان جہاد و وعدہ ادا عربوں میں سے کوئی تنفس اس کا شریک حال نہوا
 یہ مجبوری تمام نقصان عظیم اودھا کر طلیطلہ کے سامنے سے ہٹ آیا یوسف کو
 عربوں کی یہ حرکت ایسی ناگوار گزری کہ اس نے ان کی تنبیہ کا عہد کیا چنانچہ اسی قصد سے
 یہ پہلے عبداللہ ابن بلکین بادشاہ غرناطہ کی طرف جس نے باوجود وعدہ مدد
 دینے سے پہلو ہتی کی ہتی آیا۔ عبداللہ نے بھی مقابلہ کی تیاری کی اور کچھ روز مخا
 پر آمادہ رہا آخر کار اپنی مان کی حسب ہدایت یوسف کے پاس آکر اپنی خطا کی معافی
 چاہی یوسف اس وقت مصلحتاً خاموش ہو گیا عبداللہ نے اس کو راضی اور
 خوشنود پاکر شہر میں نہایت تزک و احتشام سے اس کی دعوت کا بندوبست کیا۔ امیر
 یوسف نے اثنائی دعوت میں عبداللہ اور اس کے بہائی متمیم حاکم مالقہ کو گرفتار
 اور شہر پر قبضہ کر لیا۔



الموحدین کا پرچم

یوسف نے ماہ رمضان المبارک ۳۸۵ھ میں اپنے نامی فوجی افسر
سیرابن ابی بکر کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور اس کو حکم جہاد و دیگر خود افریقیہ
چلا آیا۔ اس امیر نے حسب الحکم فوراً اذ قولش پر یورش کی۔ بعض مقامات معر
تباہی میں آئے اور بعض پر اس نے قبضہ کر لیا یوسف کے اندلس سے
جاتے ہی روسائے عرب نے پہرہ کشی شروع کر دی ان کو یہ کمب منظور تھا کہ یہ امیر
اپنے ارادہ میں کامیاب ہو اور اندلس کو افریقیہ کا ایک صوبہ بنائے پس جب کبھی
سیر نے ان سے مدد طلب کی سب نے شرکت جہاد سے انکار کر دیا سیر نے اپنے
سلطان کے ایک لائق اور صاحب جرات شخص تھا اس نے بمصلحت وقت امر
عرب کو بدستور لوہو لب میں مصروف رکھا اور خود یکہ و تنہا عیسائی قومیں کا مقابلہ کرتا
اکثر قومیں نے اس کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ جب کچھ اطمینان اس کو
حاصل ہوا تو اب اس نے یوسف ابن تاشقین کو اپنی فتوحات سے مطلع کیا اور
یہ بھی استدعا کی کہ تم تو جہاد میں بے انتہا پریشانیان اور بھاری ہین اور یہاں
مسلمان بادشاہ اپنے ملکوں سے بے خبر عیش و آرام میں مصروف ہیں ان میں سے
ایک نے اس وقت تک جبکہ کسی قسم کی مدد نہیں دی ان کی نسبت یہی کوئی حکم صادر
ہونا چاہیے، یوسف نے جواب دیا کہ تم ان سب کو حکم دو کہ یہ تمہارے ساتھ

اس جہاد میں شریک ہوں اور اگر یہ لوگ تمہارے حکم کی تعمیل نہ کریں تو تم کو میں نے جگر
ان کے ملکوں پر قبضہ کر لو۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ سب سے پہلے اون ملکوں پر
باتھ ڈالو جو عیسائیوں کی سرحدوں پر واقع ہیں اور جب تک کہ تمام اندلس پر سلطانہ ہو جاوے ^{لمعتد}
کو ساتھ جنگ چھیڑو جس ملک پر تم قبضہ کرو اس پر ایک فوجی فسر بغیر نفعی انتظام ہمارے فسر ^{مقرر کرنا}
اس حکم کے پہنچتے ہی سیران ابی بکر و لا ابن ہود بادشاہ مصر قسطنطین کی
طرف متوجہ ہوا اور قلعہ روطہ کا جس میں یہ بادشاہ اس وقت مقیم تھا محاصرہ کر لیا
یہ قلعہ ایک نہایت بلند کوہ پر واقع اور راستہ ایسا دشوار گزار تھا کہ قبل اس کے
کہ دشمن کی فوج اس کی دیواروں تک پہنچے اہل قلعہ اس کا آب و آسانی خاتمہ کر سکتے
تھے۔ علاوہ بریں باوجود اس قدر بلندی کے بہت وسیع اور تمام ضروری سامان
اس میں موجود تھا اگر تمام راستے رسد کو مسدود کر دی جاتے اور اہل قلعہ کی فاقہ کشی کا
انتظار کیا جاتا تو یہی برسوں میں کامیابی حاصل ہوتی۔ امیر سیر کو جب یہ تمام واقعات
معلوم ہوئے تو اس نے حکمت عملی سے کام نہ لے کر اپنا چاہا قلعہ کے محاصرے سے
دست برداری اختیار کی اور مشہور کیا کہ فی الحال جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔ قلعہ سے
یکچہ فاصلے پر اس نے اپنی فوج کے چند سپاہیوں کو عیسائی لباس پہنایا اور ان کو
بجانب قلعہ تک پہنچا دیا فوج قریب کی جھاڑیوں میں پوشیدہ ہو گیا ابن ہود دھوکا کھا کر

چند مصاحبین کے ساتھ قلعہ کے باہر نکل آیا اور اون سپاہیوں کو میسائی سمجھکر درخواست کی کہ وہ کسی قومس کو اوس کی مدد پر آمادہ کریں۔ ہنوز یہ مشورہ ختم نہ ہوا تھا کہ دفعتاً سیر نے ان سبکو گھیر کر اس ہود کو مع ہمراہیوں کے گرفتار کر لیا۔ بادشاہ کی گرفتاری کے بعد اہل قلعہ نے بھی اس کی مزاحمت نہیں کی۔ یہ مشکل مہم یوں آسانی سے ہو گئی بعد ازاں قبل اس کے کہ امرائی عرب کو باہمی اتفاق و مشورہ کا موقع ملے سیر نے فوراً ہی آخر ماہ شوال ۳۵۵ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں عبدالرحمن ابن طاہر بادشاہ مصریہ کو بھی شکست دیکر شہر پر قبضہ کر لیا اور عبدالرحمن کو گرفتار و بستہ افریقیہ بھیج دیا یہاں سے امیر سیر نے ایک افسر ابو ذکریا نامی کو امیر یہ روانہ کیا اور خود یلغار کرتا ہوا بطلیوس آیا اس شہر کو اس نے چند ہی روز میں فتح کر لیا اور یہاں کے بادشاہ المتوکل عمر ابن محمد کو مع اس کے دونوں بیٹوں اٹھالیا اور العباس کے قتل کر ڈالا۔ ادھر ذکر کیا نے شہر امیر یہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کل بادشاہ المعتمد جو ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا تھا اس خبر و حشت اثر کے سنتے ہی فوت ہو گیا اور اوس کے بیٹے حسام الدولہ نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔

سیر نے جب اندلس کے ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو گرفتار کر کے افریقیہ بھیج دیا اور اون کے ملکوں کو اپنے قبضہ میں لے آیا تو اب اس نے

یوسف کو لکھا کہ اب سوائے المعتمد کے کوئی بادشاہ خود مختار باقی نہیں رہا۔
یوسف نے جواب دیا کہ پہلے تم المعتمد کو ہمارا یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ فوراً مع اپنے عیال
و اطفال اور رشتہ داروں کے ہمارے پاس افریقہ چلا آئے۔ اگر وہ اس
حکم کی تعمیل نہ کرے یا صاف انکار کر دے تو اس کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کر کے
یہاں بھیج دو۔ امیر سیر نے اس فرمان کے پہنچنے ہی المعتمد کو حکم نہ کر کے
مطلع کیا المعتمد نے کچھ جواب نہ دیا اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا سیر نے فوراً
ابو عبد اللہ ابن الحجاج کو مع فوج قرطبہ جہاں المعتمد کا بیٹا الفتح حکمران تھا
روانہ کیا اور خود بقیہ فوج المرابطین کے ساتھ آشبیلیہ روانہ ہوا اور قمر بنی کو
بتاریخ ۲ ربیع الاول ۵۵۸ فتح کر لیا۔ اسی اثنا میں ابن حجاج پیچھے اور قلعہ
البلات کو تسخیر کرتا ہوا قرطبہ آیا اور اس نے بتاریخ ۳ صفر روز چار شنبہ قلعہ کو
فتح کیا اور المامون کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ امیر سیر کے دوسرے افسر
جہرور الحشمی نے صوبہ ملاقہ کے قلعہ رونہ کو فتح اور المعتمد کے دوسرے
بیٹے یزید الراضی کو گرفتار اور قتل کیا۔

المعتمد نے جب اپنے تین دشمنوں کے جال میں پھنسا ہوا دیکھا حالت
پیشانی میں اپنے دشمن سابق اور قونش سے مدد کی درخواست کی اور قونش نے

کچھ فوج بغرض امداد روانہ کی امیر سیر نے عیسائیوں کے آنے کی خبر پا کر ابو اسحق الموطویٰ کو مع دس ہزار سواروں کے اون کے مقابلہ کے واسطے بھیجا اس افسر نے عیسائیوں کو شکست دیکر منتشر کر دیا۔ جب المعتمد نے اپنی نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو میدان جنگ میں مرناسپند کیا اور یہ تاریخ ۲۱ رجب ۳۸۵ھ اپنی قلیل فوج کے ساتھ دشمنوں پر حملہ آور ہوا عین وقت کا زلزلہ اس کو اپنے پیٹھے خزانہ کے قتل اور فوج کی سب طرف سے پسپا ہونے کی خبر پہنچی یہ خبر سن کر ایسا متاثر ہوا کہ پہر اس سے نہ ٹھہر گیا جو مرغ و الم سے پریشان اپنی نگاہ پر چلا آیا اور رات کے وقت اپنے بڑے بیٹے الرشید کو سیرا بن ابی بکر کے پاس بھیجا لیکن سیر نے ملاقات سے انکار کر دیا الرشید نے اپنے باپ سے لگایا کہ ان لوگوں سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہئے یا ملک سے دست بردار ہو جاؤ یا جان کی سیلن جنگ میں ملک تھک دو

جب توقع ہی اوٹھ گئی غالب	کیون کسی کا گلہ کرے کوئی
--------------------------	--------------------------

یہ سن کر المعتمد کی آنکھوں سے اشک حسرت جاری ہوئے اس میں لڑنے کی قوت کہاں تھی اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو رخصت کیا اور خود اپنی قسمت کی تحریر کا منتظر رہا اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد امیر سیر محل میں داخل ہوا اور المعتمد کو مع اس کے بیٹے ابو الحسن عبدالرشید اور اس کی بی بی اعتماد کے افریقہ بھیجا۔

مشہور مطابق شہنشاہ عین مالقہ کا ایک مشہور شخص خلف نامی کسی
 علت میں قید کر دیا گیا تھا چند روز بعد یہ شخص مع اپنے ساتھیوں کے جلیانیہ سے
 بہاگ نکلا۔ یہ لوگ یہاں سے سیدھے قلعہ منٹ میو آئے اور یہاں کے حکم
 کو غفلت پا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اتفاق سے اوسے زمانہ میں المعتمد کا ایک دوسرا لڑکا
 عبدالجبار نامی یہاں مقیم تھا خلف کے ورغلانے سے یہ بھی باغیوں میں شریک
 اور ان کی افسری منظور کر لی۔ اس نے اپنی ماں کو فوراً اس قلعہ میں بلا لیا اور
 الجزار اور ارقوش جاسوس بھیج کر یہاں کے لوگوں کو اپنا شریک حال کر لیا۔
 جس وقت اس بغاوت کی اطلاع امیر یوسف ابن تاشقین کو پہونچی اس نے
 بیٹے کے گناہوں کا بار بے گناہ باپ کے سر پر ڈالا اور حکم دیا کہ المعتمد فولادی
 زنجیروں سے باندھ دیا جائے المعتمد سے اخیر عمر میں یہ تکلیف برداشت نہ کی گئی
 اور اوسے حالت رنج و غم میں اس کے منہ سے یہ اشعار درزناک بے ساختہ جاری ہوئے

قیدی اما تعلّمتی مسلماً	اَبِیْتُ اَنْ کُشْفُوْا وَ تَحْمَاْ
یُبْجُرُوْنِیْ فِیْکَ اَبُوْہَا شِم	فَیْتَنِیْ الْقَلْبُ وَ قَدْ هَشِمَاْ

ترجمہ۔ اے میری زنجیر کیا تو مجھے جانے کی من مسلمان ہوں میں اسی حال میں شب بسر کروں گا اگر شفقت اور رحم
 کرے ابو ہاشم تیرے ساتھ ہو گا ورنہ تجھ کا تو سخت دل ہی نرم ہو جائے گا۔

جب سیر ابن ابی بکر کو یہ واقعہ معلوم ہوا اس نے اس قلعہ کا محاصرہ اور بعد چند
 لڑائیوں کے جن میں عبد الجبار قتل ہوا قلعہ کو فتح کر لیا اور تمام اہل بغاوت قتل کر ڈالا
 المعتمد نے اسی حالت قید میں ماہ ربیع الاول ۳۸۵ھ میں انتقال کیا
 اور اپنی بی بی اعتمد کے پہلو میں دفن ہوا المعتمد باوجود آرام طلب اور عیش پرست
 ہونے کے نہایت لائق اور علم و دست بادشاہ تھا اس کی لیاقت اور نازک خیالی کا
 اندازہ اولن اشعار سے ہو سکتا ہے جو ہم نے اس کے حالات کے سلسلہ میں
 حاجب جادج کیے ہیں ایک مصنف اور شاعر ابن اللبانہ نامی نے جو المعتمد کا وزیر
 بھی رہ چکا تھا خاص طور پر اس کے اور اس کے باپ دادا کے کلام کو اپنی
 بے نظیر کتاب "سقیط الدرر و لقیط الزہر فی شعر بنی عبدین" جمع کیا ہے قابل دید ہے۔
 امیر یوسف ابن تاشقین نے ماہ محرم ۳۸۵ھ مطابق ۳۸۵ھ میں
 بمقام مراکش انتقال کیا۔ مرینکے کچھ دیر قبل اپنے بیٹے ابو الحسن علی کو طلب
 کر کے جہان نصیحتیں کیں یہ بھی تاکید کی تھی کہ اشبیلیہ کو اپنا دار السلطنت قرار دینا
 علی بمقام سوطا ۳۸۵ھ میں پیدا ہوا تھا اور بوقت تخت نشینی اس کی عمر ۳۳ سال
 کی تھی۔ یہ نسل اپنے ناسور باپ کے نہایت محنت و بیدار مغزی سے اپنے
 ملک کا انتظام کرتا رہا اور جہاد کے سلسلہ کو اخیر وقت تک قائم رکھا اس نے ۳۸۵ھ

مطابق ۱۱۷۱ء میں دوبارہ اندلس جا کر طلیطلہ کا محاصرہ کیا اور گوئیہ اس شہر کو فتح نہ کر سکا لیکن اورشہو قلعہ و شہر مثل وادی الحجارہ وغیرہ پر قابض و متصرف رہا یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں اس کا بہادر فوجی افسر امیر سیر ابن ابی بکر بجانب غب پرتگال اور لیشونہ کی تسخیر میں مصروف تھا۔

ادھر تو علی اور سیر دونوں کافروں کے استیصال میں مشغول تھے اور ادھر بجانب شمال اوقونش اول ابن رومیر بادشاہ پرتگال نے فساد برپا اور مسلمانوں کو اپنی یورشوں سے سخت حیران و پریشان کر رکھا تھا۔ اس نے سترہ ہزار مسیحیوں کو اپنے ہود کو طوطلمہ کے قریب شکست دیکر تمام ملک ارغون کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا لیکن تیم ابن یوسف نے جس کو علی نے والی اندلس مقرر کیا تھا اپنی ہوشیاری اور بہادری سے اوقونش کو اس کے قصد کے پورا کرنے سے روک دیا بالآخر اوقونش نے ۱۱۷۲ء میں مطابق ۱۱۷۱ء میں موقع پاکر ملک فرانس کے عیسائیوں کو اپنی مدد پر آمادہ کیا اور ایک فوج کثیر کے ساتھ شہر قرسطہ کو گیر لیا۔ اہل شہر نے نہایت جرات و ہمت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا اور محاصرے کو اس قدر

لے اس جنگ میں عیسائی فوج کے ساتھ آلات قتلہ شکن میں چند لکڑی کے برج نہایت بلند یوں پر تھے ان میں سپاہی ٹھیکر بآسانی دیواروں کے قریب جاسکتے تھے۔ المقری۔

طوالت ہوئی کہ شہر میں لوگ فاقون سے مرنے لگے۔ شہر والوں نے نجب کوئی امید اپنی نجات کی نہ دیکھی تو آخر الامر شہر کے دروازے کھول دیے۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد بارہ ہزار سوار علی ابن یوسف کے پیچھے یہاں پہنچے لیکن شہر پر عیسائیوں کو قابض اور ان کی کثرت افواج کو دیکھ کر واپس چلے گئے علاوہ اس مشہور شہر کے ادفولنش ابن رومیہ نے قلعہ ایوا اور طرسونہ وغیرہ اسی صوبہ کے مقامات کو فتح کیا در وقت کے قریب ادفولنش امیر ابراہیم ابن یوسف ابن تاشقین کو شکست عظیم دی جس میں بیس ہزار عرب شہید ہوئے جس وقت یہ غمناک خبر بن علی کو پہنچیں تو یہ المرطین کی جمعیت کے ساتھ ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۱۵۷ء میں ایشیالیہ اور قرطبہ ہوتا ہوا سمرقند کی طرف آیا۔ صرف اس کی آمد آمد ہی کی خبر پا کر دشمنوں کے دل میں ایسا خوف و غم عظیم پیدا ہوا کہ یہ سب قلعوں میں پوشیدہ ہو گئے علی ان مقامات کو کہ جو عیسائیوں کے قبضہ میں آگئے تھے فتح کرتا ہوا اپنے بھائی تمیم سے آگاہ اور اس کو اندلس کا حاکم مقرر کر کے خود ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۱۵۷ء میں افریقہ واپس چلا گیا۔ اگرچہ ادفولنش بادشاہ طلیطلہ ۱۱۵۱ھ میں مرچکا تھا مگر ادفولنش ابن رومیہ ہنوز موجود تھا علی کی افریقہ جاتی ہی اس پر بغاوت شروع کر دی اور اپنی فتوحات سابقہ کو نشہ و مخمور

میاں علی پسر غرناطہ تک گہس آیا۔ اس یورش کی خاص وجہ یہ تھی کہ غرناطہ کے
عیسائیوں نے خفیہ طور پر ابن رومیرو کو لکھا تھا کہ اگر تو ادھر آیا تو ہم سب تیری
مدد کے واسطے موجود ہیں۔ اداقولش ابن رومیرو شہنشاہ شام میں بجانب
غرناطہ روانہ ہوا اور اپنے ارادے کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے شہر بلنسیہ پہنچا
کر لیا۔ یہاں بجانب علی ابو محمد ابن یدرس حکمران تھا چونکہ اسی طرف میں محض
دھوکا دینے کی غرض سے آیا تھا۔ چند روز کے محاصرے کے بعد جزیرہ شکارا پر
دینیہ اور شاطبہ اور سیرقاہ المنصورہ ہوتا ہوا وادی یا جلد کے قریب چند روز مقام
کیا بعدہ شہر القصیر قبضہ کر کے غیاثہ اور وادی آلش پر دو مہینے متواتر حملے
کئے لیکن بے نیل مقصود رہا آخر کار دجمین غرناطہ کے قریب آکر خمیہ زن ہوا۔
بتاریخ ۱۰ ارزی الحجہ ۷۵۷ عین عید کے روز اہل غرناطہ کو عیسائیوں کی اس شورش
کی خبر پہنچی۔ اگر اداقولش اسی وقت حالت بے خبری میں شہر چمک رہا تھا تو میثہو
اور مستحکم شہر آبسانی اس کے ہاتھ آجاتا باوجودیکہ یہ روز عیدِ مبدل بہ شام غم ہو گیا اور
ہر طرف سے ایووسی و اضطراب نے گہیر لیا تھا تاہم حاکم شہر نے نہایت استقلال و ہمت
سے فوراً فوج کو فراہم کیا اور ہر طرح جنگ کے واسطے تیار ہو گیا اداقولش ابن رومیرو نے

لے وادی آلش کو انگریزی میں گواڈالس کہتے ہیں اور جزیرہ شکارا کو ایرلے کہتے ہیں۔ یہ سب مقامات غرناطہ کے قریب واقع ہیں۔

بہتمام دھجہ دس روز بیکار صرف کیے اور پہر باغی عیسائیوں کو اپنا دلیل راہ قرار دیکر
 غرناطہ کی طرف روانہ ہوا یہ سرسینہ اور پیش ہوتا ہوا منزل بمنزل چلا آتا تھا کہ گوسلینہ
 کے قریب اس کو اطلاع پہنچی کہ متیم ابوطاہر مع فوج اس کے مقابلہ کی غرض
 سے آ رہا ہے۔ سن کر اودقونش فوراً گلی کی طرف چلا مگر اس مقام کے قریب ہی
 عربوں نے اسے آلیا اور ایک جنگ عظیم برپا ہوئی۔ قریب تھا کہ عیسائی سپاہ کو
 بہاک اور ہٹن ایسے نازک وقت میں سپہ سالار عرب نے فوج کے خمیوں کو
 انشیب سے بلند ہی پر قائم کرنے کا حکم دیا فوج اس وقت نہایت دلیری کے ساتھ
 دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی ان خمیوں کو اکٹرا دیکر یکے بعد دیگرے سمجھی کہ سپہ سالار میدان سے ہٹنے
 والا ہے۔ اس غلط فہمی نے عربوں کی فتح کو مبدل بشکست کر دیا عرب شکست
 کھا کر میدان جنگ سے ہٹ آئے اور عیسائی ان کے خیمہ اور خگاہ پر قابض
 ہو گئے۔ اس کامیابی نے اودقونش اور اس کی فوج کے اس قدر دل بڑھائے
 کہ یہ شلو بانیہ اور بلبلش^۱ کے کنارے کنارے پہر غرناطہ کی طرف متوجہ ہوئے
 اور شہر سے تین فرسنگ جنوب کی جانب بہتمام^۲ و لکرا اودقونش نے فوج کو آرام

۱۔ انگریزی میں سلو بانیہ کہتے ہیں۔ ۲۔ انگریزی میں ولیم لکرا کہتے ہیں۔ ۳۔ ابن الخلیفہ اس ہی مقام
 کا نام ذکر کیا ہے مگر دیگر کتب کے دیکھنے سے واضح معلوم ہوتا ہے اس ہی قسم کے اکثر مقامات اس زمانہ کے نقشہ میں نہیں پائے جاتے

دینے کی غرض سے دور و قیام کیا اور پہر سہان آیا یہاں دونوں لشکروں کے
 ہراولوں میں مختصر سی جنگ ہو گئی مگر یہاں اس نے لڑنا پسند نہیں کیا اور الفج
 ہوتا ہوا عین اطسہ کے قریب فوج کو ٹھہرے کا حکم دیا اور فوننش ابن ردمیر
 کی اس نقل و حرکت سے عربوں کو بہت فائدہ پہونچا اور اونہوں نے اس عرصہ
 میں کافی فوج فراہم کر لی۔ عربوں نے جب دیکھا کہ یہ کسی مقام پر جم کر لڑتا ہی نہیں
 اور برابر جنگ سے گریز کر رہا ہے تو اونہوں نے عیسائیوں کو چاروں طرف سے
 گھیر لینے کی کوشش کی مگر ابن ردمیر اس پھندے سے نکل بہاگا اور جبل
 البراجلہ اور اللغون کے راستے سے وادی آتش واپس آگیا عرب اس کی
 فوج کو گھیرے ہی ہوئے تھے انسانی راہ میں اونہوں نے اس کی بہت کچھ
 سپاہ اور بعض نامی عیسائی افسروں کو قتل کر ڈالا۔ اس دور و دراز سفر کے علاوہ
 شب و روز کی دوا و دش سے عیسائی فوج بالکل بیکار ہو گئی تھی اور فوننش کو مجبوراً
 اپنے قصد سے دست بردار ہونا پڑا اور بدقت تمام ادھی زیادہ فوج کہو کر ناکام انچرکلیک میں داخل
 ہم پہلے ہی تحریر کر آئے ہیں کہ اس یورش کے اصل بانی غرناطہ کی عیسائی

۱۔ بعض عرب مورخین نے اس مقام کو المرج کہا ہے۔ ۲۔ المقری نے اس پہاڑ کا نام جبل البراجلات لکھا ہے مگر یہی میں نے کوئی نواد
 کا نام سے موسوم کرتا ہوں جیسا کہ دیگر عربی مصنفین نے اس کا نام جبل البراجلہ تحریر کیا ہے اور بعض نے غللی سے کوہ الیکسٹر کا نام بھی لکھا ہے
 ۳۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ عرب الیکسٹر کو البشرات کہتے ہیں۔

ہوئے تھے اور گویا سانی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے مگر باغیوں نے
 دشمن کو ہر قسم کی مدد دیکر مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچایا تھا قرطبہ اور شبلیلیہ ملک تمام
 ملک اندلس کی عرب رعایا کی درخواست پر قاضی ابوالولید ابن رشد نے
 افریقیہ جاکر سلطان علی کو ان واقعات سے مطلع کیا اور کہا کہ علاوہ بیرونی دشمنوں کے
 ہمارے گھر میں اس قدر دشمن موجود ہیں کہ ایک خطہ کے لئے حکم آرام سے بیٹھنے نہیں
 دیتے۔ رعایا عی اندلس کی درخواست ہے کہ غرناطہ کے قریب جتنے عیسائی
 بسے ہوئے ہیں وہ سب خارج البلد کر دئے جائیں اور ان کو افریقیہ میں کوئی
 مقام رہنے کے لئے دیا جائے علی نے اس درخواست کو منظور کیا اور نہراہ عیسائی
 جبراً افریقیہ میں لا کر بسائے گئے علی پہر ایک بار ۵۰۰ عیسائی اندلس آیا تھا لیکن
 اس کے بعد محمد المہدی کی بغاوت نے اس کو افریقیہ میں ایسا مصروف رکھا کہ پہر
 یہہ یہاں نہ آسکا ۵۰۰ مطابق ۲۱۰۰ عیسائی ابوطاہر تہیم کے انتقال کے بعد اس نے
 اپنے بیٹے تاشقین کے سپرد اندلس کی حکومت کر دی علی نے بمقام مرکش
 چترہیس بن ساسات مہینے کی حکومت کے بعد ماہ رجب ۳۰۰ مطابق ۳۰۰ عیسائی میں انتقال کیا

۱۔ یہ ایک نامی فلاسفہ گزرا ہے جس کو اہل یورپ آویروں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۲۔ المقتدی ذوالعین تاشقین
 کی تقریباً ۵۰ سالہ حکومت کے واقعات کو دو سطروں میں ذکر کیا گیا ہے مگر قوطاس میں اس عہد کے واقعات نہایت غفرت و بسط
 کے ساتھ درج ہیں اس کتاب کا یادری مورخ نے عربی سے زبان پر انتقال میں ترجمہ کیا تھا۔ یادری مہینوں کے اس کتاب کے
 مصنف کا نام بلخیم غزالی بتایا ہے جو بالکل غلط ہے اس میں غلدون و دیگر عربی مؤرخین سے یہی چولی ثابت ہے قوطاس کا مصنف ابن افریقہ
 ہے جو اس کا رتبہ والا تھا قوطاس میں اکثر مقامات وغیرہ کے نام غلط ہیں اس ہی وجہ سے المقتدی کے مختصر واقعات پر انکشاف کیا گیا۔

علی ابن یوسف ابن تاشقین کے بعد اس کا بیٹا تاشقین
 ابو محمد تخت نشین ہوا۔ اس کے باپ ہی کے زمانہ میں خاندان الموحیدین
 کا عروج شروع ہو گیا تھا اس فرقہ کے افسر ابو عبد اللہ محمد علی نے اس قدر
 متواتر یورشوں سے پریشان کیا کہ یہ پہر اندلس نہ جاسکا اور اس کی باقی ماندہ عمر
 اسی فساد کے فرو کرنے میں صرف ہوئی ابو عبد اللہ محمد کا انتقال ۵۲۴ھ
 مطابق ۳۰۳ھ میں ہو چکا تھا اور خیال یہ تھا کہ اس کے ساتھ بغاوت کا بھی
 خاتمہ ہو جائیگا لیکن اس کے جانشین عبد المؤمن نے سلسلہ جنگ کا اسی طرح
 جاری رکھا تاشقین نے ادا اہل میں ان باغیوں کو کئی بار شکست دی مگر ۵۳۵ھ
 مطابق ۳۱۴ھ میں تلمسان کے قریب سخت معرکہ آرائی کے بعد تاشقین
 ہزیمت پا کر وهران چلا آیا اور یہاں متحصن ہو گیا جب کوئی صورت نجات کی نظر
 نہیں آئی تو یہ اپنے چند خاص جان نثاروں کے ساتھ بتاریخ ۴۲ رمضان ۵۳۹ھ
 رات کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر دریا کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ اگر
 موقع ملا تو اندلس چلا جائے لیکن اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا مع گھوڑے کے
 ایک عقیق خندق میں گر پڑا صبح کو اس کی نعش وہاں پڑی ہوئی ملی اس واقعہ کے بعد

لہ یوسف ابن تاشقین خاندان المرابطین سے تھا۔

تاشفین کا بیٹا ابواسحق ابراہیم تخت پر بیٹھا اور عبدالمومن شہزادہ
لمسان اور شہزادہ فاش کو فتح کرتا ہوا مصر کیش کی طرف آیا اور اس شہر کا
محاصرہ کر لیا۔ ۵۲۵ھ مطابق ۱۱۳۱ء میں عبدالمومن کو فتح حاصل
ہوئی اور ابراہیم گرفتار اور قتل ہوا۔

جس زمانہ میں مغرب الاقصیٰ میں المرابطین اور الموحدین میں جنگی
برپا تھی اندلس میں عیسائی مسلمانوں کی تباہی اور بربادی میں ہمدردی مصروف
اور قمر طبع کی جواب صرف نام ہی کا اور السلطنت رک گیا تھا دیواروں تک آپہونچے
تھے اور قونش ابن رومیہ نے ارغون کے ایک مشہور شہر فراحتہ کو گریہ لیا تھا
۵۲۵ھ مطابق ۱۱۳۱ء میں ابن غایہ فوج المرابطین کو لیکر اس شہر کی مدد کے
لیے دوڑا اور عیسائیوں کو شکست اور ادن کے بادشاہ اور قونش کو قتل کر کے
مسلمانوں کو قیہ سے رہا کیا۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یوسف ابن تاشفین کے زمانہ حکومت میں
المرابطین کی حکومت اس ملک میں پورے طور پر قائم ہو چکی تھی اور سیہ ابن ابی
نے تمام ریاستہائے اندلس کو کمال محنت و جافشانی اپنے بادشاہ کا مطیع و
فرمان بردار بنا دیا تھا لیکن ابراہیم کے قتل کے بعد المرابطین کی حکومت

میں انحطاط پیدا ہونے لگا اور الموحیدین کی قوت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی
 افریقہ کے ان واقعات سے اندلس کا متاثر ہونا لازمی تھا اس انحطاط کے ساتھ
 طوائف الملوکی کے آثار اس ملک میں پہ نظر آ رہے تھے۔ عیسائی جبرائیل و فساد
 پر آمادہ تھے۔ اب عرب رؤسا بھی المرابطین کے خلاف سازشیں کرنے لگے
 تاشیفین نے یحییٰ ابن علی ابن غانیہ کو والی اندلس مقرر کیا اور اس امیر نے
 بدقت تمام عربوں کو عیسائیوں کے متواتر حملوں سے محفوظ رکھا تھا مگر اس بغاوت عام
 کا اس سے بھی کچھ انصرام نہ ہو سکا تاشیفین اور ابراہیم کے قتل کی خبر پر کج صبر
 کہ حکومت بنی امیہ کے چھوٹے بڑے حاکم اور جاگیردار اپنے اپنے صوبوں اور
 جاگیروں میں خود مختار بن بیٹھے تھے اسی طرح اب بھی ہر شخص خود مختاری کا دعویٰ
 کرنے لگا قرطبہ میں ابن احمدین اور غرناطہ میں میمون اللطونی اور بلنسیہ میں
 ابن مرویش الجذامی وغیرہ نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ چونکہ یہ لوگ مختلف
 زمین سے تھے اور ہر شخص اس ملک میں اپنی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا لہذا المرابطین
 کے علاوہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس کا نتیجہ
 یہ ہوا کہ المرابطین کے بعد الموحیدین اس ملک پر باسانی مسلط ہو گئے۔

لے اس دوسری طوائف الملوکی کو بطرب موغین^{۲۲} الفتنۃ الثانیۃ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ماہ ذی الحجہ ۵۳۹ھ مطابق ۱۲۷۵ء میں عبدالمومن سردار الموحدین نے اپنے ایک افسر ابو عمران موسیٰ ابن سعید کو اس ملک کی تسخیر کی غرض سے بھیجا اس امیر نے جزیرہ طریف اور قرب وجوار کے مقامات پر قبضہ کیا۔ دوسرے سال مالقہ اور اشبیلیہ فتح ہو گئے اس کے تین سال بعد قرطبہ کے قلعہ پر الموحدین کا علم نصب کیا گیا ۵۴۶ھ مطابق ۱۲۷۸ء میں عبدالمومن نے بذات خود مراکش سے اندلس کا قصد کیا یہ قصر عبدالمکرم میں اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا کہ اس کو مشرقی افریقہ سے ایسی وحشت ناک خبریں پہنچیں کہ اس نے اپنے ارادہ کو مجبوراً ملتوی کیا اور اپنے بیٹے ابو سعید کو المیرہ جہان عیسائی برسرِ فساد تھے بھیجا المیرہ ایک نہایت خوش وضع اور وسیع شہر تھا جو بحر متوسط کے کنارے پر واقع اور اس زمانے میں یہ اندلس کا مشہور تجارتی رنگاہ تھا افریقہ اور مصر اور شام سے تجارتی مال لاکر یہاں بیچا کرتے تھے بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں یہاں پر بحری بیڑہ جات کے لحاظ سے ایک قلعہ

۱۔ ابن خلدون ملاحظہ ہے کہ اس زمانہ میں ابن غانیہ منیبا المرابطین قرطبہ پر حکمران تھا ابن غانیہ نے بعض وضع شہر جہان قرطبہ اور قزوین کو عبدالمومن کے امیر کے حوالہ کر دیا تھا اور بعد ازاں الموحدین کا طرفدار بن کر سیون اللطوفی حاکم غرناطہ کو بھی الموحدین کی اطاعت پر آمادہ کرنا چاہا مگر اس امیر نے صاف انکار کر دیا اور بغاوت کو بدستور جاری رکھا ابن غانیہ نے ۵۴۷ھ مطابق ۱۲۷۹ء میں ان کا

تمام بحری آلات حرب سے اسے تیار کیا گیا تھا اور یہیں سے جنگی جہاز تیار ہو کر
عیسائیوں کے مقابلے کے لیے جایا کرتے تھے علاوہ برین یہان کی مٹی
کے برتن اور گلاس اور ریشمی کپڑے ہر وضع اور رنگ کے اور دیگر کارخانہ جات
دور و مشہور تھے چونکہ اس کے معنائات نہایت سرسبز و شاداب اور آب ہوا
پسندیدہ دوسرے مقامات کے معتدل اور خوشگوار تھی عرب یہان کی سکونت
بہت پسند کرتے تھے ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۵۲۷ء میں السلطان یعنی اوقوش بانی
بادشاہ طلیطلہ المیر سے کی طرف متوجہ ہوا اور بادل اہل جنوہ خشکی اور تری و دونوں طرف
المیر سے گزیر لیا۔ روسائی عرب میں بلحاظ قوت و شرف ابن مردنیش بادشاہ ہنسیہ
صرف اس قابل تھا کہ وہ اس کے نظیر مقام کو عیسائیوں سے بچائے لیکن اوقوش
نے اس کو پہلے ہی ہموار کر لیا تھا اس کے پاس خاطر ابن مردنیش بیٹھا ہوا
تاشا دیکھتا رہتا تا ایک بتاریخ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۵۲۷ء بروز جمعہ
عیسائی اس شہر پر قابض ہو گئے۔

شل دیکر قوام مشرق کے عربوں میں ہی قوت و اہمہ بدرجہ غایت موجود تھی
قصہ اور کہانی وہ کیسی ہی خلاف عقل کیونکہ نہ ہو فوراً باور کر لیتے تھے بالخصوص جب کہی
کوئی سخت آفت ناگہانی سر پر آتی تھی اور اس کا دفعیہ ان سے ممکن نہ ہوتا تھا تو یہاں اپنی

قوتِ لہم کے ذریعہ اسی باتین پیدا کرتے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کارکن
 قضا و قدر کو ان کا منزل منظور ہے صبر و شکر کے ساتھ ہر قسم کے صدمہ برداشت
 کر لیتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی باتین بے حد اطمینان بخش ہوتی ہیں
 لیکن آئندہ ترقی اور کامیابی کے تمام دروازوں کو مسدود بھی کر دیتی ہیں لوگ اسکو
 ایک امرِ شکی تصور کر کے اس کے رفع کرنے کی بالکل کوشش نہیں کرتے
 چنانچہ نہایت وثوق کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ جنگ المیرہ کے دو سال قبل
 یہاں تک کہ سنہ کا بھی تعین کر دیا گیا ہے یعنی سنہ ۱۰۵۵ھ میں ایک شخص ساکن المیرہ
 ابو مروان ابن ورنیہ وحشت ناک خواب دیکھا کہ ایک طویل القامت مت عمر
 آدمی نے پیچھے سے آکر اس کے دونوں شانوں کو مضبوط پکڑا اور اس زور سے
 اس کو ہلایا جیسے بلی چوہے کو خنجر بڑتی ہے قریب تھا کہ مارے خون کے اس کا دم
 نکل جائے اور یہ اس کو ان اشعار کے پڑھنے کا حکم دیا۔

فَلِلّٰهِ فِي ذَٰلِ الْخَلْقِ اَمْرٌ قَدْ اَنْبَهَمَ
 فَقَدْ اَحَدٌ ثُوْجَرًا عَلٰی حَاكِلِ الْاَوْمِ

اَلَا اَيُّهَا الْمَعْرُوفُ رَجُلًا لَا تَكْتُمُ
 فَلَا يَدَّ اَنْ يَزُرُوْا بِاَمْرِ لِّسُوْهُمْ

لے افوس ہے تیری حالت پر اسے مغرور خجہ دار آرام نہ کر کیونکہ اس خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کم از کم ایک روز
 سربت ہے پس مژور ہے کہ وہ لوگ اس امر کے ساتھ معرض غایت میں آئیں جو ان کو اپنے بد چل سے وہ لوگ ان کا کام کو حرم کر رہے ہیں

یہ خواب ہونا کہ فوراً اس حصہ ملک میں مشہور ہو گیا اور سب باین خیال کہ قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے نہایت اطمینان کے ساتھ اس آئینہ الی آفت کے منتظر ہے اور جب آفت سر پر آ پڑی تو چونکہ یہ یقین ہو چکا تھا کہ اس کا ٹکمن نہیں ہے جیسی کہ کوشش کرنی چاہیے تھی وہ نہیں کی اور مفت ملک کہو بیٹھے۔

عبدالرحمن ابن محمد ابن عبداللہ ابن یوسف الملقب ابن حبیش کا بیان ہے کہ جس وقت عیسائی المیر میرمن داخل ہوئے تو میں اون کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا میں نے اس سے کہا کہ تیرا سلسلہ ہر قل بادشاہ قسطنطنیہ سے ملتا ہے اور اس کے تفسار پر میں نے اوسی وقت ثابت کر دیا اس میری تحقیق پر اد فونش نہایت مسرور ہوا اور حکم دیا کہ ابن حبیش مع جملہ متعلقین کے بلا اخذ خراج رہا کر دیا جائے۔

اد فونش ثانی بادشاہ طلیطلہ نے ۱۵۴۵ء مطابق ۱۵۷۱ء میں ہمای چالیس ہزار سوار و ۱۰۰۰۰ فوج کا محاصرہ کیا۔ قریب تھا کہ بوجہ فاقہ کشی حاکم شہر اس دار السلطنت اندلس کو عیسائیوں کے حوالہ کر دے مگر عین وقت پر

لہ ایک نامی مورخ تھا اس نے متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں منجہ اون کے ایک کتاب جو اس نے

فتح اندلس کے باب میں لکھی تھی اسپین کے مشہور کتب خانہ میں اس وقت موجود ہے۔

عبدالמוمن نے کبھی ابن مہیون کو مع بارہ ہزار سوار نبرد آزموہ شہر کی مدد کے لیے بھیجا اور فوننش کبھی کے آنے کی خبر پاتے ہی شہر کے سامنے سے بھٹ آیا حاکم شہر نے اس مدد کے معاونہ میں الموحدین کی حکومت کو اندلس میں تسلیم کر لیا کبھی نے کچھ فوج بغرض انتظام و حفاظت شہر میں چھوڑی اور خود مع باقی ماندہ فوج کے افریقیہ چلا گیا۔ اس کے بعد اور فوننش نے قرطبہ کو یہ آکر گھیر لیا مگر اس مرتبہ بھی ناکام رہا۔

عبدالمومن نے ۱۰۱۵ء میں اپنے ایک فوجی افسر ابو حفص نامی کو بیس ہزار فوج کے ساتھ اندلس روانہ کیا اس امیر نے مہیون بادشاہ غرناطہ اور ابن ہمشک کے درغلانے پر ابن مردنیش سے جنگ کا قصد کیا۔ ابن مردنیش نے ان لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر عیسائی بادشاہ برشلونہ سے کافور شکار ہوا بادشاہ مذکور نے دس ہزار فوج امداد بھیج دی ابو حفص نے جب یہ سنا کہ عیسائی فوج مردنیش کی فوج میں شریک ہو چکی ہے اپنے قصد کو ملتوی کیا اور المیرہ کی طرف واپس ہوا اور چند روز کو محاصرہ کو بعد بوجہ قلت مال و فوج ناکام ہو گیا۔ ابو عبد اللہ محمد ابن مردنیش ایک مشہور سپاہی سعد نامی کا بیٹا تھا بچپن ہی سے اس کو فن سپہ گری کا بدرجہ غایت شوق تھا اس کا باپ سعد ہر فرجہ کا حاکم

تہا اور اس ہی کی محنت و جرات سے عربوں کو محاربہ فرما دیا۔ فتح عظیم انیسبہ بنی
 تہی ابن عیاض بادشاہ مرسیہ نے جو ابن مردنیش کو بہت دوست کہتا
 تھا اپنا داماد بنا کر بلنسیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ ابن عیاض کے انتقال کے بعد ابن
 مردنیش مرسیہ اور حیان اور حییہ وغیرہ پر قابض ہو گیا۔ چونکہ یہ خود اندلس کی
 فرمان دہی کا شایق تھا لہذا الموحدین کی ترقی کا مانع ہوا۔ ۳۳۵ھ میں ابو حفص
 اور ابوسعید المومن کے بیٹوں نے المیرہ کا محاصرہ کیا۔ ابن مردنیش اس
 وقت کو غنیمت اور ان لوگوں کو عیسائیوں کے ساتھ جنگ میں مشغول پا کر پشت پر
 سے دفعتاً حملہ آور ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ تمام دنیا اس کی اس حرکت پر
 لعن طعن کرتی ہے شرم و حیا اس کی دامنگیر ہوئی اور یہ فوراً میدان جنگ سے ہٹ
 آیا اور ہر عیسائیوں کو مردنیش کی اس حرکت بجا سے دم لینے کا موقع ملا اور اس کو
 اپنا معاون سمجھے۔ مگر جب انہوں نے اس کو میدان سے ہٹتے دیکھا تو یہ خوف ان کے
 دلوں میں پیدا ہوا کہ کہیں اور فوج الموحدین کی مدد کے لیے نہ آتی ہو جس کے ڈر
 سے ابن مردنیش واپس ہو رہا ہے۔ اس خیالی خوف نے اس قدر عیسائیوں کو
 پریشان کیا کہ بالآخر انہوں نے المیرہ کو ابو حفص و ابوسعید کے حوالہ کر دیا۔

۳۳۵ھ اس جنگ کا ذکر پہلے آچکا ہے جس میں ادونش ابن مردیر قتل ہوا تھا۔

۵۵۷ء مطابق ۱۱۶۰ھ میں جب عبدالمومن ابن علی نے تمام
 مغرب الاقصیٰ کو فتح کر لیا اور شہر مہدیہ جس کو اہل جزیرہ صیقلیہ نے ۵۲۷ء مطابق
 ۱۱۳۷ء میں فتح کیا تھا مع دیگر بندر گاہوں کے اپنے قبضہ میں لانے کے بعد
 سید ہافاس چلا آیا اور یہاں چند روز ٹھہرا اور اس نے سوطا میں فوج کو ترتیب
 دی اور جہازوں کے ذریعہ سے جبل الطارق پر اپنی فوج کو اتارا اس مشہور
 پہاڑ پر ایک قلعہ جس کا نقشہ اس نے خود تیار کیا تھا بنانے کا حکم دیا اور اس مقام
 کا نام جبل الفتح رکھا اور قلعہ کو بحمدیہ الکبریٰ موسوم کیا۔ تعمیر کا کام مشہور معمار اور ریاضی
 دان حاجی یعیش کے سپرد کیا اس نامی معمار نے علاوہ بہت سی نادر کلون کے
 ایک پہاڑ پر پانی چڑھانے کی ہوا کی کل بھی تیار کی تھی جس کے ذریعہ سے قلعہ کو
 پانی بآسانی پہنچ جاتا تھا عبدالمومن نے اپنے بیٹے ابوسعید حاکم غرناطہ کو
 نگران کار مقرر کیا اور بعد ضروری انتظام ملک اندلس خود افریقیہ واپس چلا آیا۔
 واقعہ مذکور کے ایک سال بعد ۵۷۷ھ میں ابوسعید حاکم غرناطہ کو افریقیہ میں اپنے
 باپ کے ساتھ بغاوت فرو کرنے میں مصروف پاکر ابراہیم ابن ہمشک نے
 دام تزویر ایسا پہلایا کہ بلاشت و خون غرناطہ پر قبضہ کر لیا جس وقت اس حادثہ کی
 خبر مرکش پہنچی ابوسعید فوراً مع اپنے بھائی ابو محمد ابو حفص کے مع فوج

شہر کے سامنے نمودار ہوا ابن ہمشک نے بلا خوف و خطر بائیں نکل کر صف آرائی کی نہایت سخت لڑائی کے بعد ابو حفص قتل ہوا اور ابو سعید نہایت غرورہ اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ مالقہ بہاگ آیا اور یہاں سے اپنے باپ المومن کو ان واقعات کی اطلاع دی المومن ۳۵۰۰ بہمن اپنے دوسرے بیٹے ابو یعقوب کو اپنے نامی فوجی افسر شیخ ابو یوسف ابن سلیمان کے ہمراہ مدد کے لیے بھیجا ابو سعید نے بھی اس ہی اشارہ میں بہت کچھ فوج فراہم کر لی تھی یہہ دونوں فوجیں غرناطہ کے قریب مقام دلیہ رخمیہ زن ہوئیں ابن ہمشک نے اس طوفان عظیم کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنے داماد ابن مردنیش کو اپنی مدد کے لیے بلایا ابن مردنیش جہاں تک جلد ممکن تھا فوج و سامان کے ساتھ غرناطہ روانہ ہوا اور شہر کے قریب ایک بلند مقام پر جواب تک اس کے نام سے مشہور ہے فوج کو اوتارا شہر کے قریب ایک دوسری جنگ واقع ہوئی اس جنگ میں الموحدین کامیاب ہوئے اور ابن مردنیش شکست کھا کر جیان کی طرف بہاگ گیا اس واقعہ کے چند روز بعد سسر اور داماد میں جنگی اس وجہ شروع ہوئی کہ ابن مردنیش نے اپنی بی بی یعنی ابن ہمشک کی بیٹی کو طلاق دیدی ابن ہمشک الموحدین کا طرفدار ہو کر ابن مردنیش

کی تباہی کا درپے ہوا۔

عبدالمومن جمعیت تین لاکھ فوج ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۶۳ء عین
اندلس میں داخل ہوا۔ یہاں پر ایک لاکھ اسی ہزار آدمی برضا و رغبت خود ہجرت
کی نیت سے اس کی فوج میں شریک ہوئے لیکن عبدالمومن کا چھانہ عمر لبریز
ہو چکا تھا قبل اس کے کہ یہ اپنے ارادے کو پورا کرے ماہ جمادی الثانی ۵۵۰ھ
بروز جمعہ انتقال کر گیا اس کے بعد ابو یعقوب یوسف تخت نشین ہوا اور بعد
انتظام مملکت ۵۵۱ھ مطابق ۱۱۶۴ء عین دس ہزار فوج کے ساتھ اندلس
میں داخل ہوا اور اشبیلیہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا اس امیر کے یہاں پہنچنے
کے قبل ایک عیسائی ابن سوارنگٹ نے اندلس کے مغربی حصے کی
جانب شرفساد برپا کر رکھا تھا اس حاکم قمریہ نے الموحدین اور المرابطین
کی خانہ جنگیوں کو غنیمت جان کر ۵۵۲ھ میں حجبہ پر قبضہ کر لیا اور ماہ جمادی الثانی
۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۳ء عین مرقالہ اور ماہ ذیقعدہ سنۃ الیہ میں یا بورہ اور
۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۴ء عین قاصرش اور ماہ جمادی الاول سنۃ صد رمین منت

۵۶۱ یعنی الفانزوازیکیز جو بقول ابن ضاحب الصلۃ قلیہ کا جس کو اب کویمبر کہتے ہیں حاکم تھا۔ ۵۶۲ کسلو انگریزی میں

کہتے ہیں۔ ۵۶۳ انگریزی میں ابو رکبتے ہیں۔ ۵۶۴ کانیز کہتے ہیں۔ ۵۶۵ مانٹانجیز کہتے ہیں۔

اور شہنشاہ اور جلالاً نیہ کو یکے بعد دیگرے فتح کیا۔ مگر جب اس عیسائی نے یوسف کے اشیئیلہ آئیکلی خبر سنی تو وہ قلعہ بند ہو گیا اور ہر ابن مردنیش حاکم مرسیہ پر یوسف کا کچھ ایسا رعب چھایا کہ اس نے عرصہ قلیل میں حکومت دنیا سے دست بردار ہو کر ملک جاودانی کی راہ لی اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں اور رشتہ داروں نے اشیئیلہ آکر اپنے تمام ملک کو یوسف کے نذر کر دیا یوسف بھی ابن مردنیش کے بیٹوں کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آیا اور اپنے بیٹوں کا نکاح ان سے کر دیا ان امور کے تصفیہ کے بعد یوسف عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا اور جن شہروں پر کہ یہ لوگ قابض ہو گئے تھے ان کو فتح کر دیا اور عیسائیوں کو متواتر شکستیں دیتا ہوا اطلیلہ طلعہ کا محاصرہ کر لیا مگر بعد چندے ناکام نامراد و افسر تھے اور چلا گیا ششہ مطابق ۱۱۰۰ عین یوسف ابو یعقوب نے اندلس کے مغربی حصہ پر فوج کشی کی اور شہر شنیتین کا محاصرہ کیا لیکن ایک ہی مہینے کے بعد یہ ایک ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ اسی شہر کے سامنے سنہ مذکور میں اس کا انتقال ہو گیا اس کی فوج لاش کو شہر اشیئیلہ لے آئی۔

۱۱۰۰ اس کو انگریزی میں سنٹا ائیرین کہتے ہیں۔ ۱۱۰۱ جرینا کہتے ہیں۔ ۱۱۰۲ ابن زرع مصنف قرطاس کو المرقی سے اختلاف ہے ابن زرع کا بیان ہے کہ یوسف ابو یعقوب شنیتین سے واپسی کو وقت نہر تاجہ دریا میں ٹکی کے کنارہ پر فوت ہوا تھا۔ قرطاس کو یہ الفاظ ہیں "وكانت فاته بهنرا صفي قول لمن غره شنيتين على نهرا تاجه شنيتين کو انگریزی میں سنڈرم کہتے ہیں۔

ابو یعقوب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ابو یوسف المنصور بالله
 اپنے تخت موروثی پر بیٹا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں وہ نام حاصل کیا جو
 اس کے قبل اس کے خاندان میں کسی کو نصیب نہ ہوا تھا ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۹۰ء
 میں اس نے اندلس کے مغربی حصے کو عیسائیوں کے شر و فساد سے پاک کیا
 اور اشبیلیہ ہوتا ہوا مراکش چلا گیا۔ مگر اس کو واپس ہوئے ایک سال ہی
 نہ گزرا تھا کہ ۵۸۶ھ میں اطلاع ہوئی کہ عیسائیوں نے اوسے حصہ ملک میں جس کو
 اس نے اپنی دانست میں ان کے حملوں سے محفوظ رکھا تھا شہر شلب پر
 قبضہ کر لیا ہے المنصور نے فوراً اندلس آکر اس شہر کو عیسائیوں کے ظلم و
 ستم سے نجات دی اور عیسائیوں کی تنبیہ کی غرض سے فوج کو ان کے قلعہ
 میں روانہ کیا اور فوج نشانی بادشاہ طلیطلہ نے بخیاں حفاظت خود صلح کی دست
 کی۔ اس شرط پر صلح ہوئی کہ پانچ سال تک فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے
 کے ملک پر حملہ نہ کرے گا یہ بھی ایک دفعہ الوقتی تھی اس لئے کہ پانچ سال کے
 بعد جب عیسائیوں نے اپنے میں عربوں کے مقابلے کی قوت پائی تو سہل و دشوار
 سلسلہ قائم کر دیا المنصور کو جب انکی شورش کی خبر پہنچی تو یہ ۵۹۱ھ مطابق ۱۱۹۵ء

لے اس کو شکوہ کرتے ہیں اور صوبہ الغرب میں واقع ہے۔

مین اندلس داخل اور عیسائیوں کی طرف روانہ ہوا اور فونش مع ان عیسائی
 حاکمون کے جو اس کی مدد کے لئے آئے تھے بمقام الارک حد بطلیموس
 میں مقیم تھا۔ یہاں دونوں فوجیں باہم مقابل ہوئیں المنصور عیسائیوں کی
 عادت سے بخوبی واقف اور جانتا تھا کہ سب سے پہلے یہ لوگ میری قیامگاہ پر
 حملہ آور ہوں گے اس لئے شیخ یحییٰ ابن ابی حفص کو اپنے خیمہ میں قیام کا حکم
 دیا اور خود اس امیر کے خیمے میں چلا آیا۔ بتاریخ ۹ شعبان ۱۱۸۵ھ بروز پنجشنبہ عیسائیوں
 نے جیسا کہ المنصور کا خیال تھا اس طرف تمام فوج سے حملہ کیا جہاں بادشاہ کا
 علم ہوا مین لہرا رہا تھا اور ہر سے المنصور اپنی خاص فوج کے ساتھ ان عیسائیوں پر
 اگر اور دیر تک جنگ شدید ہوتی رہی بالآخر مسلمانوں کو فتح نمایاں حاصل ہوئی اور
 عیسائی ایک لاکھ پچاس ہزار میدان جنگ میں مردہ اور تیس ہزار کو بند قید میں چھوڑ کر
 جس طرف منہ ہاڑھا ہاگ نکلے اس فتح غیر مترقبہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار خیمے
 اور اسی ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ خچر اور چار لاکھ بار برداری کے گدھے اور ساٹھ
 ہزار مختلف وضع کے زرہ بکتر اور بہت کچھ زرہ و اہر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس مالِ شہت
 کو المنصور نے اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔

اور فونش ثانی اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ قلعہ رباح میں پناہ گزین ہوا

لیکن المنصور نے اس کو دوبارہ فوج کے فراہم کرنے کا موقع نہ دیا اور تعاقب
کنان قلعہ کو گھیر لیا اور چند روز کے محاصرے کے بعد قلعہ پر قابض ہو گیا۔
ادفونش یہاں سے بہاگ کر نہایت اتر حالات میں طلیہ طلعہ آیا اور اس شدید
شکست کے غم و غصہ میں سر اور ڈاڑھی کو منڈا کر حلیب کو اوٹھایا اور قسم کھائی
کہ جب تک ان ہزاروں مقتولوں کا انتقام نہ لے لوں گا عیش و آرام مجھ پر ام ہے
اور ہر المنصور کو جب معلوم ہوا کہ یہ چالاک عیسائی دام سے نکل بہاگ تو یہ بھی
بلا توقف اس کے پیچھے روانہ ہوا اور طلیہ طلعہ کے قریب ادفونش کو دوبارہ
شکست دیکر شہر کو محصور کر لیا اور بذریعہ الرعدات عیسائیوں کو اس قدر پریشان
کیا کہ قریب تھا کہ یہ شہر شہر بھی اس کے ہاتھ آجائے مگر عین وقت پر اس کی
مان مع اس کی بیوی اور بچوں کے سر برہنہ روتی ہوئی المنصور کے سامنے
آئی اور اس قدر آہ و زاری سے اپنے بیٹے کی معافی کی خواست گمارہی کہ
امیر کے دل میں رحم کا دریا جوش زن ہوا اور جس نے میدان جنگ میں خون
کے دریا بہا دیے تھے عورتوں کی آہ و زاری کو نہ دیکھ سکا اور ان کی نہایت

لے قلعہ شکن آلات کو عرب الرعدات کہتے تھے۔ بلا ہر معلوم ہوتا ہے کہ ان آلات سے مثل توپ کے

آواز پیدا ہوتی تھی۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس ہی نام سے توپوں کو موسوم کیا ہے۔

دارات کی اور المنصور نے اس کو چالیس اشعار کے قصیدے کے صلہ میں چالیس ہزار درہم سرخ دیکریہ کہا تھا کہ یہ مین تھجو اس لیے نہیں دیتا کہ تو صلاح الید کا سفیر ہے بلکہ یہ تیری لیاقت و کمال کا ایک ادنیٰ صلہ ہے۔

المنصور کے بعد اس کا بیٹا ابو عبد اللہ محمد الناصر بن اللہ تخت حکومت پر متمکن اور ^{۱۲۱۲} ۱۲۱۲ء مطابق ۱۲۱۲ء میں چہ لاکھ فوج کے ساتھ بغرض جہاد اندلس میں وارد ہوا لیکن اس کو اپنی لیاقت اور کثیر التعداد فوج پر اس قدر غرور تھا کہ اس نے معمولی سے معمولی احتیاط کو بھی ترک اور تجربہ کار اہل اندلس کی راعی اور مشورے پر بالکل التفات نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ العقاب میں عربوں کو ایسی شکست فاش ملی کہ چہ لاکھ مسلمانوں میں سے صرف چند ہزار زندہ اور سلامت بچے۔ اس شکست عظیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ افریقیہ کے قصبے کے قصبے او جڑ گئے اور پہر ایک زمانہ دراز تک فوج فراہم نہ ہو سکی اندلس کی حفاظت میں بڑی دقتیں واقع ہوئے لیکن اور عیسائیوں کو پورا موقع اپنے ارادوں کے چل کرنے کا ملا الغرض شکست مذکور کے بعد اندلس پہر نہ سنبھلا اور بتدریج عیسائیوں کے قبضہ تصرف میں آگیا اور افریقیہ میں دولت الموحدین

لہ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان چہ لاکھ آدمیوں میں صرف ایک ہزار زندہ بچے تھے۔ دیکھو المرقی مصنفہ کیا کو جلد دوم کتابت ۳۱۲

کے اختتام کے آثار نظر آنے لگے۔

الناصر نے بمقام مراکش ماہ شعبان ۶۱۶ھ مطابق ۱۲۱۹ء میں انتقال کیا اور اس کا بیٹا ابو یعقوب المستنصر تخت نشین ہوا۔ یہہ ایسا کم ہمت اور عیش پرست تھا کہ اس نے اپنی بگڑتی ہوئی سلطنت کے سنبھالنے کی بالکل کوشش نہ کی اور جلوس کے چوتھے سال مراکش میں بتاریخ ۱۲ ارذی الحجہ ۶۲۳ھ مطابق ۱۲۲۳ء میں لاوڑ مر گیا اس کے بعد اس کے باپ کا چچا عبدالواحد ابن یوسف ابن عبدالمومن تخت نشین ہوا مگر اس سے بھی ریاست سنبھل نہ سکی اس کے ایک عزیز العادل ابن المنصور حاکم مرسیہ سلطنت کا دعویٰ کیا اور جو حصہ اندلس کا کہ اس کے سپرد تھا اس کو دوبار بیٹھا اس بغاوت نے افریقیہ کی رعایا کو عبدالواحد کی طرز حکومت سے ایسا بڈل کیا کہ بتاریخ ۶۲۱ شعبان ۶۲۳ھ مطابق ۱۲۲۳ء اہل مراکش نے اس کو مار ڈالا۔ یہہ سنتے ہی العادل کے دل میں حکومت اندلس کی ہوس پیدا ہوئی مگر پہلی ہی جنگ میں عیسائیوں نے اس کو ایسی شکست دی کہ یہہ اپنے بہائی ابو الاعلیٰ ادریس کو اشبیلیہ میں چھوڑ کے افریقیہ بہاگ آ یا یہاں ہی نحوست وادبار نے اس کا چچا نہ چھوڑا۔ چچی ابن الناصر کے ساتھیوں نے

اس کو گرفتار کر کے یحییٰ کو تخت پر بٹا دیا۔ ان واقعات کی اطلاع جب
 ادریس کو پہونچی تو وہ باداد اہل اندلس اشبیلیہ پر قابض ہو گیا۔ اس اثنا
 میں ایک عرب امیر محمد ابن یوسف ابن ہود الخداحی نے بغاوت کے
 جھنڈے کو بلند کیا ادریس۔ ابن ہود کی تاب مقاومت نہ لاسکا اور افریقہ
 چلا آیا۔ یہاں ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۵ء میں بعد قتل یحییٰ۔ افریقہ پر مسلط ہو گیا
 ادریس نے ۳۳۴ھ مطابق ۹۴۶ء میں انتقال کیا اور اس کا بھائی السعید
 ادریس ثانی حکمران ہوا جو ۳۳۵ھ میں تلمسان کے قریب جنگ میں مارا گیا
 اس کے بعد عمر ابن ابراہیم ابن عبد المومن المرتضیٰ بالله تخت نشین ہوا
 اور بعد حکومت چند سالہ کے ۳۶۵ھ مطابق ۹۶۶ء میں الواثق کے ہاتھ سے
 قتل ہوا۔ اس واقعہ کے تین سال بعد ۳۶۹ھ مطابق ۹۷۰ء میں بعد قتل الواثق
 بنی مرین کی حکومت افریقہ میں قائم ہوئی۔

الغرض جس وقت محمد ابن یوسف ابن ہود الخداحی نے ادریس
 المامون کو اندلس سے خارج کر دیا اور افریقہ میں بنی مرین بدیع ملک پر
 قابض ہونے لگے تو اب اہل اندلس کو اپنی حفاظت کی فکر پیدا ہوئی اور قصد کیا کہ

لہذا اس نے المامون کا لقب اختیار کیا تھا۔

ہم غیروں کی ماتحتی سے نجات حاصل اور اپنے ہم وطنوں میں سے ایسے کو منتخب کریں جو سچا خیر خواہ ملک اور قوم کا ہو اور اس ملک کو بیرونی حملوں اور اندرونی خلیجیوں سے محفوظ رکھ سکے ورنہ اگر یہی لیل و نہار رہا تو چند روز میں عیسائی حاکم اور ہم محکوم ہو جائیں گے۔ اوس وقت سوائے الجذامی کے اور کوئی شخص بلحاظ قوت و ثروت نظر نہیں آتا تھا محمد ابن یوسف المستعین ابن ہود شاہ سمرقند کے چوتھے بادشاہ کی نسل سے اور بنی ہود کا کن عظم تھا اس کے مختصر حالات یہ ہیں کہ جب الموحدین کی حکومت میں آثار تنزل اور انحطاط کے آشکارا ہونے لگے تو منجھدیکر خود غرض اشخاص کے اس نے بھی موقع پا کر بخوبی اور فقیروں کے اقوال سے یہہ استنباط کیا کہ بشر کی کیا مجال کہ بخلاف مشیت ایزدی الموحدین کی سلطنت کو جو اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکی ہے قائم رکھ سکے ایسی حالت میں اہل اندلس کو صبر و شکر کے ساتھ جس کسی کو خدائی تعالیٰ اپنے رسول پاک کا خلیفہ مقرر کرے اوس کی اطاعت و فرمان برداری بلا عذر منظور کر لینا چاہیے۔ بعض کاہنوں نے یہاں تک حکم لگایا کہ جس شخص کو منجانب اللہ یہہ رتبہ حاصل ہونے والا ہے اوس کا نام محمد ابن یوسف ہوگا ابن ہود اسی قسم کی خبروں کی شہرت دینے میں مصروف تھا کہ ایک روز ایک اجنبی آدمی اس کے

پاس آیا اور کہا کہ بفضلہ تو اس ملک کا بادشاہ ہونے والا ہے فوراً جا کر القشتی سے ملاقات کرو اور اس کی راعی پر کار بند ہو۔ القشتی قزاقوں کا سردار تھا اور ممکن نہ ہو کہ یہی بانی اس تحریک کا ہوا ہو اس لئے کہ جب ابن ہود اس قزاق سے ملا تو اس نے فوراً مع اپنے ساتھیوں کے اس کو اپنا سردار بنا لیا الجذامی چونکہ ایک خاندانی امیر تھا اس نے قلیل عرصہ میں معقول تعداد فوج و سہرا ہم کر لی اور بمقام الصغیرہ اپنے کو ریاست مرسیہ کا حقدار ثابت کرنے کی کوشش کی ابو العباس حاکم مرسیہ کو جب اس بغاوت کی خبر پہونچی یہ بذات خود ابن ہود پر حملہ آور ہوا مگر آخر کار ناکام اور ہزیمت خوردہ مرسیہ بہاگ آیا ابن ہود نے اول ہی رعایا کو ہموار کر لیا تھا اہل شہر نے ابو العباس کو فوج کے درست کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور ایک ہی یورش میں اس کو مع تمام ہوا خواہان خاندان الموحدین شہر بدر کر دیا ابن ہود نہایت تنگ و احتشام سے ۳۲ھ میں داخل شہر ہوا۔ بعض شہروں نے بلا عذر اس کی حکومت قبول کر لی اور بعض مثل غرناطہ اور مالقا و المیر یہ بزور شمشیر اس کے دائرہ حکومت میں شریک کیے

۳۲ھ ابن الخطیب نے ابن ہود کی سوانح عمری میں اس مقام کا نام الصغیر اب بتایا ہے۔ اس شہر کا اب یہ نہیں ملتا مگر تاریخ سے اتنا ثابت ہے کہ یہ شہر مرسیہ کے قریب واقع تھا۔

کیے بخومیون وغیرہ نے اول ہی عوام الناس کے دلون میں وہم اور خوف کو
 پیدا کر دیا تھا اس غیر معمولی کامیابی سے امیر و غریب سب ایسے مرعوب ہوئے
 کہ ۶۲۶ء مطابق ۲۲۹ھ یعنی ایک ہی سال میں قرطبہ اور حیان و دیگر
 مشہور شہر بلا کشت و خون اس کے قبضہ میں آ گئے بائیں ہمہ
 بعض عرب امراء بدستور منی لغت پر آمادہ اور عوام الناس کو بغاوت کی ترغیب دیتے
 رہے گو ان معدود و چند امر اکا تصفیہ دشوار امر نہ تھا مگر بخیاں عام بددلی یہ فوج کشی سے
 باز رہا اور عامہ خلایق کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ایک عرضیہ خلیفہ
 وقت کی خدمت میں بغداد میں استدعا ارسال کیا کہ یہ ملک میں نے
 بتائید ابھی امیر المومنین کے نام سے فتح کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ امیر المومنین
 مجھ کو اپنی جانب سے اندلس کا والی مقرر کریں۔ ۳۳۳ء مطابق ۳۳۳ھ میں
 خلیفہ نے بذریعہ فرمان اس کے حسب استدعا اندلس کا انتظام اس کے
 سپرد کیا ابن ہود اس وقت غرناطہ میں مقیم تھا فرمان کے آتے ہی اس نے
 حکم دیا کہ فرمان جامع مسجد میں پڑھا جائے۔ یہ خود ہی مسجد میں بنی عباسیہ کا لباس پہنے
 اور اس خاندان کا سیاہ علم اپنے سیدھے ہاتھ میں لیے موجود تھا ابن ہود نے
 فرمان سننے کے بعد تمام مسلمانوں کو مبارکباد دی کہ خلیفہ نے ہماری درخواست کو

منظور فرما کر ہماری سرپرستی قبول کی ہے۔ اتفاقاً وہ زمانہ قحط کا تھا اور اس قدر
تکلیف تھی کہ عامہ خلایق نے ہمارا استغاثہ کیا تھی۔ اس اعلان کے بعد ہی
ایک دفعہ ابرسیاہ نمودار ہوا اور اس قدر پانی برساکہ تمام زمین سیراب اور
رعایا کی پریشانی دفع ہو گئی مگر باوجود اس ہوشیاری اور دوراندیشی کے آتش
خانہ جنگی فرو نہ ہوئی اور مثل ابن الاحمر اور ابو جمیل زیان ابن مردنیش امراء
جلیل القدر نے بنیاد بغاوت کو قائم رکھا عیسائیوں نے عربوں کو ایک دوسرے
کے استیصال میں مشغول پاکر جن مقامات کو کمزور پایا اپنا قبضہ کر لیا۔ اس مختصر
کامیابی نے ان کو اس قدر دلینایا کہ ۶۲۷ء مطابق ۶۲۹ء عین عیسائی شہر
مصر مدینہ پر جو خلافت اندلس کے زمانہ میں بعد قسطنطین کے سچا جاتا تھا قابض ہو گئے
اہل مدینہ نے عیسائیوں کو آمادہ بہ فساد دیکھ کر ابن ہود کو اطلاع کی ابن ہود
فوراً مع فوج مدینہ آیا اور اد فونس نہم بادشاہ لئون پر شہر کے قریب باہر اہل یورش
کر بیٹھا۔ اس جنگ میں عیسائی فتح پاتے تھے اور ابن ہود بعد شکست میدان جنگ سے ہٹ گیا
جن ایام میں کہ اہل اندلس الموحدین کی مخالفت میں مصروف تھے ایک کن
اس خاندان کا محمد ابن علی ابن موسیٰ خزیمہ طور قدیم ۶۳۷ء مطابق ۶۳۹ء

لے یہ یلیارک کا ایک جزیرہ ہے۔ عرب اس کو مارقہ بھی کہتے ہیں۔

سے حکم ان تھا اس نے جزیرہ الیوزہ سے چند کشتیوں پر جو بنیہ ننگوایا تھا۔ عیسائی
 حاکم طرطوسہ نے مطلع ہو کر اپنے جنگی جہازوں کے ذریعہ سے ان کشتیوں کو
 گرفتار کر لیا۔ اس امیر کو عیسائیوں کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری اور جب وہ
 ۶۲۳ھ ذی الحجہ ۲۲۴ھ مطابق ۱۲۲۴ء میں سنا کہ ایک جہاز برشلونہ اور ایک
 طرطوسہ سے انہی عیسائیوں کا جزیرہ الیوزہ کے سامنے نمودار ہوا ہے
 اس نے فوراً اپنے جنگی جہاز بھیجا کہ ان دونوں پر قبضہ کر لیا اور اس کو اپنے
 زعم ناقص میں بڑی کامیابی تصور کی اور اپنی تین خلیفہ وقت کا ہمسرہ سمجھنے لگا اگر
 اس غور کے ساتھ یہ اپنی رعایا کو اپنی طرز حکومت سے خوش رکھتا اور اس کی دجوئی
 کرتا رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا۔ برعکس اس کے نہایت ظلم و زیادتی سے عامہ
 خلائق کے ساتھ پیش آنے لگا اور بلا تصور اپنے مامون ابو حفص ابن شیری
 کے دو بچوں کو قتل کر ڈالا ابن شیریں یہاں کا ایک معزز اور با وقعت امیر تھا
 سب باتفاق اس کی مجبوزانہ حرکات سے ناخوش ہو کر اس کی معزولی کے درپے
 ہوئے اس واقعہ کے چند روز بعد ۶۲۶ھ مطابق ۱۲۲۵ء میں عیسائی بادشاہ برشلونہ
 نے ایک سو پچاس جنگی جہاز مع ساٹھ ہزار فوج کے میو ر قہ روانہ کیے اور باوجودیکہ
 ابن موسیٰ کو اس فوج مخالف کے آنے کی پوری اطلاع تھی تاہم اس نے جابر

برتاو میں کمی نہیں کی اور آغاز جنگ کے قبل پچاس سربراہ اور دہ امرا کو گرفتار کیا
 اور ان بے گناہوں کے قتل کا حکم دیا ہنوز اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تھی کہ کئی سوار
 نے یکے بعد دیگرے آکر اس کو خبر کی کہ غنیمت اکیسویں سال جنگی جہاز لیے جزیرہ کے
 قریب پہنچ گیا ہے۔ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی اس نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا
 اور حکم دیا کہ عیسائیوں کو جزیرہ پر قدم رکھنے مبینہ گمراہی بخشہ اشوال ۲۲۷ء میں
 ابن موسیٰ کی فوج نہایت پاکر لب دریا سے ہٹ آئی اور عیسائی داخل جزیرہ
 ہوئے ابو حفص ابن شیرمی مع امرا جزیرہ کے وسط کی جانب چلا آیا۔
 عیسائیوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور باب الکھل کی طرف سے متواتر پوچھنے
 شروع کر دیں عربوں نے ابن موسیٰ کے بچانے کی نیت سے نہیں بلکہ عیسائیوں
 ظلم سے اپنے عیال و اطفال کو محفوظ رکھنے کی غرض سے نہایت ہمت اور جرات
 سے اس فوج کثیر کا مقابلہ کیا اور ایک زمانہ دراز تک جواب ترکی تیر کی دیتے رہے
 بتاریخ ۱۱ صفر ۲۲۷ء مطابق ۲۳۷ء بروز جمعہ عیسائیوں نے شہر کے چاروں طرف
 سخت حملہ کیا جس کی یہ ٹہی ہیر عرب تاب نہ لاسکے اور عیسائی شہر پر قابض ہو گئے
 ابن موسیٰ کو بھی فوراً اس دارالبحر امین بداعمالی کی پاداش مل گئی یعنی عیسائیوں نے

لے بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ عرب اس جنگ میں کام لے۔ المقری۔

اس کو گرفتار کیا اور سخت عذاب میں مبتلا رکھا۔ یہ پینتالیس روز کی شدید تکلیف جسمانی اور روحانی کے بعد مردم آزاری کا بار اپنی گردن پر لئے رہی ملک عدم ہوا۔ اس جنگ کے بعد عیسائی ابو حفص ابن شیرمی کی طرف متوجہ ہوئے ^{حفص} ابو حفص نے سولہ ہزار فوج کے ساتھ جزیرہ کے وسط میں سپارٹون کی قدرتی مستحکم دیوار کے اندر پناہ لی تھی اس نے نہایت جرأت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا لیکن بتاریخ ۱۰ ربيع الثانی ۱۲۳۰ء میں یہ مارا گیا اور فوج نے مایوس ہو کر ہتھیار رکھ دیئے ابو حفص کے بعد اب کوئی مد مقابل عیسائیوں کا باقی نہیں رہا تھا لہذا قلیل عرصہ میں انہوں نے تمام جزیرہ کو آسانی فتح کر لیا۔ بعدہ عیسائیوں نے جزیرہ منوقر کی فتح کا ارادہ کیا۔ اس جزیرہ میں منجانب ابن موسیٰ ایک نہایت رحیم و ہر دل عزیز امیر شیخ ابو عثمان سعید ابن حکم القریشی حکمران تھا اور باوجود ایک شجاع اور نبرد پیشہ سپاہی تھا لیکن عیسائیوں کو بمقابلہ اپنے کہیں زیادہ بات و یکہم کہ اپنی عزیز رعایا کی بربادی قبول نہ کی اور بغرض دفع الوقتی اس شرط پر خراج دینے پر راضی ہو گیا کہ یہ لوگ اس کے جزیرہ میں قدم نہ رکھیں۔

اب اندلس کا حال سنو کہ جب اس کے مضافات میں حکومت کا رد و بدل ہو رہا تھا تو یہ بد قسمت ملک بھی اپنے خود غرض بادشاہوں کی بدولت معد

انقلابات عظیم کا بن گیا تھا جدھر دیکھو سوائے جنگ و جدال اور کشت و خون کے
 کچھ نظر نہ آتا تھا جسوقت ابو احمد قاضی القضاۃ بلنسیہ نے یوسف ابن شہین
 کو اندلس کی حکومت کی ترغیب دی تھی القادر ابن ذی النون نے شہر
 بلنسیہ کو محصور کر لیا تھا ابو احمد نے ایک روز حالت بخیر ہی میں ابن ذی النون
 پر حملہ کیا اس حملہ میں القادر کو شکست ہی نہیں ملی بلکہ یہ گم قار اور قتل ہوا قاضی
 صاحب یا تو ابن تاشفین کی جانب سے لڑ رہے تھے یا اب اس کامیابی
 کے بعد ان کو حکومت و خود مختاری کا ایسا چسکہ لگا کہ انہوں نے اپنے وعدہ
 اور حلف ناموں کو بالائی طاق رکھا اور غدیہان کی بادشاہت کے خواہان ہوئے
 رفتہ رفتہ المرابطین جو محض یوسف کی وجہ سے ان کا ساتھ دے رہے
 تھے ان کے اصل ارادے سے واقف ہو کر کن رہ کش ہو گئے اور قاضی کو
 یکہ و تنہا اس کے دشمنوں کے سامنے چھوڑ دیا ابو احمد اپنی یہ حالت دیکھ کر بہت
 ڈرا اور نہایت غمزہ و انحراف سے یوسف کو اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہا یوسف نے
 فوج بھیجنے کا وعدہ کیا لیکن قاضی انتظار ہی میں رہا اور فوج نہ آئی
 ان واقعات کی اطلاع جب قاضی کے دشمن جانی یوسف ابن احمد

لے یہ وہی بادشاہ ہے جس کو ادونش نے شکست دیکر طیلطہ پر تہذ کر لیا تھا۔

ابن ہود بادشاہ قسطنطنیہ کو پہنچی تو اس نے ایک عیسائی بادشاہ لذریق نامی کو جو نہایت ظالم مشہور تھا بلنسیہ کی حکومت کا سبباغ دکھا کر جنگ پر آمادہ کیا۔
 لکھنے کی دیر تھی کہ اس عیسائی نے فوراً اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس کو آسانی فتح اور قاضی کو گرفتار کر لیا پھر اس سے اتفاقاً ابن ذمی النون کی اندوختہ دولت کا پتہ پوچھا قاضی نے بہت کچھ کہیں کہیں لیکن اس عیسائی نے کہا کہ بغیر مال بتائے تمہارا زندہ بچنا دشوار ہے بالآخر اس نے تمام مال و متاع ابوالمحمود سے وصول کیا اور پھر اس کو زندہ جلا کر شہر بلنسیہ کو بھی قریب قریب نیست نابود کر دیا۔
 ۵۸۵ء مطابق ۵۸۵ء میں قسطنطنیہ نے میں مہینے کے محاصرے کے بعد بلنسیہ کو فتح کیا اور جو حصہ غارتگری سے محفوظ رہا تھا اس کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ واقعہ مذکور کے کئی سال بعد ۵۹۵ء مطابق ۵۹۵ء میں یوسف ابن تاشفین نے اس شہر پر قبضہ کیا اور اس زمانے سے چھٹی صدی اسلامی تک المرابطین اس پر قابض رہے۔ صدی مذکور میں مروان ابن عبد العزیز

۱۔ اس کو انگریزی میں کیپٹل کہتے ہیں ابن ابی ہریرہ لکھتا ہے کہ اس عیسائی نے اسی زمانہ انطاکیہ الملوکی میں شاطیہ وغیرہ مقامات پر قبضہ کر لیا اور اپنے کو بلنسیہ کا حقدار سمجھتا تھا پس جب لذریق کی یورش کی اس نے خبر سنی اس کو یہ حرکت لذریق کی بہت ناگوار ہوئی امر یہ فوراً قسطنطنیہ کے محاصرے سے دست بردار ہو کر بلنسیہ آیا۔

نے بلنسیہ کو فتح کیا اور ۳۵۹ھ مطابق ۹۷۳ء تک حکمران رہا اسی سن میں ابن
 زیاد حاکم ممالک شرقیہ اندلس اس شہر پر قابض ہوا اور مروان نہایت پاکر المیہ یہ
 بہاگ آیا اس کے بعد ابو عبد اللہ ابن مردنیش جو بعد ابن زیاد مرسیہ کے
 تخت پر بیٹھا تھا اس شہر کو اپنے دائرہ حکومت میں لایا اور عبد المومن کے
 عروج تک یہ شہر اسی کے قبضہ میں رہا جب الموحیدین کی حکومت ملک
 اندلس میں قائم ہوئی تو اسی خاندان کے افسر یکے بعد دیگرے بلنسیہ کا انتظام کرتے رہے
 غرض اس حکومت کے رد و بدل سے یہ صوبہ بہت کچھ تباہ ہو چکا تھا اور دن بدن
 اس کی حالت اتر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ عیسائی بادشاہ برشلونہ نے اس شہر کو
 فوج کثیر کے ساتھ محصور کر لیا زبان ابن مردنیش حاکم شہر نے بادشاہ شرقی افریقہ
 ابو زکریا ابن ابو حفص سے مدد کی درخواست کی اس نے جہاں تک جائز ممکن
 ہو سکتا تھا فوج مدد کے لیے روانہ کی مگر جب یہ باد بلنسیہ کے قریب پہنچی تو معلوم
 ہوا کہ بتاریخ ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۲۳۸ء میں عیسائیوں نے اسی شہر کو فتح کر لیا
 بادشاہ برشلونہ نے صرف اس کامیابی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گرد و نواح کے سرسبز
 و شاداب مقامات کو برباد اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ ہنوز مسلمانوں نے اس
 ظلم سے نجات حاصل نہیں کی تھی کہ فردوس ثالث بادشاہ قسطلہ نے قرطبہ پر چڑھ کر

اور کئی مہینوں کے محاصرے کے بعد تاریخ ۲۳ شوال ۸۳۶ء مطابق ۲۳۹ء
 میں اس شہر کو فتح کیا اور دار السلطنت اندلس جہاں نامور بادشاہان اسلام نے
 کئی سو برس کس عظمت و شان سے حکومت کاؤنگہ بجایا اور کروہار و پیہ خرچ کر کے
 اس گہوارہ اسلام کو معدن علم و کمال کا بنایا تھا کہ جہاں دنیا کے ہر گوشے سے
 طالب علم آکر اپنی عمر بسر کرتے اور دولت علم و فضل سے بہرہ مند ہوتے تھے
 صدیوں کی کوشش کے بعد پھر ایک بار دشمنان اسلام کے قبضے میں آیا

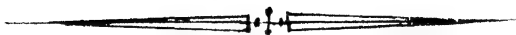
اعتباری نسبت عرفی طارِ اقبال را	این کو ترہر زمان مشتاق بام و گیر است
---------------------------------	--------------------------------------

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد عیسائیوں کی ترقی کو روکنا معمولی شخص کا کام نہ تھا
 اور اس زمانہ طوفانِ خیر میں جہاں تک نظر جاتی تھی کوئی شخص اس قابلِ نظر نہ آتا تھا
 کہ جو کشتی سلطنت کو اس تلاطم سے ساحلِ سلامتی پر پہنچا دے۔ نوبتِ بائیں
 کہ ۸۴۵ء میں فردرلند نے اپنی بری و بحری دونوں قوتوں سے شہرِ استنبلیہ
 پر یورش کی اور ایک سال پانچ مہینے کی محنت و جانفشانی کے بعد تاریخ ۵ شعبان
 ۸۴۶ء اس شہر کو فتح کر لیا۔

جیسا کہ پہلے نگارش ہو چکا ہے کہ الموحدین کی قوت کو کمزور یا کراہل لیں
 اس خاندان سے باغی ہونے لگے تو ابن ہود نے صرسیہ میں شہر و فساد برپا

کیا اور ایک امیر ابو عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن یحییٰ ابن الرمیعی نے بھی
 اس ہی زمانہ میں المیرہ میں بغاوت آغاز کی اور بعد قبضہ مرسیہ آکر ابن ہود کو
 اس فتح کی خوشخبری سنائی ابن ہود نے اس خیر خواہی اور جانفشانی کے صلہ
 میں صرف المیرہ کی حکومت اس کے سپرد کی بلکہ تمام ریاست کا کاروبار
 ابن الرمیعی کے تفویض کیا ابن الرمیعی کی یہ بددعا ظاہر و باطنہ ابن ہود
 کو اس نے دی تھی خود غرضی پرستی اور جس سے اس کو محض اپنی آئندہ ترقی اور
 استحکام منظور تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند روز بعد اس نے ابن ہود کو راجی
 دی کہ اس وقت خرچ کی پروانہ کی جائے اور المیرہ کا قلعہ جس کو میسایون نے
 ۳۴۵ھ میں منہدم کر دیا تھا دوبارہ تیار کیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لیے تیری ریاست
 بیرونی حملوں سے بالکل محفوظ رہے ابن ہود اس امیر کے دھوکے میں آیا آیا
 کہ اس راجی کو دوسرا ثبوت خیر خواہی تصور کر کے قلعہ مذکور کو پہلے سے بھی زیادہ
 مضبوط اور مستحکم اور سامان تحصن اور آلات حرب سے آراستہ کر دیا کچھ زمانہ کے
 بعد ابن ہود ایک عیسائی عورت پر عاشق ہوا۔ چونکہ اس نے اپنی بی بی سے وعدہ
 واثق کیا تھا کہ میں کسی دوسری عورت سے تیری حیات میں تعلق پیدا نہ کروں گا تا
 بی بی کو ابن الرمیعی کی حفاظت میں کسی بہانہ سے المیرہ بھیجا یا ابن الرمیعی سے

جس کی نیت پہلے ہی سے بدلی ہوئی تھی ایک خوبصورت عورت کو اپنے پہلو
 میں دیکھ کر رہا نہ گیا اور امانت میں خیانت کر بیٹھا جب اس حرکت کی اطلاع ابن ہود
 کو پہنچی تو وہ اس امیر کی تنبیہ کی غرض سے المیر یہ روانہ ہوا یہ ہنوز راستہ ہی میں
 تھا کہ ایک رات کو ابن الریمی کے جاسوسوں نے موقع پا کر ابن ہود کو
 اس طرح ہلاک کیا کہ صدمہ وغیرہ کے علامات جسم پر معلوم نہ ہوتے تھے۔ اسی روز
 بتاریخ ۲ جمادی الثانی ۳۵۳ھ مطابق ۲۳ شعبان ابن الریمی خود مقام واقعہ
 پر آیا اور بادشاہ کے یکایک انتقال کر جانے پر بظاہر بہت کچھ تعجب اور رنج کیا اور
 خود المیر یہ کا بادشاہ بن بیٹھا بعد ازاں ابن الاحمر نے جیسا کہ یہاں بیان ہو چکا ہے
 اس شہر پر قبضہ کیا۔ خاندان ہود کا آخر بادشاہ واثق ابن المتوکل تھا اس نے
 عیسائیوں سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے ابن الاحمر کی ماتحتی قبول کر لی
 تھی لیکن جب الیمیر عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ ہوا تو واثق پہرہ یہ پر قابض
 ہو گیا اور ۳۵۴ھ مطابق ۲۶ شعبان تک اس شہر اور اس کے مضافات کا حاکم رہا





بن نصر کا عروج - محمد ابن الاحمر - اس کی فتوحات - عیسائین کی شکست - محمد ثانی - شاہجہاں کی

شکست اور اس کا قتل ہونا - محمد ثانی کا انتقال - محمد ثالث - نصر کی بغاوت - فرانس

بادشاہ قسطلہ - ابوسعید - ابوالوہید اسماعیل ابن ابوسعید - جنگ البیروہ - محمد چہارم - جل اطراف

پیرغزون کا قبضہ اور عیسائین کی شکست - یوسف - بنگلہ طریفہ - یوسف کا قتل - محمد پنجم - اسماعیل

کی بغاوت - محمد ششم - محمد پنجم کا دورانیہ -

قبل اس کے کہ ہم بنی نصر کے عروج کا کچھ ذکر کریں اس خاندان کے کچھ ابتدائی حالات بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ یہ خاندان شہر قرطبہ کے قریب قلعہ رجون میں آباد ہوا تھا اور اس کے ارکان فوجی افسرہ چکے تھے اب الموحدین کے اخیر زمانہ میں اس خاندان کا مورث اعلیٰ نصر ابن یوسف نے جو الشیخ اور ابن الاحمر کے لقب سے نامزد تھا مثل دیگر امرا ہی عرب الموحدین کو کمزور کیا اور اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف جیسا کہ بیان ہو چکا ہے

محمد ابن یوسف ابن ہود نے بعد فتح مصریہ منجانب خلفائی عباسیہ اندلس
 پر حکومت کرنی چاہی۔ دوسری جانب الشیخ بغاوت پر آمادہ ہوا اور ۶۲۹ء
 مطابق ۱۲۳۱ء عین اپنی تین سلطنت اندلس کا حقدار ثابت کرنا چاہا۔ اس واقعہ
 کے دوسرے ہی سال اس نے اپنے رشتہ داروں کی مدد سے جیان اور
 سریش کو فتح کیا۔ جب ۶۳۱ء مطابق ۱۲۳۳ء عین اس نے سنا کہ ابن ہود
 کی درخواست کو خلیفہ بغداد نے منظور اور اس کو اندلس کا والی مقرر کر دیا ہے
 تو اس نے اسی خیال سے کہ اب تمام رعایا ابن ہود کو ہر طرح چہر تہج دیگی فوراً
 بظاہر ابن ہود کا مطیع و فرمانبردار بن گیا۔ اتفاقاً اسی اثنا میں بجا لیت عدم
 موجودگی ابن ہود۔ ابو مروان نے دفعتاً اشبیلیہ پر قبضہ کر لیا ابن الاحمر
 نے ابو مروان کے ساتھ اتحاد و دوستی کی بنیاد ڈالی اور اس امیر کو اپنے قبضہ میں
 لانے کی غرض سے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا ابو مروان کو پہلے ہی سے
 یہ خوف تھا کہ کہیں ابن ہود اس پر فوج کشی نہ کر بیٹھے اپنے خسر کے دہو کے
 میں اگر اس کو اپنا مربی و سرپرست سمجھنے لگا ابن الاحمر کو جب پورا اطمینان ہو گیا
 کہ ابو مروان اس کے خلاف نہ کریگا تو یہ ۶۳۲ء مطابق ۱۲۳۴ء عین نہایت
 تزک و اعتشام سے شہر اشبیلیہ میں داخل ہوا یہاں اس کو اپنی بیٹی پر بھی رحم

نہ آیا اور آنے کے چند ہی روز بعد موقع پا کر اس نے ابو مروان کو قتل کر ڈالا
 اولیک پر قابض ہو گیا مگر شدید ظلم و غریب کی اس کو فوراً سزا مل گئی ابو مروان
 کے قتل کے ایک ہی مہینے کے بعد ایشیلیہ کی رعایا اس کی طرز حکومت سے
 ایسی متنفر ہوئی کہ اس کو شہر سے خارج کر دیا اور ابن ہود کی پہر اطاعت فرمانبرداری
 قبول کر لی ابن الاحمر نے اس ناکامی کی مطلق پروا نہ کی اور اسی وقت
 غرناطہ کی طرف اپنا دام تزیور بچایا اور وہاں کے ایک سربراہ اور وہ شخص ابن
 ابی خالد نامی کو اپنی تائید پر آمادہ کیا ابن ہود کی عدم موجودگی میں اس امیر نے
 بغاوت شروع کر دی اور ابن الاحمر کو اس واقعہ سے اطلاع کی ابن الاحمر
 لشکر کشی کے ساتھ شہر غرناطہ میں داخل ہوا غرناطہ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی
 اس نے مالقہ کو فتح کیا۔ ۳۳۳ھ مطابق ۳۳۲ھ عین ابن الریمیمی حاکم
 المیر یہ نے بغیر لڑے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ۳۳۳ھ مطابق ۳۳۲ھ
 میں لارقہ کی رعایا نے بہ نسبت دوسرے رئیسوں کے ابن الاحمر کو مقتدر
 دیکھ کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ابن الاحمر نے اپنے شروع زمانہ عروج میں فرزند
 بادشاہ قسطلمہ کو اپنا معاون بنا لیا تھا۔ اس عیسائی نے وقتاً فوقتاً فوج بھیجی

لہ یہی شخص ہے کہ جس نے غرناطہ میں اس مشہور و بے نظیر قصر الحمر اور کی بنایا، تاہم اس وقت تک موجود ہے

اس کی مدد کی تھی بعدہ ابن ہرود نے فردولند کو ابن الاحمر سے علیحدہ کرنا چاہا اور حسب خواہش اس چالاک عیسائی کے بمعاوضہ اداوتیں قلعہ بجا نب غرب فردولند کے حوالہ کر دئے فردولند پہلے ایک مسلمان کو دوسرے سے لڑاتا تھا اور جب فریقی مقابل تباہ ہو جاتا تھا تو پھر اسی کے ساتھ جس کا یہ پہلے معاون بنا تھا جنگ شروع کر دیتا تھا۔ اسی طرح عیساء کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اسے قرطبہ اور اشبیلیہ اور مرسیہ پر قبضہ کر لیا اور عربوں کو رفتہ رفتہ آبناہی طارق لے آیا تاہم انکی حکومت کا رقبہ طول میں تقریباً چھ میل اور عرض میں صرف دو میل بنتی گیا ابن الاحمر نے ۳۳۰ھ میں فردولند سے صلح کر لی اور حسب شرائط صلح نامہ جیان اس عیسائی کو دیدیا چونکہ اس صلح کے چند ہی روز قبل اس نے حصن بلول کے قریب عیسائیوں کو کھل شکست دی تھی جیان کے دیدینے سے اس کو کمال رنج ہوا مگر بقول شخصے۔ مصرع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اب کیا ہو سکتا تھا تاہم ۳۶۰ھ میں اس نے اپنے بیٹے محمد کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور افریقیہ سے فوج بغرض جہاد طلب کی۔ لیکن اب کہاں عربوں میں اتنی قوت تھی

۱۔ ابن الخطیب نے حصن بلول لکھا۔ المقری اس ہی مقام کا نام حصن بلینش لکھتا ہے۔

کہ یہ عیسائیوں پر حملہ کرتے ان کی بڑی خوش قسمتی اس ہی میں تھی کہ یہ اس بجے
 ہوئے حصہ کو ان کے جنگل سے محفوظ رکھیں۔ بادشاہ افریقیہ یعقوب ابن
 عبدالحق نے اس کی مدد کے لیے سنہ ۱۲۶۱ء مطابق ۱۲۶۱ء میں تین ہزار
 فوج اندلس بھیجی تھی اور اس کے بعد ہی حسب ضرورت یہ بادشاہ اس امیر کی
 برابر فوج و سامان سے مدد کرتا رہا جسکی بدولت اگر عرب اپنے گمے ہوئے ملک کو
 واپس نہ لے سکے تو عیسائیوں کو بھی اپنی ریاست کے کسی حصہ پر قبضہ نہیں دیا
 ابن الاحمر کی یہ لیاقت اور دور اندیشی تھی کہ اوس نے مرتے دم تک بنی مرین
 سے جو بعد الموحیدین کے افریقیہ پر قابض ہو گئے تھے سلسلہ اتحاد و دوستی قائم کیا
 ابن الاحمر بتاريخ ۵ جمادی الثانی ۱۲۶۱ء مطابق ۱۲۶۱ء عیسائیوں
 کی یورش کو دور کرنے کے بعد غرناطہ واپس ہو رہا تھا کہ محل کے قریب بٹو کر کہا کر
 گرا۔ ہمراہیوں نے اس کو گھوڑے پر سوار کیا اور اس کے غلام صاحب نے اس کو
 محل میں پہنچایا گو ظاہر یہ واقعہ کچھ ہی نہ تھا لیکن اس کو اندرون شاہ کوئی ایسا سنت
 صد یہ پہنچا تھا کہ بتاريخ ۲۵ جمادی الثانی سنہ الیہ روز جمعہ عصر کے وقت ابن الاحمر
 نے انتقال کیا اور غیر سبکہ میں دفن ہوا۔

ابن الاحمر کے بعد عبداللہ محمد ثانی نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت چونکہ اس کی عمر تقریباً اڑتیس سال کی تھی اور اپنے باپ کی حیات میں امور ریاست کا پورا تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی یہ امور ریاست کی ترقی کی طرف متوجہ ہوا ابن الاحمر نے مرنیکے قبل اس کو ہیہ ہدایت کی تھی کہ بنی مرین سے سلسلہ دوستی کو منقطع نہ کرے اور عیسائیوں کے مقابلے میں اس خاندان سے ہمیشہ مدد لیتا رہے۔ چنانچہ ۷۲۳ھ مطابق ۱۳۲۳ء میں جب اس نے سنا کہ عیسائی برسر فساد ہیں تو اس نے یعقوب ابن عبدالحق سے مدد کی خواہش کی اس رحم دل بادشاہ نے پہلے اپنے بیٹے کو مع فوج اندلس بھیجا اور اس کے عقب میں خود بھی روانہ ہوا اور جزیرۃ الخضراء کو ایک باغی امیر سے جبراً چھین کر اس کو اپنی فوج کا مستقر قرار دیا۔ محمد نے بھی فوجی اغراض کے لیے طریقہ اور جو قلعہ کہ اس کے متعلق تھے یعقوب کے سپرد کر دیے بعد ازاں دو نوں بادشاہ اپنی اپنی فوج کو ترتیب دیکر عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ بتاریخ ۵ اربیع الاول ۷۲۳ھ مطابق ۱۳۲۳ء میں انہوں نے عیسائی جنرل دان لونہ کو کامل شکست دی۔ اور اس ہی جنگ میں جنرل مذکور مع دیگر افسروں کے قتل ہوا۔ اس جنگ کے کچھ روز کے بعد شامیہ المطران نے غزناطہ کے مضامات پر حملہ کیا مگر طاش

کے قریب عربوں نے اس کو بھی شکست دی اور قتل کر ڈالا اس کے بعد ماہ محرم
 ۶۹۵ھ مطابق ۲۹ افریقین قسطلہ کے عیسائیوں نے سرحد کے قریب جنگ
 کی تیاریاں شروع کیں لیکن محمد نے ان کی یورش کے قبل ہی قجائیکہ کا محاصرہ
 کیا اور اس کے قریب قریب کے قلعوں کو جو عیسائی فوج کے مستقر سمجھے جاتے
 تھے فتح کر لیا۔ اور کچھ فوج یہاں کے انتظام کے لیے چھوڑ کر غرناطہ واپس چلا
 آیا۔ ۶۹۹ھ میں اس نے اور چند سرحدی قلعوں پر اپنا قبضہ کیا۔ تیس سال کی حکومت
 کے بعد محمد ثانی نے غرناطہ میں تاریخ شعبان ۳۰۷ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۳۰۷ء
 محمد ثانی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمد ثالث تخت نشین ہوا۔

چونکہ اس نے اپنے باپ کی خاص نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ تخت پر
 بیٹھتے ہی اس کی طرز حکومت سے لیاقت اور دوراندیشی کے آثار ظاہر ہونے
 لگے تھوڑے ہی عرصے میں اس نے شہر المنذر کو جو عیسائیوں کے دائرہ
 حکومت میں جا چکا تھا فتح اور تمام فوج دشمن کو جو اس شہر میں مقیم تھی گرفتار کر لیا۔
 ۳۰۷ھ مطابق ۳۰ افریقین میں اس کو خبر پہنچی کہ اس کا رشتہ دار ابو الجحاج

۱۰۷ھ اس کو انگریزی میں کوئے سید کہتے ہیں۔

۱۰۷ھ بمطابق قید یون کے ایک مشہور حسین عورت بھی گرفتار ہوئی جس کے ساتھ سلطان افریقہ فرنگیہ کو کریا تھا۔ القوی

ابن نصر حاکم وادی آش اپنی رعایا کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتا ہے بادشاہ نے اس امیر کو خدمت سے علیحدہ کر دیا البواحیاج نے بناوٹ کہہ کر باہر نکل کر قتل ہو گیا۔
 شہرہ مطابق ۳۲۷ھ ماہ شوال میں محمد نے افریقیہ کے قلعہ سوطا کو فتح کیا اور وہاں کے حاکم ابوطالب عبد اللہ ابن القاسم کو مع دیگر امراء شہر کے گرفتار کیا۔ اس قلعہ کا مدتوں کا اندوختہ مال و متاع مع قیدیوں کے اپنے ساتھ اندلس لے آیا۔

عربوں کی بد قسمتی کو دیکھو کہ ایسے عادل رعایا پر وراور جفاکش سلطان کے زمانہ میں بھی نچلے نہ بیٹھے اور بلا وجہ محض خود غرضی کے باعث اس کے بہائی نصر کو اس سے باغی کر دیا بعد ہنگامہ عظیم وزیر ابو عبد اللہ ابن الحکیم کا مکان جو علاوہ مال و متاع کے نہایت بیش بہا اور نادر کتب خانہ سے مزین تھا تباہ و تاراج کرتے ہوئے عین عید الفطر کے روز ۳۲۹ھ مطابق ۳۰۹ھ عین قشہری میں داخل ہوئے اور بعد گرفتار کرنے سلطان محمد ثالث کو نصر کو تخت پر بٹھا دیا۔

نصر نے محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن الحجاج کو اپنا وزیر مقرر کیا اس کو

۱۔ ابن الحجاج اشبیلیہ میں ۳۲۷ھ میں پیدا ہوا تھا اور کم سنی سے اس کو مختلف کلین وغیرہ بنانے کا نہایت شوق تھا اس نے بزائد ابویوسف یعقوب المنصور ایک بہت بڑا کاغذ ازرقہ میں قلم کیا تھا جس میں ہر قسم کے آلات حرب و ناز و زنا بیان ہوئے تو پکا بھی یہی موجد ہوا تھا۔ ان ہی اوصاف کی بدولت محمد ثانی کا غلطین ملازم ہوا اور پہرہی وزیر سلطان نصر کی خرابی و تباہی کا باعث ہوا تھا۔ المقرئ و ابن الخلیل۔

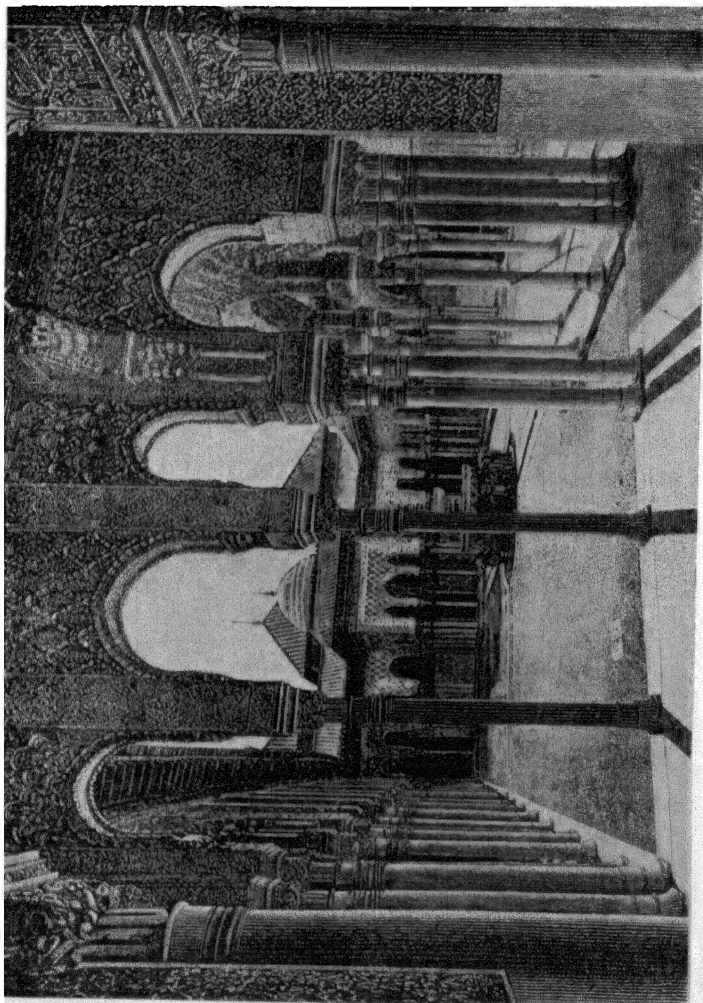
تحت نشین ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ ۳۰۹ھ مطابق ۳۰۹ء میں بادشاہ
 قسطلہ نے الجزار کو گھیر لیا اور ۲۱ صفر سے لیکر ماہ شعبان تک محاصرہ رہا۔
 گو یہ اس شہر کو فتح نہ کر سکا لیکن جبل الطارق پر قابض ہوا۔ اسی کو غنیمت سمجھ کر
 اپنے ملک واپس چلا آیا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ برشلونہ نے المیرہ پر حملہ کیا
 اور جو فوج کہ اس شہر کی رہائی کے لیے نصر نے بھیجی تھی وہ ناکام رہی با این ہمہ
 یہ شہر تسخیر نہ ہو سکا ان عیسائیوں سے نصر کا یہ چاہو مانہ تھا کہ خانہ جنگی کے آثار
 منہ دار ہونے لگے ابو سعید فرج ابن اسمعیل ابن الاحمر کا بیٹیجا حاکم مالقہ
 اور سوطہ۔ بغرض انہما اطاعت و عقیدت مندی غرناطہ آیا ہوا تھا یہاں بعض
 خود غرضوں نے اس کو نصر سے باغی کر دیا اس نے مالقہ جا کر تاراج، ارمنا
 ۳۰۹ھ علانیہ بغاوت شروع کی اور ابو سعید کے بیٹے ابو الولید نے انتقرہ
 اور المیرہ اور بلیمیش کو یکے بعد دیگرے فتح کر لیا۔

۳۱۰ھ مطابق ۳۱۰ء عجمادی الثانی کے آفرین نصر کو ٹوٹکی سیہ ایسا آیا
 ہوا کہ سب اس کی زندگی سے ناامید ہو گئے۔ سلطان محمد ثالث کے طرفداروں
 نے فوراً اس واقعہ کی محمد کو اطلاع دی محمد ثالث ماہ جبین غرناطہ آیا۔
 اس وقت تک خلافت امید نصر بالکل تندرست ہو چکا تھا اس نے محمد ثالث کو

گرفتار کر لیا اور خفیہ طور پر قتل کر ڈالا۔

غرناطہ میں تو یہ واقعات پیش تھے اور مالقہ میں ابو سعید اور اوس کا بیٹا ابوالولید دونوں نہایت اطمینان سے فوج فراہم کر رہے تھے۔ بتاریخ مکم محرم الحرام ۳۱۲ھ مطابق ۳۱۲ھ ابو الولید مع فوج پائی تخت غرناطہ کے قریب قریۃ العطشہ میں خیمہ زن ہوا نصر ہی فوراً اس کے مقابلے کے لیے شہر سے باہر نکل آیا۔ اس جنگ میں بتاریخ ۳۱۳ھ محرم سلطان نصر بن ہریت پا کر بدقت تمام غرناطہ پہنچا نصر نے صلح کی درخواست کی۔ ہنوز صلح نامہ کا تحفہ نہ ملنے پایا تھا کہ ماہ رمضان المبارک ۳۱۳ھ مطابق ۳۱۳ھ عین وزیر ابو عبد اللہ ابن الحاج کی سختی کی وجہ سے غد عظیم برپا ہوا اور رعایا نے قصر شاہی کو گھیر کر اس وزیر کی برطرفی کی درخواست کی لیکن شاہی فوج نے ایک ہی حملہ میں سیکڑوں کو قتل اور اوس وقت اس فساد کو فرو کر دیا مگر امراء سے یہ ظلم دیکھا نہ گیا اور سب نے مالقہ اگر ابو الولید کو صلح کرنے سے روکا اور اوس کو دوبارہ جنگ پر آمادہ کیا چھوٹ کی چاٹ تو بڑی ہوتی ہے اس نے بڑے بڑے امراء عرب کو اپنا طرفدار بنا کر انکی درخواست کو بلا تامل منظور اور ماہ شوال ۳۱۳ھ میں شہر لوٹنے کو بعد پورش فتح کر لیا۔ چونکہ وہ دن موسم سرما کے تھے اس نے فی الحال جنگ کو موقوف رکھا اور مالقہ

دار الاسود الجراء مين



اگر یہ زمانہ اس نے فراہمی فوج اور سامان میں صرف کیا شروع موسم بہار میں
یہ مع لشکر گران غرناطہ کی طرف متوجہ ہوا سلطان نصیر ہی ابو الولید کے ارادہ
سے واقف تھا اس نے پہلے ہی سے عبد الحق ابن عثمان کو سرحد پر مقرر
کر رکھا تھا شد و نہ کے قریب دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور ایسی سخت جنگ
واقع ہوئی کہ بہت دیر تک غالب و مغلوب کی تمیز نہ ہو سکتی تھی بالآخر لیاقت و فہم
جنگ نے اپنا اثر کیا ابو الولید کو کامل فتح حاصل ہوئی اور یہ اپنے فریق مقابل
کو پسپا کرتا ہوا پاشنہ کو ب غرناطہ میں در آیا نصیر بہاگ کے قصر الحمر میں مع
اپنی عورتوں اور خزانہ کے پناہ گزین ہوا آخر کار بتاریخ ۲۱ شوال ۳۱۷ھ اس شرط
پر کہ یہ سلطنت سے دست بردار اور آئندہ کسی قسم کا دعویٰ نہ کرے اس کو زندہ اور
سلامت وادی آتش چلے جانے کی اجازت دی گئی۔

جنگ مذکور کے بعد ابو الولید اسمعیل ابن فرج تخت غرناطہ پر بیٹھ گیا
اس کے زمانہ حکومت میں غرناطہ کی رعایا نے نہایت امن اور اطمینان سے
اپنی زندگی بسر کی اور باوجودیکہ ۳۱۷ھ مطابق ۳۱۷ھ ع میں قسطلہ کے عیسائیوں
نے حصن بچیح اور حصن طشکر وغیرہ کو فتح کر لیا تھا لیکن اس کے تین ہی

لے اس کو انگریزی میں کبیر کہتے ہیں۔ لے اس کو انگریزی میں ٹشکر کہتے ہیں۔

سال بعد ۱۱۹۰ء میں عرب مقامات مذکور پر قابض ہو گئے۔

۱۱۹۰ء مطابق ۱۱۹۰ء میں بطروہ ولعید قسطلہ کی مدد کے لیے پچیس عیسائی بادشاہ اپنی اپنی فوج لیکر جنگ پر آمادہ ہوئے اور طیلطلہ میں اپنی فوج کو فراہم کیا اور سلطان ابوالولید نے سرحد پر جہان تک جا کر ہنگامہ قلعہ تیار اور سرحد کو مستحکم کیا اور مقابلہ کو ہر طرح تیار ہو گیا۔ بطروہ طیلطلہ آیا اور بابا اپنے مجتہد العصر سے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنی کامیابی کی دعا چاہی۔ بابا نے ہر طرح کی دعا و زہمت سے اس کو جنگ کی اجازت دی یہاں سے بطروہ مع اس فوج کثیر غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔ عربوں کو جب معلوم ہوا کہ عیسائی پوری قوت کے ساتھ ان کی طرف آرہے ہیں اور بمقابلہ عیسائیوں کے ہمارے پاس نصف کے بھی کم فوج ہے۔ ہر فرد بستر کو پریشانی لاحق ہوئی اور قبل از جنگ ان کے بستر و نوا امید ی کے آثار ظاہر ہونے لگے ایسی حالت یاس و ناامیدی میں جب یہ معلوم ہوا کہ ابوسعید سلطان فاس نے ان کی درخواست مدد پر بالکل التفات نہیں کی تو ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی اس وقت کیا حالت ہوگی۔ سلطان ابوالولید نے سب طرف سے مایوس ہو کر اپنے

لے انگریزی میں پڑھتے ہیں۔ ۱۱۹۰ء سے ظاہر ہے کہ عربوں نے قبل از جنگ اس بادشاہ سے امداد چاہی تھی۔

خدا اور رسول پر بہرہ و سادہ اور فوراً اپنے نامی فوجی افسر شیخ الغزاة ابو سعید
عثمان ابن ابی الاعلیٰ المرینی کو اپنی فوج خاص کا ایک دستہ دیکر اس طوفان
کو روکنے کی غرض سے بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۸۷ھ روانہ کیا روانگی کے دو
روز بعد اس بہادر امیر نے اپنی قلت فوج کا بالکل لحاظ نہ کیا اور دشمن کے ہراول
پر حملہ آور ہوا اور سیکڑوں عیسائیوں کو قتل کرتا ہوا ہراول کو قلب لشکر کی طرف بہگادیا
اس کے دوسرے ہی روز کیشنبہ کو مع پانچ ہزار عربوں کے آگے بڑھا۔ یہ امیر خوب
جانتا تھا کہ اگر غرناطہ کی تمام فوج نے بھی عیسائیوں کا مقابلہ کیا تب بھی بوجہ کثرت
سپاہ و پہلوار غالب آنا دشوار ہے غرض بعد ازل بسیار ابو الجیوش کو ایک ہزار
سواروں کے ساتھ کچھ فاصلے پر جہازی میں پوشیدہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ جب عیسائی
ہمارا تعاقب کرتے ہوئے اس مقام سے آگے بڑھ جائیں تو تم پیچھے سے ان پر
حملہ کرنا۔ اس حکم کے بعد یہ امیر اپنی قلیل فوج کے ہمراہ روانہ ہوا۔

اس کے بعد ہی سلطان بذات خود امیر المعربی اور تین سو سواروں کو لئے
بغرض امداد آیا۔ اور ہر جب عیسائیوں نے شیخ الغزاة کو ان معدودے چند کے ساتھ
اپنے سامنے دیکھا تو دل میں بہت خوش ہوئے اور بغیر کسی قسم کی احتیاط کے شیخ
الغزاة پر حملہ کیا اس امیر نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ عیسائیوں نے جب

مسلمانوں کو اپنے سامنے سے بہا گئے دیکھا یہ بھی بلا ترتیب وقاعدہ ان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ عیسائی ہنوز ابواجیوش کے قریب سے گزر رہے ہی تھے کہ یہ امیر عقب سے مع ایک ہزار سوار دفعتاً دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اسی وقت شیخ الغزاة نے اپنی فوج کو ٹھہرایا اور عیسائیوں کا سدرا ہوا۔ اس حالت بخیر ہی میں عیسائی دونوں طرف سے اپنے کو گھرا کر ایسے ڈرے کہ یا تو اپنے دشمن کا تعاقب کر رہے تھے یا ایک دفعہ جد ہر نہہ اوٹھا منتشر الحوا اس بہاگ نکلے اسی حالت بدحواسی میں عربوں نے ان کا تعاقب کیا۔ تقریباً پچاس ہزار عیسائی قتل اور اسی قدر دریا اور نالوں میں ڈوب گئے بعد اختتام جنگ معلوم ہوا کہ مقتولوں میں خود بطروہ اور اس کے بچیس معاون بھی شریک ہیں۔ جو مال و اسباب عیسائی اپنے ساتھ لائے تھے وہ عربوں کے ہاتھ آیا۔ قیدیوں میں بطروہ کی بیوی اور بچے بھی شریک تھے۔ ان کی رہائی کے عوض میں عیسائیوں نے شرط لفظ اور قلعہ جبل الطارق دینا چاہا لیکن عربوں نے ان کو نہ چھوڑا۔ اس جنگ میں تعجب خیز بات یہ تھی کہ باوجودیکہ مسلمانوں کی فوج چار ہزار پیادوں اور پندرہ سو سواروں کے زیادہ نہ تھی مگر جنگ کے بعد جب حساب کیا گیا تو دریافت ہوا کہ تیرہ مسلمان شہید ہوئے

۱۔ المقری زہد نداس جنگ کا جو جنگ الیرہ کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے ابن الخطیب کہتا ہے کہ یہ جنگ ۶ ہجادی الاول ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۳۷۱ء میں واقع ہوئی تھی اور بطروہ (پڑا) کی لاش ایک گوی کو صندوف میں رکھ کر غلط کردار پر لکھا دی گئی تھی۔

چند روز تک جنگ ملتوی ہی لیکن پیر ابو الولید نے عیسائیوں کو کمزور دیکھ کر سحیحہ کے قریب قلعہ اشکر کو بتاریخ ۲۴ رجب ۷۲۵ء مطابق ۳۲۴ء اور بتاریخ ۱۰ رجب ۷۲۵ء صراطش کو فتح کیا۔ اس جنگ میں سلطان کا بہتجا محمد بھی شریک تھا کسی زیبا حرکت پر سلطان مجمع عام میں اس پر خفا ہوا محمد کو یہ بہت ناگوار گزرا اور اس نے انتقام کی غرض سے بتاریخ ۲۴ رجب ۷۲۵ء مطابق ۳۲۴ء اس مہم سے واپس آنے کے تین روز بعد ابو الولید کو غرناطہ میں مار ڈالا۔

ابو عبد اللہ محمد چہارم اپنے باپ کے انتقال کے بعد اورنگ سلطنت پر متمکن ہوا اور عیسائیوں پر فوج کشی کر کے شہر قیرہ کو فتح کیا اور شہر کو محصور کر لیا لیکن عیسائی چونکہ کسی ترکیب سے اس شہر میں فوج اور رسید پہنچا چکے تھے محمد چند روز کے محاصرہ کے بعد وہاں سے ہٹ آیا۔ یہ ہم پہلے تحریر کر آئے ہیں کہ شاہان غرناطہ نے بنی مرین اپنے معاونوں کو فوجی ضرورتوں کے لحاظ سے جبل الطارق اور طریفہ اور الجزار تردیدئے تھے اور شہر میں عیسائیوں نے جبل الطارق پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قلعہ بلحاظ قدرتی استحکام اندلس کی کنجی سمجھا جاتا تھا ابو الحسن المرینی بادشاہ فاس اس مقام کے فولاد سے اچھی طرح واقف تھا اس نے اندلس اگر سلطان محمد کی مدد سے چند

روز کے محاصرہ کے بعد اس قلعہ کو فتح کر لیا اور بہت کچھ روپیہ خرچ کر کے اس کو بیرونی محلوں سے جہان تک ممکن تھا محفوظ کر دیا جبل الطارق پر عیسائیوں نے پہرہ حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ اس واقعہ کے بعد ہی جبکہ سلطان غرناطہ واپس جانے والا تھا افریقیہ کے چند افسروں نے بتاریخ ۱۱۰۰ ذی الحجہ ۳۳۲ھ مطابق ۱۱۰۰ء اس کو قتل کر ڈالا۔ سلطان محمد چہارم کے ہمراہی اس کی نعش کو مالقہ لے آئے یہیں یہ دفن ہوا۔

جس روز سلطان محمد قتل ہوا اسی روز اس کا بہائی یوسف بن ابی سوت الجزائر کے قریب ابی سقاٹن میں مقیم تھا فوج کی مدد سے تخت پر بیٹھا اور باوجودیکہ اس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی اس نے چند ہی سال میں اپنے خصل نظام سے وہ ناموری حاصل کی کہ جو اس کے خاندان میں بہت کم بادشاہوں کو نصیب ہوئی تھی ۳۳۲ھ مطابق ۱۱۰۰ء میں ابوالحسن المرینی جہاد کی غرض سے ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ اندلس آیا سلطان یوسف ابوججاج نے بھی جہان تک اس سے ممکن ہو سکتا تھا اس بادشاہ کو فوج و سامان سے مدد پہنچائی اور چونکہ جہاد کا اعلان کیا گیا تھا اس لیے سیکڑوں مشہور علماء بھی اس جنگ میں شریک ہونے کی غرض سے

لے اس مقام کو فی زمانہ ”رائوڈ لائیل“ کہتے ہیں۔

جمع ہوئے تھے بتاریخ ۷ جہادی الاول سنہ مذکور میں طریقہ کے قریب نہایت سخت جنگ واقع ہوئی اس جنگ میں عیسائیوں نے عربوں کو کامل شکست دیکر ہزار ہا مسلمانوں کو شہرت شہادت پلایا ان شہداء میں عبداللہ المسلمانی لسان الدین ابن الخطیب کا باپ بھی شریک تھا ابو الحسن نہایت مشکل سے اپنی جان بچا کر افریقہ بہاگ آیا سلطان یوسف نے غرناطہ اگر انتقام کی غرض سے فوج اور سامان فراہم کرنے کی کوشش کی اور ۳۵۹ھ مطابق ۱۳۶۹ء میں لسان الدین ابن الخطیب عالم گجرات مشہور زمانہ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ افسوس ہے کہ ایسے بادشاہ جامع الصفات قدردان و قدما پرور کی عمر نے وفات کی خصوصاً جبکہ ریاست کے سنبھالنے کے لئے ایسے بادشاہ کی سخت ضرورت تھی ۳۵۹ھ مطابق ۱۳۶۹ء میں جبکہ یوسف مسجد میں شریک نماز تھا ایک مجنوں الحواس آدمی نے اس کو مار ڈالا اور یہ قصہ احمر ادا میں دفن ہوا۔

یوسف کا بیٹا الغنی باللہ محمد پنجم اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد لسان الدین ابن الخطیب کو ابو عثمان

لہ لسان الدین ابن الخطیب جس کا ذکر آئندہ ہوگا ایک نامی عالم گزر رہے۔ بخمد دیکر تصانیف کے المائدہ البدیہ فی تاریخ

دولت النصر یعنی تاریخ بنی نصر قابل دید ہے۔

ابن ابوالحسن بادشاہ افریقیہ کے پاس بھیجے عیسائیوں کے مقابلے میں مدد
 چاہی۔ جس وقت لسان الدین اور قاضی ابوالقاسم الشریف سلطان ابو
 عثمان کے سامنے پیش ہوئے تو ابن الخطیب نے فی البدیہہ چند اشعار
 بادشاہ کی تعریف میں پڑھے یہاں تک کہ اہل دربار پر وجد کی سی حالت طاری
 ہو گئی اور سلطان نے خوشی کی حالت میں لسان الدین سے کہا کہ ”بادجو دیکھ
 میں تمہارے یہاں آنے کے اغراض سے واقف نہیں ہوں لیکن اب میں
 ان اغراض کو معلوم کرنا بھی نہیں چاہتا میں بلاتامل تمہاری درخواستوں کو منظور
 کرتا ہوں جس چیز کی تم کو ضرورت ہو وہ ہم سے مانگ لو لسان الدین نے
 اپنے اغراض سلطان سے بیان کیے سلطان نے فوج کے بھیجنے کا حکم دیا۔
 اور سفیر کو بہت کچھ ہمیش بہا تحائف دیکر واپس روانہ کیا۔

سلطان محمد نجم کو ابھی پورے پانچ سال نہ ہوئے تھے کہ اس کا علاقہ بہائی
 اسماعیل رشتہ داروں کے درغلانے سے باغی ہو گیا اور بتاریخ ۲۸ رمضان
 ۷۶۰ھ مطابق ۱۳۵۹ء عین در حالیکہ سلطان شہر سے باہر حنظل العریف میں مقیم
 تہارات کے وقت قلعہ کی دیوار سے مع اپنے ہمراہیوں کے غرناطہ میں داخل ہوا

لہ یہہ واقعہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے

اور قبل اس کے کہ لوگوں کو خبر ہو قلعے پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے روز جب سلطان محمد کو اس بغاوت کی اطلاع ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ باغی قلعہ پر قابض ہو چکے ہیں اور اس کی گرفتاری کی فکر میں مصروف ہیں تو یہ سید ہا وادی آتش چلا آیا اور قلیل عرصہ میں بامداد رعایا بہت کچھ فوج بھی فراہم کر لی۔ اس ہی اثنائیں بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ابو القاسم ابن شریف من جانب سلطان ابو سلیم بادشاہ فاس نے محمد پنجم سے کہا کہ لمجاظان تعلقات کے جو ایک زمانہ دراز سے تیرے اور بادشاہ افریقیہ کے خاندان کے ساتھ چلے آتے ہیں ابو سلیم نے مجھ کو افریقیہ بلایا ہے تاکہ جو کچھ مدد کہ اوس کے امکان میں ہے وہ تجھ کو دے محمد نے اس کے قبل بطور بادشاہ قسطلہ کو اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہا تھا اور چونکہ اس نے کوئی قابل اطمینان جواب اب تک نہیں دیا تھا اس نے ابو سلیم کی درخواست کو فوراً منظور کر لیا اور دوسرے ہی روز بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ مع اپنے مشہور وزیر لسان الدین ابن الخطیب کے افریقیہ روانہ ہوا۔ یہاں ابو سلیم نے اس کی بہت خاطر مدارات کی اور اپنے محل خاص میں اس کو مہمان رکھا۔

اسمعیل نے بعد غصب سلطنت بادشاہ قسطلہ سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہے چونکہ بطور بادشاہ قسطلہ کے ساتھ جنگ میں مصروف

تھا اس نے بلاتامل صلح کی درخواست کو منظور کر لیا لیکن قبل اس کے کہ
 اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا صرف چند مہینے کی حکومت کے بعد ابو عبد اللہ نے
 جس کی اعانت و شہرت سے اس کو بادشاہت نصیب ہوئی تھی بتاریخ ہم شعبان
 ۶۱۷ھ مطابق ۳۶۲ھ عریسمعیل کو مع اس کے بہائی قیس کے
 قتل کر ڈالا اور خود بلقب محمد ششم تخت نشین ہوا اندلس میں بغاوت
 کا سلسلہ جاری تھا اور اوہرا فریقیہ میں سلطان محمد پنجم اپنے زبردست معاویہ
 کی مدد سے اپنے ملک کے واپس لینے کا بندوبست کر رہا تھا چنانچہ پورے
 انتظام کے ساتھ بتاریخ ۲۷ شوال ۶۲۷ھ مطابق ۳۶۱ھ عریس مہینے
 کی جلاوطنی کے بعد محمد پنجم اندلس میں داخل ہوا محمد ششم نے جب
 دیکھا کہ فریق مقابل اس کو چاروں طرف سے گھیرتا ہوا آ رہا ہے تو اس نے
 بطرود بادشاہ قسطلہ کے پاس بذات خود جا کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ
 مدد چاہی اور اپنی آئندہ کامیابی کو اس عیسائی کی فیاضی اور رحم دلی پر محمول کر دیا
 گویا اپنے کو بالقصد ایک خون کے پیاسے درندے کے منہ میں ڈال دیا
 اسی کا نتیجہ ہے کہ بتاریخ ۲ رجب ۶۲۳ھ مطابق ۳۶۲ھ عریس عیسائی نے محمد ششم
 کو مع اس کے تمام ہمراہیوں کے شہید کیے قریب قتل کیا اور تمام مال و اسباب قیدی کر لیا

واقعہ مذکور کے بعد سلطان محمد پنجم باسانی تمام اپنے موروثی تخت پر دوبارہ بتاریخ ۲۰ جمادی الآخر ۹۳۳ھ میں شہنشاہ بن گیا اور لسان الدین ابن الخطیب کو جو اس کے عیال و اطفال کے ساتھ افریقہ میں رہ گیا تھا بلا کر اپنا وزیر عظم مقرر کیا۔ سلطان اپنے لایق عالم و فاضل و مدبر وزیر کو بے انتہا عزیز رکھتا تھا اور بغیر اس کی رائی اور مشورے کے معمولی سے معمولی کام کو بھی شروع نہ کرتا تھا۔ دربار کے بعض خود غرض اور ناعاقبت اندیش لوگوں کو اس وزیر کی ترقی بہت ناگوار گزری اور انہوں نے ازراہ حسد تزویر و مسکرے بادشاہ کو اس سے بدول کرنا چاہا اسی زمانے میں افریقہ میں بغاوت شروع ہوئی اور عبد العزیز ابن عبد الحسن اور عبد الرحمن دو چچازاد بہائیونین سلطنت کی وجہ سے خانہ جنگی ہوئے لنگی ابن الخطیب نے عبد العزیز کا ساتھ دیا اور جب عبد الرحمن نہایت پاکر غرناطہ بہاک آیا تو عبد العزیز کی درخواست پر اس نے سلطان کو صلاح دی کہ عبد الرحمن اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے عبد العزیز کے حوالے کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اس کی ہدایت کے موافق سلطان محمد نے عبد العزیز کے سفیر سے اس امر کا وعدہ کر لیا۔ مہنوز اس معاملے کی کیسو فی نہیں ہوئی تھی کہ ابن الخطیب کو بقرائن

معلوم ہوا کہ مخالفین کا افسوس سازش کا رگر ہو چکا ہے اس نے فوراً چند روز کی
 رخصت حاصل کی اور مع اپنے بڑے بیٹے علی کے جبل الطارق ایبھیان
 پہلے سے عبد العزیز نے خفیہ طور پر ایک جہاز مقرر کر رکھا تھا۔ یہ جہاز پر سوار
 ہو کر افریقہ بہاگ آیا عبد العزیز نے اس کی بہت خاطر و دیکھائی کی اور اپنے
 زمرہ مصاحبین میں شریک کر لیا۔ سلطان محمد نے اس کے بہاگ جانے کی خبر
 سن کر عبد العزیز کو اس کی واپسی کی نسبت لکھا لیکن یہ درخواست وزیر ابو بکر
 کی وجہ سے نامنظور کر دی گئی تھی۔ یہ عبد العزیز کا انتقال ہوا اور السعید
 ابن ابی فارس ایک کسین لڑکا اس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اب سلطان محمد نے
 مکر ابو بکر کو ابن الخطیب کے واپس بھیجنے کے لئے لکھا۔ اس وزیر نے پہر
 اس درخواست کو نامنظور اور نامہ بر کو دربار سے نکال دیا محمد نے اس توہین کے
 معاوضہ میں فوراً عبد الرحمن کو رہا اور مع فوج و سامان جنگ اس کو افریقہ
 بغرض انتزاع ریاست روانہ کیا اور غود جبل الطارق کو گھیر لیا۔ ان واقعات
 کی خبر جب ابو بکر ابن غازی کو پہونچی تو اس نے اپنے چچا زاد بہائی محمد ابن
 عثمان کو سواحل افریقہ کی حفاظت کی غرض سے سوطا بھیجا اور غود اس کے
 عقب میں مع فوج بطویہ کی طرف آیا۔ یہاں عبد الرحمن نے قرب و جوار کی لوگوں کو

بغاوت کی ترغیب دی ابن غازی نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا مگر جب کامیابی کی امید نہ پائی تو فاس واپس چلا آیا اسی اثناء میں سلطان محمد پنجم نے ابو بکر کے چچا زاد بھائی محمد ابن عثمان کو خفیہ طور پر ہموار کرنا چاہا اور یہ کہلا بھیجا کہ سعید ابن ابی فارس ایک نا تجربہ کار طفل کی عوض ابو العباس احمد ابن ابی سالم کو جو طنجہ میں قید ہے بادشاہ بنانا چاہیے تاکہ ٹکڑی کچھ فائدہ پہنچے۔ علاوہ اس کے سلطان محمد نے سب ذیل شرائط پر مدد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

(۱) قلعہ جبل الطارق واپس کر دیا جائے۔

(۲) بنی مرین کے شہزادے بغرض حفاظت اندلس بھیجے گئے جائیں۔

(۳) لسان الدین ابن الخطیب سلطان کے حوالہ کر دیا جائے۔

ابن عثمان نے ان شرائط کو منظور کر لیا اور طنجہ آکر ابو العباس احمد کو قید سے رہا کیا اور حکم دیا کہ جبل الطارق سلطان محمد کے سپرد کر دیا جائے سلطان

نے اس قلعہ پر قبضہ کرتے ہی فوج اور روپیہ سے ابن عثمان کی مدد کی۔ شروع

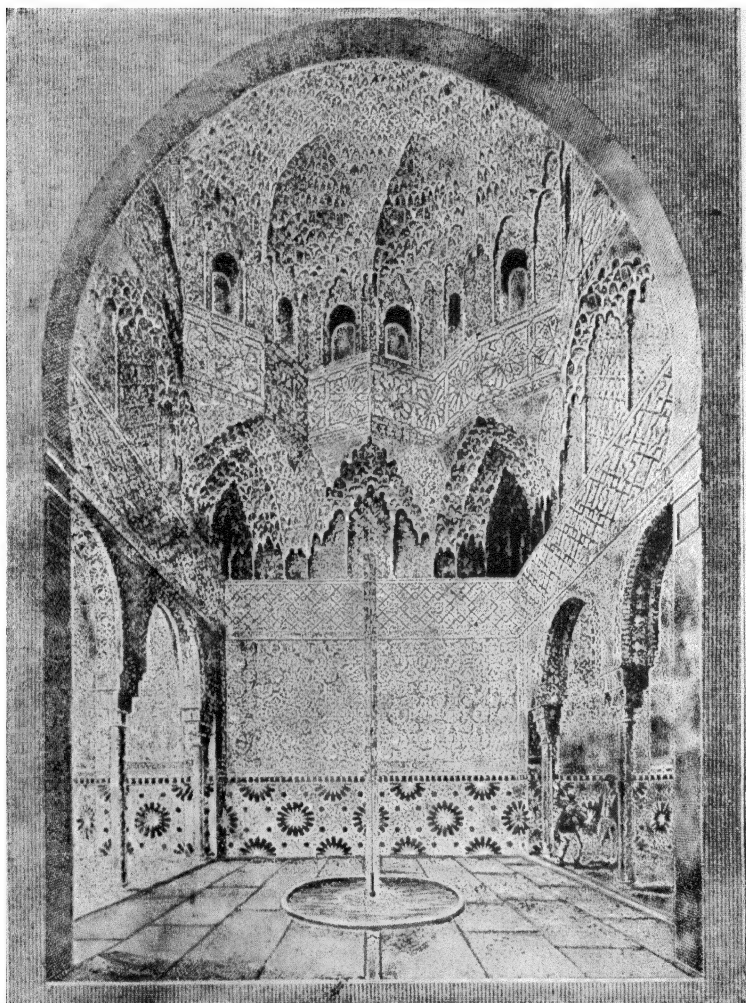
۷۷۶ء مطابق ۱۳۷۴ء میں احمد کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور یہ مظفر اور منصور

فاس میں وزیر محمد ابن عثمان اور سلیمان ابن داؤد کے ساتھ داخل ہوا

ابن الخطیب کو جب یہاں نہ پایا اور معلوم ہوا کہ یہ شہر سے بہاگ گیا ہے فوراً

اس کی تلاش شروع کی بالآخر اپنے دشمن جانی سلیمان ابن داؤد کی وجہ سے
 ابن الخطیب گرفتار ہو گیا محمد بن حم نے اپنے وزیر عبد اللہ ابن زمرق کو
 اس کے لانے کے لیے بھیجا اور ایک فرضی مقدمہ ابن الخطیب پر قائم
 کیا لیکن جب بعض مشہور عالموں نے اس کی طرف داری کی تو سلیمان نے
 اس خوف سے کہ کہیں دشمن برہی نہ ہو جائے ایک روز رات کو حلیٰ نہین
 ایسے کیتا ہی زمانہ آدمی کو قتل کر ڈالا۔





الحمراء کا ایک دالان



محمد نجم کا انتقال - یوسف ثانی - محمد ہفتم - اس کا اشیبیلیہ جانا محمد کی بادشاہ قسطل سے
 ملاقات - محمد ہفتم کا انتقال - یوسف ثالث - صلح کل - طرز حکومت - محمد ہشتم محمد الصغر
 کی بنیاد اور تخت نشینی - الصغیر محمد ہفتم کا انتقال - یوسف ابن لامر کی بنیاد - یوسف کا
 انتقال - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - محمد ابن عثمان کی بنیاد - ابن امیل

محمد نجم فرست ۹۳ء مطابق ۱۳۹۱ء میں انتقال کیا اور اس کا بیٹا یوسف ثانی تخت نشین ہوا
 یہہ مثل اپنے باپ کے نہایت رحم دل اور صلح پسند آدمی تھا چنانچہ تخت نشینی
 کے بعد ہی اس نے تمام عیسائی بادشاہوں کو اس امر کا پورا اطمینان دلایا کہ جو
 معاہدے کہ اس کے باپ نے ان لوگوں کے ساتھ کئے تھے ان کو یہ
 قائم رکھے گا۔ اس زمانہ کے عیسائی بادشاہوں میں سب سے سربرآوردہ قسطل کا
 بادشاہ تھا۔ سلطان نے اس کو یہ نہایت عمدہ کہوڑے ساز و سامان جو انہر کار سے
 آراستہ بطور تحفہ بذریعہ والی مالقہ بھیجے۔ بادشاہ قسطل نے سفیر کی حبسی کہ چاہئے

اعظیم و مکرم کی اور بوقت واپسی اس نے بھی بیش بہا تحفہ سلطان کر لیے روایت
 شخصی سلطنتوں میں بادشاہ کا کثیر الاولاد ہونا ہمیشہ ریاست کے لیے بہت
 مضر ثابت ہوا اور بعض اوقات تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بادشاہ کے مرنے کے
 قبل ہی بہائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ان میں سے جو کامیاب ہوا اس نے
 اپنے باپ کو تخت سے اتار کر اس کے زمانہ حیات میں سلطنت پر قبضہ کر لیا
 سلطان یوسف کے چار بیٹے یوسف اور محمد اور علی اور احمد نامی تھے ان
 سب میں محمد لایق اور ہوشیار تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان نے اس کے
 بڑے بہائی یوسف کو اپنا ولیعہد مقرر کیا ہے جب جاہ و سلطنت نے اس کو
 ایسا بیقرار کیا کہ اپنے باپ اور بہائی دونوں سے باغی ہو گیا اور مشہور کیا کہ ”
 سلطان نے جو یہ صلح کل کا برتاؤ دشمنان اسلام سے رکھا ہے اس کی خاص
 وجہ یہ ہے کہ یہ عیسائی مذہب کی طرف دل سے راغب ہے اور اس کے
 اختیار کرنے کے لیے صرف وقت کا منتظر ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی چند عیسائی
 اس کے پاس موجود ہیں جن سے یہ بہت محبت رکھتا ہے۔“ عوام الناس کو گمراہ
 کرنے میں دیر کب لگتی ہے۔ سلطان کی ظاہر طرز حکومت سے عامہ خلائق نے
 اس افواہ کو باور کر لیا اور محمد کی مدد پر آمادہ ہو گئی۔ نوبت بانخار سید کہ ایک روز

باغیوں نے قصر الحمر اور گوگھیر لیا قریب تھا کہ سلطان ہجوم رنج و غم سے سلطنت
 سے خود کنارہ کش ہوا اور حکومت اپنے باغی بیٹے کے سپرد کر دے کہ بادشاہ
 فاس کے سفیر نے سلطان سے بلاکشت خون اس بغاوت کے فرو کرنے کی
 اجازت حاصل کی اور اکیلا باغیوں کے مجمع میں گھس آیا اور ایک نہایت شہستہ
 اور پرائز تفریش شروع کی جس میں اس سفیر نے بنی امیہ اور المرابطین اور
 الموحدین اور بنی ہود کے زمانہ حکومت کو یاد دلایا کہ کہا کہ اسی خانہ جنگی کی
 بدولت یہ خاندان یکے بعد دیگرے تباہ ہوئے اگر یہ لوگ ایک دوسرے کو
 مارنے کی عوض متفق ہو کر عیسائیوں کے ساتھ لڑتے تو آج یہ دن تم کو کیوں
 نصیب ہوتا۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ یہ اسی باہمی نزاع کا نتیجہ ہے کہ تمام ملک
 اندلس تمہارے قبضے سے نکل گیا اور اب تمہارے طرز سے یہ صاف
 ظاہر ہے کہ اس چھوٹے سے حصے کو جس پر اب تم قابض ہو اپنے دشمنوں کے
 سپرد کیا چاہتے ہو بہتر یہ ہے کہ تم اس بغاوت سے دست بردار ہو ہمارا بادشاہ
 جہاد کا قصد رکھتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ اپنے لائق اور بہادر بادشاہ کا ساتھ
 دو۔ اس تقریر نے عوام الناس پر خاطر خواہ اثر کیا اور باغی بلاکشت و خون پسینے
 گہروں میں چلے آئے۔ گو سلطان یوسف کا خیال جنگ کا نہ تھا لیکن اب بصلحت

و نیز بصواب دید سفیر مذکور بعد اعلان جہاد شہر مصر سیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ نیز متعدد لڑائیاں واقع ہوئیں۔ ہمیشہ عرب کامیاب رہے۔ چونکہ سلطان یوسف جنگ کی طرف بالکل متوجہ نہ تھا اس نے بادشاہ قسطلہ کے پیام صلح کو بلاتامل منظور کر لیا اور جو مال و اسباب کہ ان لڑائیوں میں اس کے ہاتھ آیا تھا وہ اپنی فوج میں تقسیم کرتا ہوا غرناطہ چلا آیا۔ ۷۹۷ء میں حاکم القنطرہ نے بلاوجہ موجہ غرناطہ کے قریب ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان فوراً مقام واقعہ پر پہنچا اور عیسائیوں شکست دیکر اپنی حد و دوسے خارج کر دیا۔ گویہ یورش بادشاہ قسطلہ کے اشارے سے ہوئی تھی۔ مگر مسلمانوں کی کامیابی پر اس نے اپنے افسر فوج پر اس خلاف معاہدہ جنگ کا الزام عائد کیا۔

۷۹۸ء مطابق ۳۹۶ھ میں سلطان یوسف نے انتقال کیا اور چونکہ پہلے ہی سے محمد نے تمام امرائی ریاست کو اپنی طرف کر لیا تھا باپ کے مرتے ہی تخت نشین ہوا اور فوراً اپنے بڑے بہائی یوسف کو قلعہ شلو یانیہ میں قید کر دیا۔ محمد ہفتم نے بعد تخت نشینی بادشاہ قسطلہ کے حالات سے ذاتی و قہنیت حاصل کرنے کی غرض سے اشبیلیہ جانے کا ارادہ کیا چونکہ یہاں عیسائی کی ریاکاری اور دغا بازی سے بخوبی واقف تھا اس نے علانیہ اس کے

پاس جانا مناسب نہ سمجھا غرناطہ میں جہاد کی خبر مشہور کی اور سرحد تک فوج کے ساتھ آیا مہان فوج کو چھوڑ کر خود مع پچیس دلیہ ہراہیون کے لباس سفیر اشبیلیہ روانہ ہوا بادشاہ قسطلہ نے اس کو اپنے محل خاص میں مہمان کہا محمد ہفتم نے اپنے رمانہ قیام میں تکمیل معاہدہ تمام حالات بادشاہ و ملک دریافت کر لیے اور بعد حصول مقصد بغیر افشائی راز غرناطہ واپس چلا آیا۔

واقعہ مذکور کے بعد ہی عیسائی فوج نے جو سرحد کے قریب مقیم تھی معاہدوں کے بالکل خلاف غرناطہ کی حدود میں داخل ہو کر مقامات کو تباہ اور رعایا کو پریشان کرنا شروع کیا۔ ایسی حالت میں سلطان کو یہ چاہیے تھا کہ ان لوگوں کو اپنی سرحد کے باہر کر دیتا اور بعض معاہدہ بادشاہ قسطلہ سے کرتا لیکن سلطان نہایت مدبر اور شجاع آدمی تھا اور جنگ کے لیے حیلہ ڈھونڈا کرتا تھا ایسے عمدہ موقع کو بہلایہ کب ہاتھ سے جانے دیتا۔ اس نے بادشاہ قسطلہ سے کسی قسم کی شکایت نہیں کی اور اسی وقت یلغار کرتا ہوا دور تک عیسائیوں کے ملک میں نکل آیا۔ بعض قلعوں اور شہروں پر قبضہ اور جو مقامات سرحد سے دور تھے ان کو تاراج کرتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت کے ساتھ باہمی تحت واپس آیا جس وقت ان واقعات کی اطلاع بادشاہ قسطلہ کو ہوئی تو

فوراً سفیروں کے ذریعہ سے شکایت و درخواست کی بر بنائی صلح نامہ جن مقامات
 پر عربوں نے قبضہ کیا ہے وہ واپس کر دے جائیں سلطان نے جواب دیا کہ
 سلسلہ لڑائی کا تمہاری سرحدی فوج نے شروع کیا اور ہمارے ملک کو بہت
 نقصان پہونچا لہذا شکایت ہو کر فی چاہئے تھی نہ کہ مکوہم نے مجبوراً محض اپنی
 حفاظت اور سرحد کی مضبوطی کے لئے چند قلعوں پر قبضہ کیا ہے۔ عیسائی کو یہ
 مذہب جواب نہایت ناگوار گزرا اور اس نے اپنے فوجی افسروں کو حکم دیا۔
 کہ وہ چاروں طرف سے غرناطہ پر حملہ کریں اور جبرائیل سلطان سے معاہدہ کی
 تعمیل کرا میں محمد ہاشم نے جب عیسائیوں کو آمادہ جنگ دیکھا تو یہ بھی ان کے
 مقابلہ کی غرض سے آگے بڑھا۔ چونکہ عیسائیوں نے ایک ہی دفعہ مختلف مقامات
 پر یورش کی تھی۔ عربوں کو بھی مجبوراً اپنی فوج کو تقسیم کرنا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 جنگ میں طوالت ہوئی اور دونوں طرف کی بہت کچھ فوج کام آئی۔ مگر زیادہ نقصان
 عربوں کو پہونچا۔ سلطان نے دیکھا کہ اس طرح قیامت تک بھی لڑائی کا تصفیہ نہ ہوگا
 لہذا اس نے کوشش کی کہ چاروں طرف سے عیسائیوں کو گھیرتا ہوا ایک مقام
 پر لے آئے اور یہاں اپنی مجموعی قوت سے ان کا مقابلہ کرے مگر موسم سرما کے
 باعث جنگ میں کچھ توقف ہوا۔ اسی اثنا میں بادشاہ قسطلہ مر گیا اور اس کا

شیر خوار بٹیا کھچی اٹخت پر بیٹھا۔ چونکہ کھچی ابھی پورا ایک سال کا بھی نہ تھا اس کا
 بچا فردلند مہات سلطنت کا متکفل مقرر ہوا۔ اس شخص نے جنگ کو بدستور قائم کر لیا
 اور بہت کچھ کامیابی بھی حاصل کی۔ عیسائیوں کی فوج بمقابلہ عربوں کے کہین
 زیادہ تھی لہذا سلطان محمد نے ایک دوسرا طرز جنگ اختیار کیا یعنی ایک طرف
 ان عیسائیوں کو اپنے حصول مقصد میں مشغول رکھا اور خود فوج لیکر دوسری طرف
 جیان پڑھت آرا ہوا اس سے یہ فائدہ ہوا کہ عیسائی اپنی تہکی ماندی فوج کو جیان
 کی طرف لانے پر مجبور ہوئے اور چونکہ فوج کی نقل و حرکت آسان تھی فردلند
 نے فی الحال صلح کر لی۔ ^{۱۲۸۵} مطابق ۱۲۸۵ء میں سلطان محمد ہاشم سات ہزار
 سوار اور بارہ ہزار پیادوں کی جمعیت سے بغرض فتح القیدات کوچ کیا۔ راستے
 میں عیسائی اس کے سدراہ ہوئے اور ایک سخت لڑائی واقع ہوئی۔ جب افسران
 فوج نے دیکھا کہ فوج لڑتے لڑتے تھک گئی ہے اور فریقین میں سے غالب
 و مغلوب نظر نہیں آتا۔ جانبین سے یہ رائی قرار پائی کہ آٹھ مہینے کے واسطے
 جنگ ملتوی رہے جس کو فریقین نے منظور کیا اور صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔
 اس مدت کے ختم ہونے کے قبل سلطان بہت سخت بیمار ہوا جب اس نے

دیکھا کہ میرا بچہ دشوار ہے تو اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کیا اور اس خیال سے کہ
 مباد امیر اہل ہائی یوسف فساد برپا کرے اس نے فوراً خفیہ طور پر یوسف
 کے قتل کا حکم جاری کیا جب یہ حکم قلعہ مذکور میں پہونچا تو یہاں کا قائد شہزادہ یوسف
 کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا یوسف نے اپنے حسن سلوک سے حاکم قلعہ
 کو اپنا سچا دوست بنالیا تھا جب یہ حکم قائد نے پڑھا تو نہایت متفکر ہوا اور تابذیر
 حالت سکوت میں رہا یوسف اس کی پریشانی سے فوراً سمجھ گیا کہ اب میرا زندہ
 رہنا محال ہے اور جب بعد اصرار مضمون فرمان سے مطلع ہوا تو یوسف نے
 درخواست کی کہ تھوڑی مہلت مجھ کو دی جائے تاکہ میں اپنے رشتہ داروں سے
 رخصت ہوں۔ یہ لوگ انہیں باتوں میں مشغول تھے اور حکم بربذہ تعمیل حکم شاہی
 میں تشدد کر رہا تھا کہ اتنے میں چند اعیان سلطنت وارد ہوئے اور سلطان محمد مفتاح
 کے انتقال کی خبر سنا لی اور یوسف کو تخت نشینی کی مبارکباد دی یوسف ان
 اخبار پریم ورجاسی گاہے محزون و گاہے مسرور حالت سکتے میں بیٹھا رہا مگر جب اس کے
 ہوش و حواس درست ہوئے اور ان امر کے کلام سے بوی صدق آئی تو یہ فوراً
 غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔

لے جب کرا و پتھر ہو چکا ہے محمد مفتاح تخت نشینی کو بعد ہی اپنے بڑے بہائی یوسف کو قلعہ شلوایہ میں مقید کر دیا تھا۔

سلطان یوسف نے جلوس کے بعد ہی بذریعہ امیر عبد اللہ بادشاہ قسطلہ کو اپنی تخت نشینی کی اطلاع دی اس امیر نے یہاں آکر بادشاہ کے کہا کہ ہمارے صلح پسند اور رحم دل سلطان کا دلی مقصد یہ ہے کہ اپنے ہمسائے ارتباط و دوستی قائم رکھے تاکہ عامہ خلایق کو امن و آسودگی حاصل ہو۔ لہذا جو معاہدے کہ محمد ہاشم نے تمہارے ساتھ کیے ہیں اگر تم ان کو قائم رکھنا چاہو تو سلطان بلا تامل ان کو منظور کر لے گا۔ بہت کچھ خط و کتابت اور معاہدوں کے تغیر و تبدل کے بعد یہ قرار پایا کہ دو سال تک جانین سے جنگ ملتوی رہے بعد اختتام مدت مذکور سلطان یوسف نے اپنی نیک نیتی اور صلح کل طرز حکومت کا یہ دوسرا ثبوت دیا کہ اپنے بہائی علی کو بغرض توسیع مدت بادشاہ قسطلہ کے پاس بھیجا مگر عیسائیوں نے اس صلح آمیز طرز کو کم قوتی اور کم جہتی پر محمول کیا اور یہ گستاخانہ جواب دیا کہ اگر تمہارا سلطان ہر سالانہ خرچ دینا قبول کرے تو تم تمہارا درخواست پر لحاظ کریں گے علی نے اس یہودہ درخواست کو اسی وقت منظور کر دیا اور غرناطہ واپس چلا آیا۔

ان واقعات کے بعد ہی فردلند فوج کثیر غرناطہ کی سرحدیں داخل ہوا اور اس قعرہ کا محاصرہ کر لیا۔ عربوں نے فوج محصورین کی امداد کے واسطے

یہ بھی اور اندر اور باہر دونوں طرف کے عیسائیوں کو اس قدر نقصان پہونچایا کہ
 قریب تہا کہ یہ ناکام اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ اسی اثنا میں فرولند نے
 اندر بھیجی اور یہ حکم دیا کہ قلعہ کے گرد ایک دیوار کھینچ دیجائے تاکہ وہ فوج جو قلعہ کے
 اندر مقیم ہے باہر نہ نکل سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجودیکہ سلطان کے بہائی
 علی اور احمد نے باہر سے نہایت ہمت اور جرأت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔
 مگر اہل قلعہ کو رہائی نہ دیکے اور بالآخر بوجہ فاقہ کشی اہل قلعہ نے اس وعدے پر کہ
 عیسائی صحیح و سالم چلے جانے دین گے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور عیسائی اس
 تمام حصہ ملک پر قابض ہو گئے۔

جبکہ سلطان اس جنگ میں مصروف تھا قلعہ جبل الطارق کی رعایا اپنے
 حاکم کے ظالمانہ طرز حکومت سے اس قدر پریشان ہوئی کہ بالآخر اس نے خفیہ
 طور پر ابوسعید بادشاہ فاس سے درخواست کی کہ خدا کے لئے اس ظلم و ستم
 سے نجات دو اس بادشاہ کو ملک اندلس میں اپنی حکومت قائم کرینکا خیال تک
 نہ تھا لیکن اس کے بعض خود غرض مشیروں نے بلا سبب اس کے ہمنام بہائی
 ابوسعید ایک باخدا اور صاف باطن شخص سے اس کو بدظن کر دیا تھا لہذا اس کو
 یہ عمدہ موقع اپنے بہائی کے باہر بھیج دینے کا ملا اور اس نے ابوسعید کو حکم دیا

کہ جہان تک جلد ممکن ہو سکے دو ہزار فوج لیکر اس قلعہ پر قبضہ کر لو ابو سعید
 بادشاہ کے خیالات سے بالکل بے خبر حسب الحکم اندلس آیا اور جبل الطار
 کا محاصرہ کر لیا باوجودیکہ یہاں کی رعایا نے اس کو ہر طرح مدد دی لیکن اس مستحکم
 قلعے کو یہ شہزادہ فتح نہ کر سکا سلطان یوسف کو جب اس یورش کی خبر پہنچی تو
 اس نے فوراً جو فوج کہ یہاں ایسے نازک وقت میں علیحدہ کر سکتا تھا اپنے بہائی
 احمد کو دیکر حاکم قلعہ کی مدد کے لیے بھیجا ابو سعید نے اس مدد کے آنے کی
 خبر سن کر اپنے بہائی سے فوج و سامان کی درخواست کی مگر اس کے بہائی کی
 خواہش یہی تھی کہ یہ شہزادہ کسی طرح گرفتار و قتل ہو اس نے چند بیکار ہزار جو
 جنگ میں کچھ بھی مدد نہ دے سکتے تھے ظاہر اہم ردی جانے کے لیے بھیجے
 شہزادہ ابو سعید نے جب اپنے بہائی کو اس قدر بے پروا اور اپنے من و توت
 مقاومت نہ پائی تو اس نے احمد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ باغی رعایا کی خطا
 معاف کر دی جائے گی احمد اس شہزادہ کے ساتھ نہایت اخلاق و مروت
 پیش اور اس کو اپنے ہمراہ بطور میہمان لے کر پایتخت واپس آیا اس واقعہ کے کچھ روز
 بعد بادشاہ فاس نے بذریعہ سفیر یہ درخواست کی کہ ابو سعید کسی ترکیب سے
 مارڈالا جائے۔ مگر یوسف کو اپنے بہائی کی ظلم و زیادتی اور اپنی سادہ دلی اور

نیک نیتی یاد تھی اس نے صرف اس درخواست ہی کو نامنظور نہیں کیا بلکہ
 بادشاہ کے خطوط اس کے بہائی کو دکھائے اور کہا کہ اگر تو اپنے بہائی سے
 انتقام لینا چاہے تو میں تجھ کو فوج اور روپے سے ہر طرح مدد دینے پر راضی
 اور اگر تو اس کی اس قبیح حرکت سے درگزر کرے تو میں تجھ کو یہاں عمدہ سے
 عمدہ مکانات رہنے کے لیے دینے کو تیار ہوں ابو سعید اپنے بہائی
 کے اس ارادے سے بالکل لاعلم اس کے ساتھ دلی محبت رکھتا تھا۔
 جب اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے محض اس کی تباہی کے لیے اس کو انڈس
 بھیجا تھا غم و غصے سے اس کی حالت متغیر ہو گئی اور اس نے فوراً انتقام کا
 قصد ظاہر کیا یوسف تمام سامان جنگ اس کے لیے مہیا کر دیا۔ ۸۲
 مطابق ۱۱۷۱ عین یہ المیرہ سے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا اور بادشاہ
 فاس مطمئن تھا کہ یوسف نے ضرورتاً تک ابو سعید کا کام تمام کر دیا ہوگا۔
 کہ دفعتاً اس کو خبر ہوئی کہ شہزادہ عربوں کی فوج اور نیز افریقہ کے مختلف قبیلوں
 ساتھ لیے دارالسلطنت کی طرف بجلت تمام آ رہا ہے۔ شہر فاس کے قریب
 جنگ واقع ہوئی بادشاہ کو شکست کامل ملی اور یہ شہر مین پناہ گزین ہوا۔ رعایا نے
 جب دیکھا کہ بادشاہ کی حفاظت مین قریب قریب تمام فوج کام اچکی ہو اور ابو سعید

کی فوج میں کسی طرح کی کمی نظر نہیں آتی بلا اجازت دروازے شہر کے کھول دئے اور شہزادہ ابو سعید کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس کے بہائی سلطان ابو سعید نے چند روز کی قید سخت کے بعد رحلت کی ابو سعید ثانی نے تخت پر بیٹھ کر ہی اپنے معاون و سرپرست سلطان یوسف کو قیمتی تحفے بھیجے اور مدتِ عمر کا سچا بیٹھا بنا دیا۔
 ۲۲ء میں فردلند نے حسبِ خواہش یوسف دو سال کے لئے صلح کر لی اور جب یحییٰ عمر بلوغ کو پہنچا اور اپنے چچا کو علیحدہ کر کے عنانِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا تو اپنی مان کے حسبِ ہدایت صلح کی مدت کو بڑا دیا۔
 یوسف کے عدل و صلح پسند طرزِ حکومت کا اثر مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر ایسا پڑا تھا کہ عیسائی محکوم و غیر محکوم اپنے نزاعوں کے تصفیہ کا دار و مدار اسی پر منحصر کرتے تھے یوسف نے ۲۳ء بمطابق ۲۴ء عرین انتقال کیا اور جنتِ اعراب میں جہانِ شاہانِ غرناطہ دفن تھے دفن ہوا۔

یوسف کے بعد اس کا بیٹا محمد ہشتم سربراہی حکومت ہو معاملات خارجہ میں یہ یوسف کی تقلید کرتا رہا۔ چنانچہ تخت نشینی کے بعد ہی اس نے سفیروں کو

لے یعنی جانِ شاہِ قسطلہ لے یہ کوئی چھوٹی سی بات تھی عیسائی نسبت اپنے مقوم مذہب بادشاہوں کے ایک مسلمان کو اپنا قاضی بنانے اس کے متعلق جس سے عربوں کی کمالِ عدل گسٹری اور روشن خیالی ثابت ہوتی ہے میں ذرا بے دیا چین اتوال ہوئے اہل یورپ پیش کر کے اس واقعہ کو ثابت کیا ہے۔ دیکھو جلد اول دیا چہ صفحہ ۱۔ نوٹ (۱)

قسطلہ اور افریقیہ بیجا اور موجودہ معاہدوں کی تجدید کے بعد ان کی تکمیل و
 و تعمیل میں اس نے سرمو فرق نہ ہونے دیا اور ان بادشاہوں کو اپنا دوست
 بنائے رکھا۔ کاش یہ اپنی عزیز رعایا کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ رکھتا اور
 ان کی دل جوئی کرتا تو یہ بھی مثل اپنے باپ کے ہر دل عزیز بنا رہتا مگر افسوس
 کہ دشمنوں کے ساتھ تو اس نے دوستانہ تعلقات قائم کیے اور اپنے
 دوستوں کے ساتھ نہایت بے اعتنائی و بے وفائی سے پیش آیا۔ رعایا
 تو ایک طرف امرا اور اعیان سلطنت کو بھی یہ نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا
 اور علانیہ ان کی توہین و آبروریزی کرتا اور اپنی اس نازیبا حرکت سے نہایت
 محظوظ ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں امیرزادے بلکہ تمام ملک کے شرفاں سپاہ گری
 پر فخر اور اس کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کرتے اور روزانہ خاص
 خاص مقامات پر جمع ہو کر مشق میں مصروف رہتے تھے۔ ان لوگوں کو اس طرف
 راغب کرنے کی غرض سے پادشاہ وقت بذات خود ان کاموں میں ان کا
 شریک رہا کرتا تھا لیکن محمد شہم نے ان تمام باتوں کو کلیخت موقوف کر دیا۔
 یہ وہ دن رات اپنے محل میں پڑا رہتا اور صرف اپنے کم رتبہ ملازموں کی صحبت
 میں اپنا عزیز وقت خراب کیا کرتا تھا آخر کار ان حرکات نازیبا اور افعال ناشائستہ

نے امیر و غریب کو اس سے متنفر کر دیا اگر لایق اور خاندانی قاضی غناطہ امیر یوسف
 اس کا وزیر موجود نہ ہوتا تو رعایا اس کو ضرورتاً تخت پر سے اتار دیتی۔ اس امیر کی
 محض ذاتی وقعت اور رعب و اب نے عامہ خلایق کو بغاوت سے باز رکھا۔
 مگر بے اعتدالیوں کی بھی ایک حد ہوتی ہے جب ظلم و زیادتی اپنی حد سے
 تجاوز کر گئے تو وزیر یوسف بھی جو سلطان کو راہ راست پر لانے سے
 بالکل ناامید ہو چکا تھا بغاوت کو نہ روک سکا اور محمد الصغیر نے ایک روز
 موقع پا کر شہر پر قبضہ کر لیا محمد ہاشم بدقت تمام شہر سے باہر آیا اور ایک غریب
 ملاح کی شکل بنائے ابو فارس بادشاہ تونس کے پاس بہاگ آیا۔
 اس بادشاہ نے اس کی بہت کچھ خاطر و مدارات کی اور مدد دینے کا بھی عہد کیا
 محمد نہم نے ملک پر قبضہ کرتے ہی امراء کو اپنا طغیان بنانا چاہا ایک حد
 تک اس میں کامیابی بھی ہوئی مگر اس سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے وزیر
 یوسف کو بلا وجہ اپنا دشمن بنا لیا۔

یوسف جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں ایک مشہور خاندان کا رکن اور با وقعت
 امیر اور دیگر مملکت سے قربت رکھتا تھا اس کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے
 سلطان کی بدظنی معلوم ہوئی تو یہ مع پندرہ سو امیروں کے مر سیہ بہاگ آیا

اور یہاں سے اس نے بعد حصول اجازت بادشاہ قسطلہ کے پاس جا کر محمد
 نہم کی ظلم و زیادتی کی شکایت کی اور اس کو اپنے بادشاہ یعنی محمد ہشتم کی مدد پر
 آمادہ کرنا چاہا اس عیسائی نے مسلمانوں کو آپس میں لڑائے کا عمدہ موقع دیکھا۔
 اور بعد غور و تامل کے راضی ہو گیا اور راضی دی کہ چند باغی امیر اس کے سفیر کے
 ساتھ بادشاہ طونس کے پاس جائیں اور اس کو اپنا معاون بنانے کی کوشش
 کریں۔ بادشاہ مذکور پہلے ہی سے ہموار کر چکا تھا اس سفارت کے پہونچتے ہی
 اس نے پانچ سو سوار اور ایک معقول رقم فوج و سامان کے لئے
 دیکر محمد ہشتم کو اندلس روانہ کیا۔ یہاں فریووسف نے اپنے آقا کے اگلے
 بڑاؤ کا اثر بہت کچھ مٹا دیا تھا۔ جب سلطان اندلس میں داخل ہوا تو صوبہ المیرہ
 کی رعایا نے اس کی مدد دینے کا اقرار کیا محمد نہم کو جب اس کے اندلس میں
 آنے اور اس کا میابی کی اطلاع ہوئی تو اس نے تعجیل تمام اپنے بہائی کو
 سات سو سوار دیکر اہل فریقہ کے مقابلے کے لئے بھیجا مگر فریووسف کے طرفداروں
 نے سازش کا ایسا جال بچھایا تھا کہ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے
 ہوئیں تو آدمے سے زیادہ عرب اپنی شاہ سابق سے آئے اور الصغیر کا بہائی
 غرناطہ بہاگ آیا محمد ہشتم آگے بڑھتا ہوا غرناطہ پہونچا الصغیر نے پہلے مقابلہ

قصہ کیا اور احمر امین قلعہ بند ہو گیا لیکن جب دیکھا کہ تمام رعایا اس کے بہائی کی مدد پر آمادہ ہے تو اس نے اپنے مشیروں کے حسب ہدایت قصر کے دروازے کھول دیے سلطان نے الصغیر کو فوراً قتل کر ڈالا اور دوبارہ ۳۳۳ھ بمطابق ۱۳۳۰ء عرین تخت پر بیٹھا۔

تجربہ نے سلطان محمد ہشتم کو اب ہوشیار کر دیا تھا اس نے اپنی طرز حکومت کو بالکل بدل دیا اور اپنی عزیز رعایا کی دل جوئی اور دل سوزی سے بنیاد سلطنت کو مستحکم کرنا چاہا اور اپنے سچے خیر خواہ یوسف کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا بعد ازاں سلطان نے کوشش کی کہ باہمی بادشاہ قسطلہ سے دوامی صلح کا معاہدہ ہو جائے بادشاہ قسطلہ نے جواب دیا کہ جو رقم کہ میں نے تم کو بطور قرض دی تھی اس کو اور مجھ کو خراج دینا قبول کرو۔ محمد ہشتم نے ان شرائط کو نامنظور کر دیا۔ چونکہ اسی وقت یہ عیسائی بادشاہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا کسی قسم کا فساد برپا نہ ہوا کہیں اس نے بادشاہ تونس سے سلطان کی وعدہ خلافی اور احسان اموشی کی شکایت کی اور اس کو راضی کر لیا کہ اگر ہم دونوں میں لڑائی ہوئی تو وہ سلطان کی مدد کرے بادشاہ تونس نے سلطان کو مشورہ دیا کہ اس عیسائی کی جائز درخواستوں کو منظور اور جو رقم اس نے دی تھی وہ ادا کر دو۔ اسی اثنا میں

یہی نے باغی عیسائیوں سے صلح کر لی اور دو مختلف راستوں سے غرناطہ پر حملہ کیا۔ جس فوج نے قازر لاپر پورش کی تھی اس کو عربوں نے کامل شکست دی مگر قمر قاش کی طرف عیسائیوں نے متعدد قلعوں کو فتح کیا اور اس حصہ ملک کو تباہ و تاراج کرتے ہوئے بے انتہا مال غنیمت کے ساتھ قمر طیبہ واپس چلے گئے۔

باوجودیکہ رعایا نے سلطان کا پورے طور پر ساتھ دیا اور سلطان نے بھی اپنے کو عملاً خیر خواہ قوم اور ملک ثابت کر دیا تھا۔ تاہم بعض خود غرض کو تہ اندیش امیروں کی طرف سے اس کو اطمینان نہ تھا۔ چنانچہ اس کا یہ شبہ صحیح نکلا اور ایسے نازک وقت پر جبکہ عیسائی ملک کو برباد کر رہے تھے ایک مشہور و متمول امیر یوسف ابن الاحمر نے بغاوت کے علم کو بلند اور بادشاہ قسطلہ کو دوبارہ جنگ پر بدین وعدہ آمادہ کیا کہ تادم مرگ میں اپنے سر پرست کو خراج ادا کرتا رہنؤگا اور بوقت ضرورت آٹھ ہزار فوج سے مدد دون گا۔ عیسائی کے لئے یہ بغاوت نعمت غیر مترقبہ تھی اس نے بلا تاہل اس امیر کی درخواست کو قبول کر لیا۔ باغی مسلمان اور عیسائی دونوں البیرہ کے پہاڑوں کے دامن میں خمیڑن

ہوئے یہاں ایک جنگ عظیم واقع ہوئی اور صبح سے شام تک دونوں فوجیں
 برابر لڑتی رہیں شام کے قریب جب سلطان نے دیکھا کہ ہزاروں مسلمان شہید
 ہو گئے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ دشمنوں کی نسبت بہت کم ہیں جو مرنے والے
 پریشان شہر میں داخل ہوا۔ عیسائی فوج کا بھی ایک بہت بڑا حصہ کالم آپکا تھا اور جو
 فوج کہ باقی رہ گئی تھی وہ اس قابل نہ تھی کہ دوسرے روز اپنی اس کامیابی سے
 کچھ فائدہ اٹھائے۔ پس بادشاہ قسطلہ نے ابن الاحمر کے اصرار اور خوشا
 پر توجہ نہیں کی اور قرطبہ واپس چلا گیا۔ مگر یہاں پر اس باغی امیر کا دل بڑھانے کی
 غرض سے بادشاہ قسطلہ نے دربار عام میں اس کو اپنی طرف سے بادشاہِ عمر طہ
 بنایا اور آئندہ مدد دینے کا وعدہ کیا ابن الاحمر حد و غرناطہ میں داخل ہوا اور
 زندہ اور لوشہ وغیرہ مقامات پر سرحدی عیسائیوں کی مدد سے قبضہ کر لیا۔ اور
 یہاں سے اس نے ایک خط شکریہ کا بادشاہ قسطلہ کے پاس بھیجا اس میں اپنے
 اس عیسائی کو اپنا سرپرست تسلیم اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا اور نیز یہ تحریر کیا
 کہ بروقت جنگ فوج و سامان سے اپنے سرپرست کی مدد کرتا رہوں گا اور جب
 کہی بادشاہ جبل طلیہ طہ سے گزر کر غرناطہ کی طرف آئے تو یا تو بذات خود دوبار
 میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت و فرمان برداری کا ثبوت دے گا اور اگر نہ آسکا تو پھر اہل کو نیا بنائے گا

عیسائیوں کا دلی مقصد یہی تھا کہ یہ چھوٹا سا حصہ ملک اندلس کا جو مسلمانوں نے
 قبضہ میں باقی رہ گیا ہے اس پر یہی کسی نہج سے قابض ہو جائیں لہذا بادشاہ قسطلہ
 نے اس بغاوت کے قایم رکھنے کی کوشش کی اور ابن الاحمر کو فوج
 و سامان سے مدد دیتا رہا۔ یہ امیر امداد کے پہونچتے ہی غرناطہ کی طرف روانہ
 ہوا۔ سلطان نے بھی اپنے جان نثار وزیر یوسف کو اس کے مقابلہ کی
 غرض سے بھیجا۔ ^{۳۳}۳۴ء مطابق ۳۳۴ھ میں ان دونوں امیروں میں بہت
 لڑائی واقع ہوئی جس میں وزیر یوسف قتل ہوا اور اس کی فوج ہزیمت خورہ
 غرناطہ کی طرف بھاگ گئی۔ اس شکست سے اہل غرناطہ کچھ ہراسان و معوج
 ہوئے کہ سب نے سلطان محمد کو مشورہ دیا کہ دشمن غرناطہ کے قریب پہونچا
 ہے اور ہمارے پاس اتنی فوج نہیں کہ ہم اس کا مقابلہ کریں بہتر ہوگا کہ اس کے
 آنے کے قبل ہی تو یہاں سے چلا جا۔ سلطان کو مجبوراً اس رائی کی پابندی کرنی
 پڑی اور یہ اپنے عیال و اطفال اور جو خزانہ کہ احمر، امین جمع تھا لیکر بالقمین
 جہان ہنوز اس کے طرفدار باقی تھے پناہ گزین ہوا۔

ابن الاحمر نے جب میدان کو بالکل خالی پایا تو اس نیت سے کہ رعایا
 بدول نہ ہو جائے تمام فوج کو اس نے شہر کے باہر چھوڑا اور صرف چھ سو سواروں کے

ساتھ غرناطہ میں داخل ہوا اور قصر الحمر میں تمام امراء و اغزہ شہر کو حاضری کا حکم دیا اور سب سے اطاعت و فرمان برداری کا حلف لیا۔ اور پھر اس نے ایک خط مضمون ذیل بادشاہ قسطلک کو بھیجا۔

یوسف محمد ابن الاحمر بادشاہ غرناطہ تمہارا مطیع و فرمان بردار بعد اظہار عقیدت و نیاز مندی معروضہ کرتا ہے کہ میں سید ما غرناطہ آیا اور یہاں کے تمام امراء و علماء نے مجھ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ یہ دن مجھ کو خدائی تعالیٰ کے فضل و کرم اور تمہاری عنایت و مدد سے نصیب ہوا۔ سلطان محمد ہاشم مع اپنے رشتہ داروں کے مالقہ کی طرف بہاگ گیا لیکن جانے کے قبل جو مال و اسباب کہ الحمر میں جمع تھا تمام و کمال اپنے ساتھ لے گیا اور اب میں تمہارے فوجی افسر کو سلطان کے تعاقب میں مالقہ روانہ کیا ہے مجھ کو امید ہے کہ اپنے سرپرست کی مدد سے میں اس کو گرفتار کر لوں گا۔“

یہ عیسائی مسلمانوں کی بربادی کی خبر سن کر دل میں بہت خوش ہوا۔ اور ابن الاحمر کو اس کامیابی کی مبارکباد دی۔ اس کے بعد ہی بادشاہ تونس کا ایک خط اس کے پاس بدین مضمون پہنچا کہ ”سلطان محمد کو زیادہ پریشان کرنا مجھ کو گوارا نہیں میں امید کرتا ہوں کہ تم اپنی رقم وصول کرنے پر اکتفا کرو گے۔“ اس

عیسائی نے سلطان محمد کی حالت پر بہت کچھ رنج و افسوس ظاہر کیا اور لکھا کہ
 ”میں خود سلطان کو تخت سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن جب یہ فعل وقوع میں
 آچکا ہے تو اب اس کا انسداد میرے دست قدرت میں نہیں ملے گا البتہ اس کے
 دشمنوں کی مدد دینے کا اعتراف با افسوس ہے۔“

ابن الاحرار کو یہ خلاف امید کامیابی اس وقت حاصل ہوئی تھی کہ جب
 اس کا آفتاب عمر قریب غروب پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ تخت نشینی کے چھ مہینے کے
 بعد اس نے انتقال کیا اور محمد ہاشم تیسری بار تخت پر بیٹھا۔ اس نے امیر عبد القیوم
 کو اپنا وزیر مقرر کیا اور اس کے حسب راسخی شاہان قسطلہ و تونس سے صلح
 کی درخواست کی۔ عیسائیوں نے مصلحت وقت ایک سال جنگ کو ملتوی رکھا
 اس مدت کے ختم ہوتے ہی باہمی محاربات شروع ہو گئے جن میں کبھی عیسائی اور
 کبھی مسلمان غالب ہو گئے۔ ۱۳۳۷ء اور ۱۳۳۸ء میں امیر عبد البار فوج
 عرب کے مشہور سپہ سالار نے قمر قاش اور وادی آش کے قریب عیسائیوں
 متواتر شکستیں دیں اور ان کے علم اور سامان پر قبضہ کر لیا۔

جبکہ عرب اس طرف جنگ میں مصروف تھے عیسائیوں نے دوسری طرف
 ان کے ملک پر حملہ کیا اور بعض بعض مشہور شہروں اور قلعوں کو فتح کر لیا۔ سلطان محمد

نے جب دیکھا کہ اس کی فوج میں اب مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی تو اس نے
 عیسائیوں کو صلح پر آمادہ کرنا چاہا مگر بادشاہ قسطلہ نے ایسے شرائط پیش کیے
 جن کو یہ اگر منظور کر لیتا تو قلعہ وادی آتش اور بنیہ جو پایہ تخت کے بالکل قریب
 تھے عیسائیوں کے قبضے میں چلے جاتے مجبوراً اس کو جنگ کا سلسلہ قائم کرنا
 پڑا۔ اس اثنا میں عیسائیوں نے جبل الطارق کا محاصرہ کر لیا ان کی متواتر
 کامیابیوں نے ان کو ایسا بے فکر کر دیا تھا کہ عیسائی میدان جنگ کو اپنا گہر بھکھ
 آرام سے سو رہا کرتے تھے۔ اہل قلعہ نے ایک رات موقع پا کر ان کی فوج
 پر شیون مارا۔ اس میں عیسائیوں کے بعض مشہور افسر قتل ہوئے اور فوج حالت
 پریشانی میں جد ہر منہہ اوٹھا ہوا نکلی۔ بہت قتل ہوئے ہزاروں دریا میں ڈوب کر
 مر گئے۔ جس وقت عرب جبل الطارق کی دیواروں کے سامنے عیسائیوں کو
 قتل و غارت کر رہے تھے قریب قریب اسی وقت سلطان محمد کے وزیر یوسف
 کا بیٹا ابن سراج ایک مشہور عیسائی افسر وان پیریا کو قمر فاش کے قریب
 میں شکست دے رہا تھا مگر افسوس ہے کہ عین وقت چیب عرب عیسائیوں کو
 شکست دے چکے تھے ابن سراج نے جوش فتن میں اور عیسائی افسر
 نے بحالت یاس و ناامیدی میدان جنگ میں جان دے دی۔

قسمت کے اس طرح ایک دفعہ پہ چلنے اور عربوں کے لطف رباب ہونے سے
 بادشاہ قسطلہ کی ہمت ٹوٹ گئی اور ایک زمانے تک عیسائیوں نے غرناطہ
 کا رخ نہ کیا لیکن عربوں کی عظیم الشان کامیابی ان کے لیے باعث منفرت ہوئی
 اس لیے کہ جب سلطنت کو عیسائیوں کی یورشوں سے امن ملا تو خانہ جنگی کے آثار
 نمودار ہونے لگے۔ اس خانہ جنگی میں محمد ابن سمیع اور ابن عثمان سلطان
 کے دو بھتیجے بھی شریک تھے ابن عثمان اس زمانہ میں المیرہ میں مقیم تھا۔
 اس کو جب پایہ تخت میں بغاوت کی خبر پہنچی تو یہ خفیہ طور پر غناطہ آیا اور باغیوں کا
 مددگار ہو کر بغاوت کو اس قدر بڑھایا کہ یہ آخر الامر کھرا دیہے پر قابض ہو گیا اور بادشاہ
 کو تیسری بار تخت سے اوتار کر قید کر دیا۔ ۳۵۵ھ مطابق ۹۶۵ء میں علی بن عبد اللہ
 نے جو بادشاہ کی گرفتاری کے بعد شہر سے بھاگ گیا تھا اس کا مقابلہ کرنا چاہا۔
 یہ امیر ویرینہ سال دو راندیش آدمی تھا۔ اس نے یہ دیکھا کہ اگر میں سلطان محمد کی
 رہائی کی غرض سے جنگ کو شروع کرتا ہوں تو اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ محمد ابن
 عثمان سلطان کو مرواڈالیکا بہتر ہے کہ شہزادہ ابن سمیع کے نام سے چوکی
 کی جائے۔ چنانچہ اس امیر نے فوراً ابن سمیع کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا
 اس شہزادہ نے پہلے بادشاہ قسطلہ سے مدد کا وعدہ لیا۔ اوپر امیر عبد اللہ اس آلاء

ابن عثمان نے یہ سنا کہ عیسائی اسمعیل کی مدد پر آمادہ ہیں تو اس نے ان کو اس ارادے سے باز رکھنے کے واسطے ان کے ایک قلعہ مورل کو بعد حملہ سخت فتح کر لیا اس فتح کا عرب قرب وجوار کے عیسائیوں پر ایسا پڑا کہ یہ لوگ شہروں اور قلعوں کو چھوڑ کر ایک نہایت مستحکم قلعہ ظلمہ نامی میں پناہ گزین ہوئے ابن عثمان بھی ان کے عقب میں تعجیل تمام پہنچا اور قلعہ مذکور کا محاصرہ کر لیا اگرچہ عیسائی بمقابلہ عربوں کے اقل قلیل اور بوجہ شکست سابق نہایت پریشان حال تھے مگر اونہوں نے نہمت و بہادری سے مسلمانوں کے حملوں کا جواب دیا۔ اور جب تک کہ ایک ایک عیسائی نے اپنی جان کو اس قلعہ پر تصدیق نہ کیا عربوں کو آگے بڑھنے نہ دیا۔

۵۲۰ء مطابق ۱۱۸۱ء میں سلطان ابن عثمان نے اپنی فوج کو چند حصوں میں تقسیم اور مختلف راہوں سے عیسائیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ فوج کا ابن اسمعیل کے مقابلے کے لیے بھی بھیجا یہ تیاری جنگ میں مصروف تھا کہ اسی اثنا میں اس کو خبر فوجت اشتر پہنچی کہ شاہان ارغون اور ارلونیہ بادشاہ قسطلہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نے اسی وقت سے عیسائیوں کو

لے یہ دونوں بادشاہ قوم عیسائی سے تھے۔

آپس میں لڑانے کی کوشش شروع کی اور فوراً اپنے سفیر ارغون اور اربو نیہ
 بھیجکر ان بادشاہوں کو اس امر پر راضی کیا کہ اگر یہ دونوں قسطلہ پر حملہ آور ہوں تو
 یہ بھی اس طرف سے یورش کریگا۔ چنانچہ حسب قرار دوسرے دن یہ مطالبہ حاضر
 میں سلطان بذات خود مع لشکر کثیر صوبہ **مرسیہ** کو تاخت و تاراج کرتا اور فوج
 قسطلہ کو شکست دیتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت کے ساتھ غرناطہ واپس آیا۔
 اسی طرح سال آئندہ بھی بشہر اکت شاہ ارغون اور اربو نیہ عربوں نے پھر
 فوج کشی کی ابن عثمان نے ابھی دفعہ اندلوسیہ پر حملہ کیا اور جس طرح **مرسیہ**
 کو اس نے تباہ کیا تھا اس ملک کو بھی جہاں تک ممکن ہو سکا خراب کرتا رہا اگر یہ
 چاہتا تو قرطبہ کا محاصرہ کر دینا کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن اس دفعہ بھی اس نے اس قدر
 کامیابی پر اکتفا کی۔

امیر عبد البار کا جس نے ابن سملحیل کو بغاوت پر آمادہ کیا تھا ایک
 بیٹا محمد نامی تھا اور یہ غرناطہ میں ایک عورت پر ایسا فریقہ و عاشق ہوا کہ جب
 ابن عثمان نے اس شہر پر قبضہ کیا اور عبد البار یہاں سے جانے لگا تو
 محمد نے اپنے باپ کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا اسی وفاداری و
 بہادری کے باعث ابن عثمان نے اپنے دشمن کے بیٹے کو اپنے زمرہ

مصاحبین میں داخل کیا اور ہر طرح اس کو اپنا دوست اور خیر خواہ بنانے کی کوشش کی۔ جب اس کو اطمینان کامل ہو گیا کہ یہ مجھ سے بے وفائی نہ کرے گا تو اب سلطان نے محمد ابن عبدالبار کو فوج دیکر مرسیہ کی طرف بھیجا۔

پہلے پہل اس فوجوان امیر نے اپنے مفوضہ کام کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ اس کو اس مہم میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن ایک تو عالم شباب اور پہر اس پر جوش فتح اس نے صرف مرسیہ کے قلعوں اور شہروں کے فتح کرنے پر قناعت نہیں کی بلکہ بلاتامل لار قہ پر حملہ آور ہوا۔ یہ تہوڑا شہر کے سامنے وارد ہی ہوا تھا کہ ایک جمعیت کثیر عیسائیوں کی اس شہر میں سے نکلی اور امیر محمد کی تہکی ماندی فوج پر یورش کی۔ اس جنگ نے اس فوجوان امیر کی فتح کو مبدل بے شکست کر دیا اور یہ نہایت خوردہ صرف چند ہزار یوں کے ساتھ نہ صرف واپس آیا بلکہ عثمان کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد ابن عبدالبار کو طلب کیا اور یہ کہا کہ جب تو نے اپنی بہادر فوج کے ساتھ مرزا پسند نہیں کیا اور میدان جنگ سے اپنی فوج کو مردہ چھوڑ کر ہباگ آیا تو اب میں تجھ کو اس نامردی کی سزا جیلانی زمین دوں گا۔ چنانچہ اوسی وقت یہ بد قسمت امیر مارڈا لگ گیا۔ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ابن اسماعیل محض بادشاہ قسطلہ کے بہرہ ور پر

عبدالبار وغیرہ باغی امراء کا شریک حال ہوا تھا مگر قبل اس کے کہ بادشاہ
 مذکور ایفائی وعدہ کرتا ارلونیہ اور ارغون کے عیسائیوں نے ابن عثمان
 کی شرکت سے قسطلہ چمکے کیا تھا اور سلطان کو ایک عمدہ موقع اپنے دشمن سے
 انتقام لینے کا ملا تھا ابن سمعیل کو مجبوراً معرکہ آرائی ملتی سی کردینی ٹپری اور
 یہ اس امر کا منتظر رہا کہ اس کے دوست اور معاون کو خانہ جنگی سے نجات ملے
 تو یہ حسب وعدہ مدد طلب کرے۔ آخر الامر بادشاہ قسطلہ بمشکل شاہان ارلونیہ
 اور ارغون کو صلح پر راضی کیا اور ابن عثمان کی طرف متوجہ ہوا۔ ۹۷۵ھ
 مطابق ۱۵۷۱ء میں ابن سمعیل نے مدد کے پہونچنے ہی غرناطہ پرورش کا
 قصد کیا یہاں متواتر کامیابیوں نے ابن عثمان کو اس قدر مغرور اور متکبر بنا
 دیا تھا کہ اس نے بخلاف عادت منصفانہ سابق ظلم و زیادتی شروع کر دی تھی اور
 بعض نامی امراء کو بلا وجہ قتل کر ڈالا تھا امراء اور عامہ خلائق دونوں روز بروز اس سے
 بد دل ہوتے جاتے تھے۔ اس نے بدقت تمام فوج کو فراہم کیا اور ابن سمعیل
 کے مقابلے کی غرض سے آگے بڑھایا لیکن اس کے ظلم نے فوج کے شوق جنگ
 اور جوش شجاعت کو بجھا دیا تھا۔ اس جنگ میں اس کو کامل شکست ملی اور یہ غرناطہ
 یہاں آئی یہاں پہونچ کر دیکھا کہ تمام رعایا علانیہ اس کی مخالفت پر آمادہ ہے اسے ناک

وقت پر بھی اس نے اپنے مذموم طرز کو پہنڑا اور بعض امراء کو قصر الحمر میں
 قتل کر ڈالا۔ بعدہ مع چند خاص مشیروں کے بہاگ کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوا
 ابن اسماعیل بلا تعرض دار السلطنت غرناطہ میں داخل ہوا اور اسی روز اس کی
 تخت نشینی کا تمام ممالک محروسہ میں اعلان کیا گیا۔ ان واقعات کے چند روز بعد
 اس کے دوست اور معاون یحییٰ بادشاہ قسطلہ نے انتقال کیا اور اس کا
 بیٹا وان انریق تخت نشین ہوا اس زمانہ سے سلطان کے انتقال تک جو
 مطابق ۴۶۶ء تک واقع ہوا۔ عیسائیوں کے ساتھ سلسلہ جنگ کا قائم رہا جس میں
 اس کے بیٹے ابوالحسن نے کمال ناموری حاصل کی۔

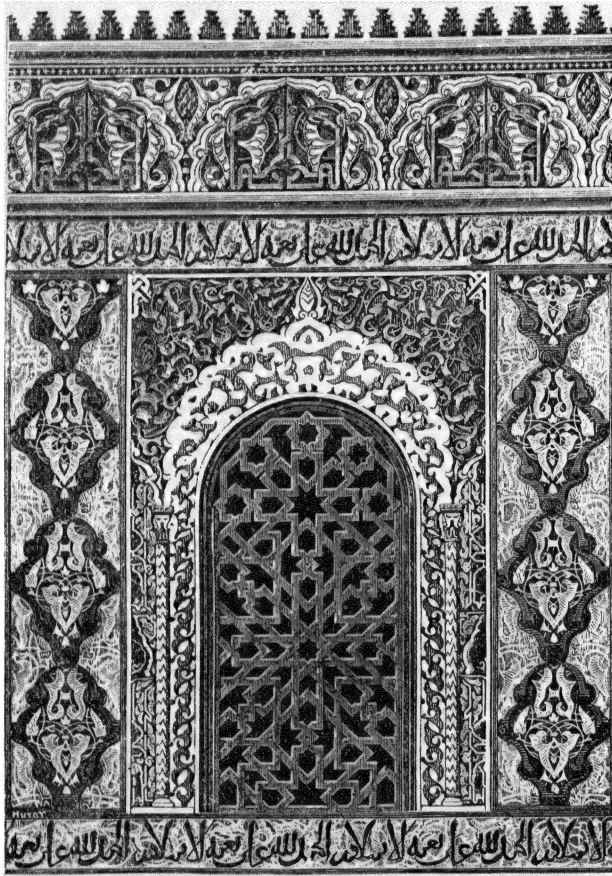


بایں قسم

ابو الحسن کی تخت نشینی صحرہ پر عربوں کا قبضہ۔ جنگ الحما۔ عربوں کی شکست۔ الزغل
کی بغاوت۔ لوش کا محاصرہ۔ عیسائیوں کی شکست۔ انقلاب غرناطہ۔ ابو عبد اللہ
فردلند۔ ملاقات اور المیرہ اور راجہ پر۔ عیسائیوں کا قبضہ۔ خانہ جنگی۔ عربوں کی شکست
جنگ غرناطہ۔ عیسائیوں کی عہد شکنی۔ عربوں کا ملک اندلس سے اخراج۔

شہ ۴۶۶ء مطابق ۱۰۷۶ء میں سلطان ابن سمعیل نے انتقال کیا اور اس کی
بیٹا ابو الحسن بن سند فرمانروائی پر متمکن ہوا۔ زمانہ اب بالکل بدل چکا تھا اور وہ عیسائی
بادشاہ جنہوں نے سلطان کے باپ اور دادا کے ساتھ دوستانہ تعلقات
قائم کرنے کی ہمیشہ خواہش کی تھی اور بروقت ضرورت ان کی مدد بھی کرتے
رہتے تھے مگر اب یہ سب کچھ اور بجائے اُن کے فردلند اور اس کی بیوی از ایلا قسطنطین
بین حکمران تھے۔ یہ دونوں باوجود کم سنی بے حد متعصب اور اس فکر و کوشش

لے فردلند اور از ایلا کی شادی کے بعد انھوں نے قسطنطین شریک ہو گیا تھا۔



مسجد الحمراء کی ایک کھڑکی

میں تھے کہ جو ملک عربوں کے قبضے میں باقی رہ گیا ہے اس کو کسی طرح اپنے
 دائرہ حکومت میں شریک کر لیں اور اگر ممکن ہو تو ایک مسلمان کو بھی اس جزیرہ نمالک
 میں زندہ نہ چھوڑیں۔ مشہور مطابق ۱۲۸۶ء میں فردرلند نے سلطان کو لکھا
 کہ اگر تم صلح چاہتے ہو تو بلا عذر ہم کو خراج دینا منظور کرو ابوالحسن نے جواب
 دیا کہ غرناطہ کے دارالضرب میں اب سونے کے سکے کے عوض فولادی
 شمشیریں اور سنائین عیسائیوں کے جگر چاک کرنے کی غرض سے تیار
 ہوتی ہیں۔ یہ جواب اس نو عمر سلطان کا غرور و لان زنی پر مبنی نہ تھا بلکہ جیسا آئندہ
 بیان کیا جائے گا اس نے مصمم قصد کر لیا تھا کہ یا تو اس ملک میں جہاں ہم کو
 اٹھ سو برس گزر چکے ہیں آزادانہ بلا شرکت غیرے حکومت کریں گے یا میدان
 جنگ میں اپنی جانیں دے دیں گے تاہم چند سال جنگ ملتوی رہی۔

مشہور مطابق ۱۲۸۶ء میں ابوالحسن نے دفعتاً اپنی پوری قوت
 سے سرحد اندلسیہ کے قلعہ صخرہ چمکایا۔ اور باوجودیکہ یہ قلعہ نہایت بلند اور مستحکم اور
 اس کے ایک جانب سے دریائی وادی لکھ نہایت زور و شور سے بہتا تھا
 مگر عربوں نے اپنے نوجوان سلطان کو جنگ میں شریک دیکھ کر اپنی جانوں کی

لئے اس مقام کو بعض موزین صحرہ کہتے ہیں اور بعض صحرہ اسی طرح عیسائی موزخ بھی بعض سگرہ اور بعض زارہ کہتے ہیں۔

بالکل پروانہ کی اور نہایت بہت سے رات کے وقت اس کی دیواروں پر
 چڑھ گئے اور قلعہ کو بمخمس و کوشش رات بہر ہی میں فتح کر لیا۔ چونکہ اس قلعہ کو
 فردلند کے دادا نے عربوں سے چھینا تھا اس قلعہ کے ہاتھ نے نکل جانیکا
 اس عیسائی کو بے انتہار بچ ہوا اور اس نے اسی وقت حکم دیا کہ جہان تک جلد
 ممکن ہو سکے فوج سہرہ پیر بھیجی جائے اور اس قلعہ کے بدلے عربوں کی حدود
 میں جو مقامات کہ ان کی فوج سے خالی ہوں اون پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ شہر
 مطابق ۸۲۷ء میں عیسائیوں کو خبر پہونچی کہ قلعہ الحکمہ بغیر کافی فوج و سامان کے
 خالی پڑا ہوا ہے۔ یہہ معلوم ہوتے ہی حاکم قلاوس نے باسانی اس پر قبضہ کر لیا
 مگر عیسائی اپنی شہرارت جلی سے باز نہ آئے یعنی ہزاروں مسلمان عورتوں اور بچوں
 کو بلاوجہ قتل کر ڈالا جس وقت اس حادثہ عظیم کی خبر غرناطہ پہونچی تمام شہر میں کہرام
 مچ گیا سلطان ڈر کہ رعایا کا غم کہیں ان کو باعنی نہ کر دے اس نے فوراً ایک اپنے
 وزیر کو تاکید حکم دیا کہ جہان تک جلد ممکن ہو سکے عیسائیوں کو سہرہ کے باہر کر دے
 عیسائی فوج جس نے اس قلعہ کو فتح کیا تھا تعداد میں دس ہزار تھی۔ چونکہ یہ قلعہ
 غرناطہ کے قریب واقع تھا عیسائی افسر نے یہاں لڑنا مناسب سمجھا اور اس وقت میں
 لے اس قلعہ کو تمام جہان میں مشہور تھا اور المقری لکھتا ہے کہ صرف ان حامیوں سے پانچ لاکھ دینار سالانہ وصول ہوا کرتے تھے۔

تہا کہ مع مال غنیمت واپس ہو جائے اس غرض سے عربوں نے اس کو
 مع فوج محصور کر لیا۔ عرب ہنوز اس متحکم اور ہر طرح کے محفوظ قلعہ کے فتح کرینکی
 فکر و کوشش میں تھے کہ ان کو اطلاع ہوئی کہ قرطبہ کا حاکم اہالیان قلعہ کی مدد
 کے لیے آ رہا ہے۔ فوج عرب کے افسر نے کچھ فوج تو قلعہ کے سامنے
 یہ جوڑی اور مع باقی لشکر کے حاکم قرطبہ کا مقابلہ کیا۔ بعد زد و خور بسیار عیسائی
 شکست خوردہ بجانب قرطبہ بہاگ آئے متصل اس واقعہ کے حاکم اشبیلیہ مع
 فوج بغرض امداد قلعہ کے سامنے نمودار ہوا چونکہ عربوں کے پاس کافی فوج اور قوت
 نہ تھی بعد مشورہ یہ غرناطہ واپس چلے آئے۔ بعد چندے عربوں نے دوبارہ قلعہ کحمہ
 کا محاصرہ کیا اور ہر چند کہ تدابیر اس کے استراذین کین مگر سو اس کے کہ ہزاروں
 عرب کام آئے کوئی نتیجہ حسب دل خواہ برآمد نہ ہوا۔

ماہ جمادی الاول ۸۸۷ھ میں سلطان کو اطلاع ہوئی کہ فردلند بذات خود
 اپنی پوری فوج کے ساتھ غرناطہ کی طرف آ رہا ہے مگر یہ کوئی نہیں کہن سکتا تھا کہ اس قصد
 کیا ہو اور اس کی شہر پر کس قلعہ پر حملہ کرے گا۔ اس کے بعد ہی خبر پہنچی کہ فردلند نے شہر
 لوشہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان بھی فوراً شہر مذکور کی طرف روانہ اور بتاریخ ۲۷ جمادی
 الاول عیسائیوں کو شکست دیکر اون کے تمام مال و اسباب پر قابض ہوا۔

افسوس ہے کہ باوجود ان متواتر مصدسات
 شدید کے عرب ہوشیار نہ ہوئے اور ایسے نازک وقت چبکے عیسائی چاروں طرف
 اس چھوٹی سی اسلامی ریاست کو گھیرے ہوئے رہی یہی قوت کے توڑنے
 میں ہمہ تن مصروف تھے۔ نفسانیت و غوغا غرضی کی بدولت خانہ جنگی شروع ہو گئی
 بغاوت کی وجہ یہم ہوئی کہ سلطان ابوالحسن کی دو بیبیاں تھیں ایک تو اس کے
 چچا سلطان عبداللہ کی لڑکی جس کے بطن سے دو بیٹے ابو عبداللہ محمد اور
 ابوالحجاج یوسف تھے اور دوسری بی بی ایک عیسائی عورت تھی۔
 چونکہ سلطان نسبت شہزادی کے اپنی دوسری بی بی کو زیادہ چاہتا تھا ابو عبداللہ
 محمد اور یوسف کو خوف ہوا کہ کہیں سلطان اس کے بچوں میں سے کسی کو اپنا
 ولیعہد مقرر نہ کر دے امرای عرب نے بھی ان شہزادوں کی تائید کی جس وقت
 سلطان جنگ میں مصروف تھا۔ یہم دونوں بہاگ کر وادی آتش آئے اور بعد
 اعلان بغاوت بسطہ اور المیرہ اور بعدہ خاص دارالسلطنت غرناطہ پر یہ باغی
 شہزادے مسلط ہو گئے اور سلطان کو مجبوراً مالقہ چلا آتا پڑا عیسائیوں کو فوج کشی
 کے واسطے اس سے زیادہ اور کیا موقع مل سکتا تھا۔ عین زمانہ خانہ جنگی شہم
 ۴۸۳ء میں ایشیلیہ اور استیجہ اور شترلش کے حاکم جمعیت آٹھ ہزار

فوج حملہ آور ہوئے۔ باوجودیکہ اس جنگ میں عیسائیوں کے نامور سپہ سالار اور
فوجی افسر موجود تھے و نیز بغاوت نے عربوں کو نہایت کمزور کر دیا تھا جنگ مالقہ
میں ایک قلعہ بھی ان سے فتح نہ ہو سکا یہیں ہزار عیسائی سپاہی کام آئے اور
شیریش اور اشجیسیہ کے حاکم مع دو ہزار آدمیوں کے گرفتار ہوئے۔
اور جو فوج کہ باقی رہ گئی نہایت پریشان اور تباہ حال اپنے ملک واپس بہاگ
آئی۔ اس فتح نے اہل مالقہ کا ایسا دل بڑھایا کہ ابھی انہوں نے دشمن کی یورش
کا انتظار ہی نہ کیا اور آخر ماہ صفر سنہ مذکور میں عیسائیوں کی سرحد میں گہس
مگر اس مہم میں عربوں نے شکست کھائی اور بعد نقصان عظیم مالقہ چلے آئے۔
خانہ جنگی کا آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شہر غرناطہ
اور اوس کے مضافات پر سلطان کا بڑا لڑکا ابو عبد اللہ محمد حکمران ہوا اور مالقہ
اور غرب کا حصہ سلطان کے قبضہ میں رہا ابو عبد اللہ محمد نے اپنے کو ادھی
سلطنت کا خود مختار اور مستقل بادشاہ پاکر تمام ملک کو اپنے دائرہ حکومت میں
لانے کی کوشش کی اور سلطان کی عدم موجودگی میں مالقہ کی طرف روانہ ہوا
اتفاق سے سلطان سے راستہ میں مقابلہ ہو گیا۔ شہزادہ بعد شکست غرناطہ
بہاگ آیا مگر اس ناکامی سے بھی یہ متنبہ نہ ہوا اور بغیر کافی انتظام محض اپنے خود غر

ونا تجربہ کار مشیرون کے حسب رائی ماہ ربیع الاول ۸۳۵ھ میں دفعتاً لیغاری کرتا ہوا
 لوشیہ میں داخل ہوا اور فوج کو اس ملک کے تاخت و تاراج اور عیسائیوں کے
 قتل کا حکم دیا فوج مخالفت کے افسر نے بھی ان کو لوٹ مار میں مصروف رکھا اور
 حالت بے خبری میں عجلت تمام عربوں کے عقب میں تمام راستوں اور درّہ ہائے
 کوہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ عربوں کا جب کاسہ طمع بہر چکا اور اس ہی غفلت و غر
 میں یہ بے انتہا مال غنیمت لیے ان درّہ ہائے کوہ سے گزر رہے تھے عیسائیوں
 نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قریب قریب تمام فوج کو قتل کر ڈالا اور ابو عبد اللہ
 محمد کو گرفتار و بستہ قسطلہ بھیج دیا۔ غرناطہ میں جب فوج کی تباہی اور سلطان کی
 گرفتاری معلوم ہوئی اہل شہر نے سلطان ابوالحسن سے یہاں آنکی درخواست
 کی چونکہ اس واقعہ کے چند ہی روز قبل بوجہ فالج سلطان بالکل اندھا ہو گیا تھا۔
 اس نے اپنے بہائی ابو عبد اللہ الرغل کو تخت پر بٹھایا اور خود گوشہ نشینی اختیار کی
 ماہ ربیع الثانی ۸۳۵ھ مطابق ۸۳۵ھ میں عیسائیوں نے دوبارہ مع
 لشکر گران صوبہ مالقہ پرورش کی اور جو قلعے کہ بغیر انتظام کے پڑے تھے ان پر
 قبضہ کرتے ہوئے قلعہ بقوان کو محصور کر لیا۔ بعد سعی بسیار ایک دیوار قلعہ مذکور کی
 گدی اور اس ہی راہ سے ایک نہر عیسائی اندر گھس آئے مگر عربوں نے اس

موقع پر اپنے توپخانے سے جس میں ان کو کمال مہارت تھی ایسا کام لیا کہ ان ہزار آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ با این ہمہ عیسائیوں کی فوج محض بوجہ کثرت عربوں پر غالب آئی اور قلعہ عیسائیوں کے تصرف میں آگیا۔ بعد ازاں ماہ جمادی الاول سنہ مذکور میں عیسائیوں نے قلعہ زندہ کو فوج سے خالی پا کر قبضہ کر لیا۔

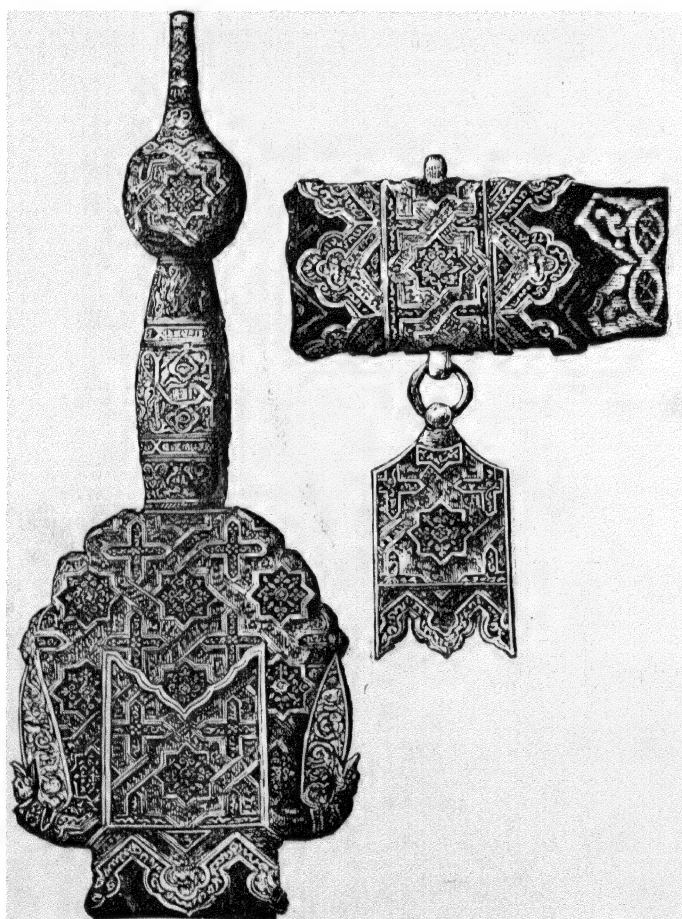
بتاریخ ۱۹ ماہ شعبان ۱۱۹۸ھ الزغل غرناطہ سے سرحدی انتظام کے

واسطے روانہ ہوا یہ قلعہ مشلیں کے انتظام اور انصرام میں مصروف تھا کہ بتاریخ ۲۲ شعبان اس کو عیسائی فوج کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ عیسائیوں کے اس طرف آنے کا فی الحال خیال و گمان تک نہ بتایہ نہایت پریشان ہوا۔ عیسائی قلعہ کے سامنے پہنچتے ہی عربوں کی فوج پر جو باہر پڑی ہوئی تھی حالت بے خبری میں حملہ آور ہوئے اور عربوں کو پسپا کرتے ہوئے سلطان کے خیمے کے قریب تک کہس آئے۔ عربوں نے سلطان کو خطرناک حالت میں دیکھ کر باوجود عیسائیوں کے متواتر حملوں کے نہایت ہمت و اطمینان قلب سے اپنے پیروں کو جمایا اور نعرہ اللہ اکبر بلند کرتے ہوئے عیسائیوں پر جا پڑے۔ آن واحد میں جنگ کا نقشہ بالکل بدل دیا۔ ابھی تو عیسائی

لہ اس کو مکمل ہی کہتے ہیں۔ عربوں نے بوجہ استحکام و مضبوطی اس کا نام در قذ غرناطہ ہی رکھا تھا۔ یعنی

سپر غرناطہ۔ درق لفظ عربی ہے جس کے معنی چرمی سپر کے ہیں۔

فوج عرب کو پیچھے ہٹاتے ہوئے لیے چلے آ رہے تھے یا اسہی عرب ان کو سب
 طرف سے دبا رہے ہوئے ان کی قیامگاہ کی طرف لے چلے اور چند لمحوں میں
 کامل فتح حاصل کر لی۔ عیسائی بدو اس ہو کر ہیاگ اوٹھے اگر سوار ان عرب کا
 تعاقب کرتے تو شاید ایک عیسائی بھی زندہ نہ بچتا۔ مگر فردلند بذات خود بغرض
 مدو قریب آ پہنچا تھا۔ جس کی اطلاع عربوں کو عین وقت پر ہوئی اور یہ مجبوراً عقب
 سے باز رہے۔ تاہم اس جنگ میں عیسائیوں کا پورا تو پچنانہ عربوں کے ہاتھ
 آگیا اور ان توپوں کو انہوں نے قریب کے قلعوں پر چڑھا دیا اور فردلند کے
 مقابلہ کے واسطے ہر طرح تیار ہو گئے۔ ماہ رمضان تک لڑائی دونوں طرف سے
 ملتومی رہی۔ اس مہینے میں عیسائیوں نے قلعہ قبیل کا محاصرہ کیا اور بذریعہ آلات
 قلعہ شکن حصار کو توڑ کر قلعہ مذکور کو فتح کر لیا اور پہر قلعہ شاکر والورہ پر یکے بعد دیگرے مسلط ہو گئے
 فردلند ایک لائق و ہوشیار شخص تھا۔ اس نے اپنی تجربہ کار نظروں سے
 دیکھا کہ جنگ کا زمانہ غیر محدود تک قائم رکھنا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے اور نیز
 بقول شخصے ”جنگ دوسروں کے کون کہہ سکتا ہے کہ آخر کار جانیں میں سے
 کس کو فتح اور کس کو شکست حاصل ہوگی۔ پس بعد غور و تامل بسیار اس نے مکر و فریب
 سے اپنی فیروزی کی ایسی بنیاد ڈالی کہ اگر یہ تمام عمر میدان جنگ میں گنوتا تو بھی یہ بات



اخیر سلطان فرناطہ ابو عبد اللہ کی تلوار کا قبضہ

حاصل نہ ہوتی۔ یعنی محمد ابن ابوالحسن کو جو جنگ لوشینہ سے اب تک اس کی
 قید میں پڑا ہوا تیار کیا۔ اور بہت کچھ خوشامد و جلفی وعدہ ادا دے کے بعد کہا کہ ”
 تختِ عنرنا طہ کا وارث حقیقی تو ہے زغل نے تیری عدم موجودگی میں موقع
 پا کر سلطنت کو غصب کر لیا ہے۔ اب میں تیری مدد کر نیکیے لیے تیار ہوں۔“
 میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں تجھ کو تختِ عنرنا طہ پر بٹھا کر اپنا حق مہمانگی ادا کروں
 میں نے اس امر کا اعلان دیا ہے کہ تیری رعایا میں سے جو تیرا ساتھ دے گا۔
 اوس کو اپنا دوست اور تیرے مخالفوں کو اپنا دشمن سمجھوں گا۔ ابو عبد اللہ محمد
 اس عیسائی کے کمرے سے بالکل بے خبر اس کی طرف ذاری و معاونت سے
 خوش خوش مالقہ آیا یہاں کے لوگ اس کا ساتھ دینے پر بلا تامل راضی ہو گئے
 اور جو معاہدہ کہ فردلند سے ہوا تھا اوس پر اپنی خوشنودی ظاہر کی۔ عام خلافت
 کو یہ کیا خبر تھی کہ فردلند اس فریب کے ذریعے سے مسلمانوں کو آپس میں
 لڑا کر تباہ کرنا چاہتا ہے۔ غرض جیسا کہ فردلند نے خیال کیا تھا وہی ہوا
 اور عرب خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے۔ یہ بغاوت ۳۲ ربیع الاول ۱۷۹۱ھ
 مطابق ۱۷۷۷ء میں شروع ہوئی اور آخر جمادی الاول تک قائم رہی۔ زمانہ
 بغاوت میں بعد فتح لوشہ۔ ابو عبد اللہ نے بغرض صلح حسب ذیل شرائط اپنے

چچا الزغل کے سامنے پیش کین۔

(۱) یہ کہ ابو عبد اللہ محمد - لوشہ یا کسی اور بڑے شہر کا حاکم مقرر کر دیا جائے

(۲) اگر شرط اول منظور کی جائے تو پھر ابو عبد اللہ محمد ہی بمقابلہ فرد ولد سلطان

کی مدد کے واسطے آمادہ و تیار رہے۔ ہنوز شرط صلح نامہ کا تصفیہ نہ ہوا تھا کہ تیار

۲۶ جمادی الاول ۱۱۸۵ غرناطہ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ فرد ولد باجرات ابو

عبد اللہ محمد - لوشہ پر قابض ہو گیا ہے اس خبر کے سنتے ہی سب کو یہی خیال

گزر کہ اس صلح سے ابو عبد اللہ محمد کو بیعت کا دینا اور عیسائیوں کا فائدہ منظور تھا

جو کچھ شکوک اس سازش کی نسبت باقی رہ گئے تھے وہ اہل لوشہ کی جن کی بدولت

اس کو یہ کامیابی حاصل ہوئی تھی غرناطہ میں پناہ گیر ہونے و نیز البیرن کے

عیسائیوں کے بتائے ابو عبد اللہ محمد فساد برپا کرنے سے بالکل رفع دفع ہو گئے۔

فرد ولد اور ابو عبد اللہ محمد نے چند روز فوج و سامان کے انتظام میں

صرف کیے بعد ازاں باہر جمادی الثانی ۱۱۸۵ قلعہ البیرہ اور مشلیں اور بتقریر

کو فتح کرتے ہوئے ان دونوں نے صحرہ کا محاصرہ کر لیا۔ مقام مذکور پر انہوں

نے بدقت تمام قبضہ کیا ہی تھا کہ فرد ولد کو بادشاہ فرانس کی فوج کشی کی اطلاع

پہونچی۔ اس نے فوج بقدر ضرورت ان قلعجات مفتوحہ میں متعین کی اور خود فوراً

قسطلہ واپس چلا گیا فرولند غوب جانتا تھا کہ اگر عربوں کو ذرا سا بھی موقع فوج
 کی درستی اور انتظام کا ملا تو یہ ضرور اس تمام ملک پر جس کو اس نے اس محنت
 و جانفشانی سے فتح کیا ہے قابض ہو جائیں گے۔ علاوہ برین جنگ فرانس و
 قسطلہ کے زمانہ میں جنگ غرناطہ کا قیام رکنا غیر ممکن تھا اس نے مثل سابق
 ابو عبد اللہ محمد کو بعد ترغیب و تحریریں تالقصہ جنگ فرانس بغاوت کے جاری
 رکھنے پر آمادہ کیا اور اگر فوج سے نہیں تو آلات حرب روپیہ سے اس کی برابر مدد کرتا رہا
 ابو عبد اللہ محمد مالقہ آیا اور یہاں کے امراء و رعایا کو دوبارہ ہموار کرنا
 چاہا۔ اہل لوشہ کی تباہی کے واقعات ہنوز پیش نظر تھے کوئی اس کے مکر و فریب
 میں نہ آیا۔ ناچار البیرین کے عیسائیوں کو اپنی مدد پر آمادہ دیکھ کر یہ خفیہ طور پر البیرین
 چلا آیا۔ الرغل کو جب ابو عبد اللہ کے دار السلطنت کے اس قدر قریب
 آ جانے کی خبر پہنچی تو اس نے رعایا کو آگاہ کیا کہ یہ بہتر تم کو دہوکا دیکر عیسائیوں کو فائدہ
 پہنچانا چاہتا ہے اور علمائے وقت نے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ ابو عبد اللہ محمد فاضل احکام و
 رسول کے عیسائیوں کی تائید میں اپنے مالک مجازی کے ساتھ بغاوت کی ہے
 لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس جہاد میں اپنے سلطان کی مدد کرے بعدہ
 سلطان نے بتاریخ ۲۷ محرم ۸۳۵ھ مطابق ۱۲۵۷ء البیرین پر حملہ کیا مگر اس

جنگ میں اس نے اس قدر تساہل و بے پروائی کی کہ اس کو آخر کار بے نیل مر مر
غزناطہ واپس آنا پڑا۔

سلطان نے غزناطہ میں تمام ممالک محروسہ کے محبوبہ دار و ن اور جاگیر داروں کو
طلب کیا اور ان سے علفی وعدہ لیا کہ یہ سب یکدل ہو کر اس جہاد میں پوری سعی
کریں گے ابو عبد اللہ اس شورے کی خبر سن کر بہت ڈرایا جانتا تھا کہ اگر اس کا
کوئی فوری بندوبست نہ ہوا تو یہ سب امراء سلطان کا ساتھ ضرور دین گے اور
پہرہ کامیابی غیر ممکن ہوگی۔ اس نے فوراً ان واقعات کی اطلاع فرولند کو کی اور
اپنے وزیر کو اہل مالقہ اور حصن المنشاہ کے افہام و تفہیم کی غرض سے بھیجا
اور ان کو فرولند کے غضب سے ڈرایا۔ اس تخویف نے اپنا پورا اثر کیا۔ ان مقامات
کے باشندوں نے اس کی اطاعت منظور کر لی مگر اور شہر حسب دستور ثابت قدم
رہے۔ اوس کی درخواستوں کو نامنظور کر دیا اور یہ جواب دیا کہ ہم سلطان کو ایک بار
جواب دے چکے ہیں اوس کے علم کے سامنے میں لڑکر جان دینا ہم کو منظور ہے
ابو عبد اللہ نے فرولند کو مکرر مدد کے لیے لکھا۔ ماہ ربیع الثانی ۵۹۲ھ میں
فرولند بذات خود مالقہ آیا اور بحری اور برسی اپنی دونوں قوتوں سے اس شہر کا محاصرہ
کر لیا۔ سلطان الرافضی بھی مالقہ کی مدد کے لیے پہنچا لیکن جنگ کے قبل

اس کو یہ وحشت ناک خبر پہنچی کہ ۵ جمادی الاول کو انقلاب عظیم غرناطہ میں واقع ہوا اور محمد ابو عبد اللہ نے موقع پا کر دار السلطنت پر قبضہ کر لیا الزغل نے مجبوراً مالقہ کو اس ہی حالت میں چھوڑا اور خود اس ہی وقت غرناطہ کی جانب روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں جب اس نے سنا کہ شہر دشمن کے تحت تصرف میں آچکا ہے یہہ وادی آتش میں ٹھہر گیا اہل مالقہ نے چند ماہ عیسائیوں کی سخت اور متواتر یورشوں کو روکا آخر کار جب اپنے میں قوت و مقاومت نہ پائی تو ماہ شعبان ۸۹۲ھ میں شہر اور قلعہ کو فرولند کے حوالہ کر دیا باوجودیکہ مالقہ کے اطراف جو انب میں جتنے قلعجات اور شہر واقع تھے سب بلا کشت و خون عیسائیوں کے قبضہ میں آچکے تھے تاہم ہزاروں مسلمان فرولند کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ہزاروں نے طوق غلامی پہنا

ابو عبد اللہ محمد کا اس وقت تک یہی خیال خام تھا کہ فرولند حق ہمہ تنگی ادا کر رہا ہے اور بعد فتح کامل یہہ ضرور ریاست غرناطہ میرے سپرد کر دیگا۔ مگر ۸۹۳ھ مطابق ۸۹۲ھ میں جب یہ ناعاقبت اندیش امیر ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا باعظیم اپنی گردن پر لیے اپنے نواب غفلت سے بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ فرولند نے خلاف معاہدہ اون مقامات پر ہی قبضہ کر لیا ہے جہاں تک

رعایا ہی نے محض بامید جان بخشی ابو عبد اللہ محمد کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا
 ایک سال تک جانشین سے جنگ ملتوی رہی۔ آغاز ۹۴۲ھ میں فردوس بنی
 یوری قوت سے بسطہ کی طرف متوجہ ہوا مگر قبل از محاصرہ ابو عبد اللہ محمد نے
 البشیرات وغیرہ مقامات کی فوجوں کو فراہم کیا۔ خود قلعہ بسطہ میں چلا آیا۔
 باوجودیکہ روزانہ کی لڑائیوں اور فقر و فاقہ نے عمر بون کو نہایت کمزور کر دیا تھا
 مگر یہ محض اس امید موہوم پر لڑتے رہے کہ شاید موسم سرما میں عیسائی محاصرہ سے
 دست کش ہو جائیں۔ مگر جب موسم سرما نمودار ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ خلاف امید
 عیسائی اس موسم کے انتظام میں مشغول اور جدید مکانات وغیرہ تیار کر رہے ہیں
 ان کی نویدیدہ امیدوں پر پانی پہر کیا اور ابو عبد اللہ محمد نے چار و ناچار صلح
 کی کوشش کی۔ فردوس کو یقین کامل تھا کہ جو کام توپوں سے نہیں نکلا ہے وہ
 فاقہ کشی سے نکل آئے گا۔ مگر اصل واقعہ دریافت کرنے کی غرض سے اس نے
 پیام صلح کو اس وقت نامنظور نہ کیا اور یہ کہہ کر کہ ہمارے سفیر تمہارے سلطان سے
 خود شرائط صلح کا تصفیہ کر لیں گے چند افسروں کو ان کے ساتھ باین حکم بھیجا کہ وہ
 جس طرح ممکن ہو یہ معلوم کر لیں کہ عرب کتنے روز تک اس محاصرے کی برداشت

لے جنگ بسطہ میں عربوں نے قلعہ شکن توپوں سے کام لیا تھا۔ المرقی۔

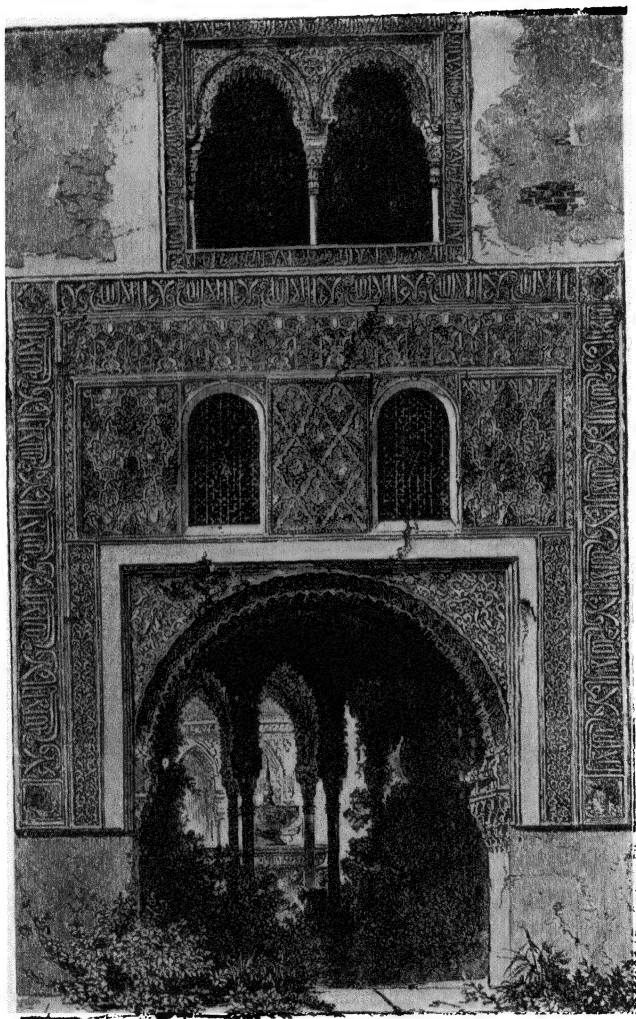
کی قوت رکھتے ہیں۔ شہرین جب ان افسروں کے آنے کی خبر پہنچی تو سلطان
 نے محض بغرض فریب دہی حکم دیا کہ جو سامان باقی رہ گیا ہے اس کو
 جا بجا راستے پر اس طرح رکھیں کہ جس سے عیسائیوں کو یہ معلوم ہو کہ ہمارے پاس
 ضرورت سے زیادہ سامان موجود ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور عیسائی عربوں کے
 اس حسن انتظام سے ایسے متاثر اور اس شہر پر راضی ہوئے کہ اگر قلعہ ان کے
 سپرد کر دیا جائے تو سب مسلمانوں کو زندہ اور سلامت مع مال و اسباب کے قلعہ
 خالی کر دینے کی اجازت دی جائے گی۔ عربوں نے عیسائیوں کو اس قدر نرم
 و صلح کل پا کر قلعے کو خالی کر دینے سے صاف انکار کیا اور کہا کہ اگر عیسائی ممالک
 محروسہ سے باہر چلے جائیں تو ہم صلح کریں گے ورنہ جنگ کے واسطے ہم ہر وقت
 تیار ہیں۔ اسی قسم کے مباحثے میں ایک زمانہ گزر گیا اور عربوں پر اور بھی زیادہ
 تکلیف گزرنے لگی مجبوراً یہ راسی قرار پائی کہ قبل اس کے کہ عیسائی ہمارے
 واقف ہوں اون کے پہلے شرائط کو منظور کر لینا چاہیے تاکہ کم از کم ہمارے جان
 اور مال توجیح جائے۔ چنانچہ شرائط مذکورہ بالا پر فریقین میں صلح ہوئی اور تاریخ
 ۱۰ محرم ۸۹ھ مطابق ۱۲۸۹ء بروز جمعہ عیسائی شہر لبطہ میں داخل ہوئے۔
 اور اپنے معاہدے کے بالکل خلاف مسلمانوں کو جبراً شہر سے خارج کیا اور

ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اب عربوں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی اور ملک بتدریج ان کے ہاتھ سے نکلتا جاتا تھا مگر افسوس ہے کہ یہ اپنے سنبھلنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ کشتی سلطنت پر کوئی ایسا ناخدا مثل عبد الرحمن ثالث حکمران نہ تھا جو اپنی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو گرداب تباہی سے بچائے اور مخالف اجزاء ریاست میں قوت اتصالی پیدا کرے۔ آتش بغض و نفاق نے روغن خود غرضی چھڑک چھڑک کر خانہ جنگی کے شعلوں کو ایسا بڑھکا یا کہ آخر کار سب جل کر خاکستر ہو گئے اور عربوں کا نام و نشان تک اندلس میں باقی نہ رہا۔ الرغل وادی آتش میں بادشاہت کا دم بھر رہا تھا اور ابو عبد اللہ محمد - غرناطہ کی چار دیواری کے اندر اپنے زعم باطل میں تمام اندلس کا اپنے کو بادشاہ سمجھتا تھا۔ عیسائی ان کے گہر کے دروازہ کے قریب مسلمانوں کی بربادی کا تماشا دیکھ رہے تھے فردلند حسب اقتضا وقت کہی الرغل کا ساتھ دیتا اور کہی ابو عبد اللہ محمد کو مسلمانوں کے قتل اور غارتگری پر آمادہ کرتا تھا۔ جب تمام صوبہ بسطہ نے اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تو اب فردلند - المیریہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ابو عبد اللہ محمد کو اپنے سے باغی سمجھ کر الرغل سے صلح کا پیام سلام شروع کیا اور کہا کہ اگر تو صوبہ المیریہ پر

میرا قبضہ کرادے تو میں تجھ کو اپنی جانب سے یہاں کا حاکم مقرر کر دوں گا
 الرغل کو حکومت کی ہوس نے ایسا اندھا کیا تھا کہ اس نے بمقابلہ اپنے
 چچا زاد بھائی کے عیسائیوں کی ماتحتی پسند کی اور بلا تامل اس شرط کو منظور کر لیا
 ماہ صفر ۸۵۰ء میں الرغل بذات خود فردلند کو اپنے ساتھ المیرہ لایا اور
 تمام صوبہ اس کے سپرد کر دیا۔ عیسائیوں کو اس نعمت غیر مترقبہ کی کب امید
 ہتی اور یہ کب سمجھتے تھے کہ مشہور مقام بلا کشت و خون ان کے ہاتھ آجگا
 فردلن و بظاہر الرغل کی مہایت دل جوئی کی اور اس کو اپنی طرف سے اس
 صوبہ کا حاکم مقرر کیا لیکن اس چالاک عیسائی قابو پرست نے یہاں کے مشہور
 شہروں اور قلعوں میں اپنی فوج متعین کر دی۔ یہاں سے سلطان الرغل
 فردلند کو وادی آتش لایا جس پر عیسائیوں نے فوراً قبضہ کر لیا۔ سلطان ان کے
 دھوکے سے بے خبر بھی سمجھتا رہا کہ چونکہ اس وقت ابو عبد اللہ محمد سے جنگ
 کا سامنا ہے اس لئے اتنا تصفیہ جنگ ان مقامات کا عیسائیوں کے قبضہ میں
 رہنا بہتر ہوگا۔ المیرہ اور وادی آتش کا بغیر جنگ عربوں کے ہاتھ سے نکل جانا
 کیا تھا کہ گویا چشم زدن میں عیسائی تمام ملک پر مسلط ہو گئے۔ اب صرف شہر عجم
 اور اس کے مضافات باقی رہ گئے فردلند نے غرناطہ کو چاروں طرف سے

گمیر لیا اور بعد فتح مہراج ملحق اس مقام کو اپنی فوج کا مستقر قرار دیا۔ چونکہ ہنوز پابند سخت
 مسلمانوں کے قبضہ میں تھا فردلند نے الز غل سے بھاڑ کر ناپسند نہیں کیا اور
 اس کو یہی امید دلاتا رہا کہ غرناطہ کے فتح ہوتے ہی میں تجھ کو اس تمام ملک کا بادشاہ بنا دوں گا
 الغرض جب تمام سامان جنگ مہیا ہو گیا تو فردلند نے سلطان محمد کو کہلا
 بھیجا کہ جس طرح الز غل نے بلا کشت و خون اپنی رضا مندی سے المیرہ اور
 وادی آتش کو ہمارے سپرد کر دیا ہے اسی طرح تو بھی قلعہ الحماہم کو دیدے۔
 اس کے صلے میں جس قدر دولت تو چاہے گا اور اندلس میں جس صوبہ کی حکومت
 تجھ کو منظور ہوگی وہ میں تیرے سپرد کر دوں گا۔ سلطان محمد نے تمام امرائی شہر کو
 جمع کیا اور بعد مشورہ یہ رائی قرار پائی کہ فردلند کو اس کے سابق کے وعدے
 یاد دلانے جائیں اور ان کے ایفا کا متقاضی ہونا چاہیے اگر وہ راضی ہو جائے اور
 حسب وعدہ جو ملک اس کے قبضے میں آیا ہے وہ تمام و کمال ہمارے حوالے
 کر دے تو صلح منظور ہے ورنہ ہر شخص کو اپنے وطن پر جان و مال تصدق کرنا فوج
 عظیم تصور کرنا چاہئے۔ سلطان نے فردلند کو جواب دیا کہ مجھے تو ہر طرح سے تیرے
 ساتھ مل کر رہنا منظور ہے مگر مجبور ہوں کہ میری رعایا تیرے شرائط کو کسی طرح قبول
 نہیں کرتی اگر تو حسب معاہدہ سابق تمام ملک کو میرے قبضے میں دیکر قسطاً پس



الخمره كا ايك منظر

چلا جائے تو پھر توجہ شرائط صلح پیش کریگا اور ان کی منظوری اور تکمیل میں ہماری طرف سے کسی قسم کی فروگزاشت نہ ہوگی۔“ اور ہر جیب غرناطہ میں عامہ خلایق کو عیسائیوں کی درخواست کا علم ہوا تو ایک دفعہ تمام مسلمان اپنے خواب غفلت سے چونکے۔

اور اب جبکہ کسی قسم کی امید باقی نہ رہی تھی ان کو معلوم ہوا کہ عیسائی محض اپنا دلی مقصود حاصل کرنے کے واسطے ہم کو فریب دیتے اور ہم اس خیال سے کہ یہ ابو عبد اللہ محمد بن الرخل میں سے کسی ایک کو اس ملک کا بادشاہ بنادین گے برابر دھوکا کھاتے رہے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آتی کہ عیسائیوں کی ایسے شہر یا قلعے پر حملہ کرنا چاہیے جس کے بچانیکے واسطے ان کو غرناطہ کے سامنے لا بد بہرٹ آنا پڑے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے ابو عبد اللہ محمد نے بعد یورش عیسائیوں کے بعض معمولی قلعوں پر قبضہ کر لیا لیکن خلاف امید عیسائیوں نے اس حملے کی پروا نہ کی اور اپنے قلعوں کو بچانے کی عوض غرناطہ پر حملہ آور ہوئے غرناطہ کی عین دیواروں کے سامنے کئی بار سخت لڑائی ہوئی بارے ہر مرتبہ عرب فیروز مندر ہے فرد لند نے جب دیکھا کہ غرناطہ کا تسخیر کرنا آسان نہیں اور بغیر فوج کثیر اور توپہائی قلعہ شکن اس شہر پر حملہ کرنا فوج کو محض برباد کرنا ہے یہ بغرض انتظام فوج و سامان اپنے ملک واپس چلا آیا۔ عیسائیوں کے واپس جاتے ہی سلطان

ابو عبد اللہ نے جو کچھ فوج اوس وقت موجود تھی لیکر البشیرۃ پر حملہ کیا اور یہاں
بغرض انتظام جو کچھ فوج عیسائی چھوڑ گئے تھے اس کو قتل و غارت کر کے اس فیڑا
پہاڑی صوبے کو پہرہ کیا بار اسلام کے دائرہ حکومت میں لایا اور اسلامی علم و سن
قرآن کی آیتیں لکھی تھیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوا میں لہراتا نظر آیا۔

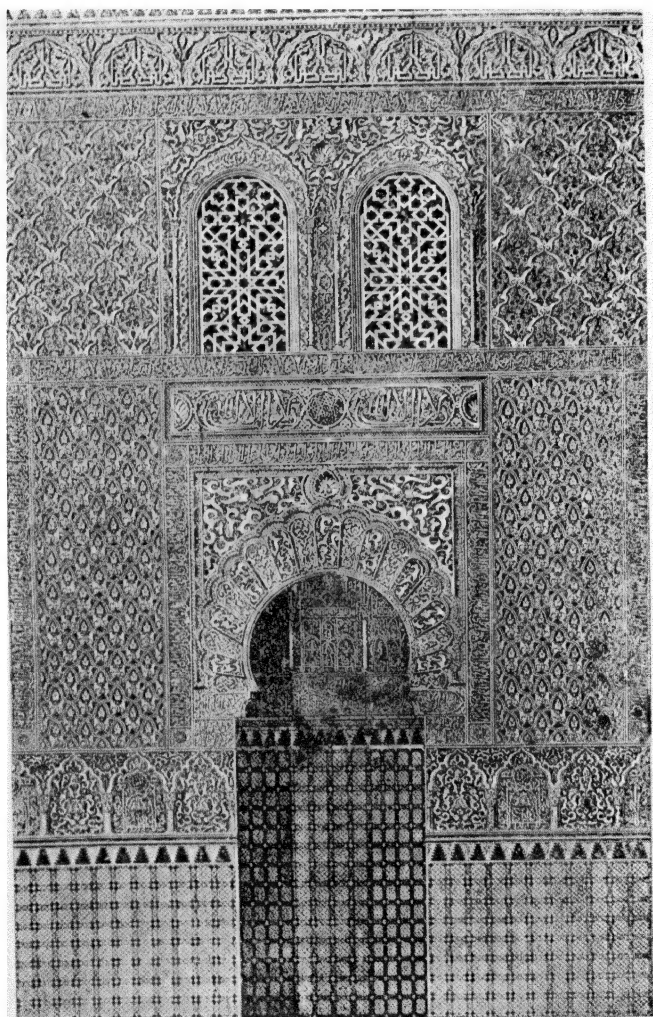
افسوس ہے کہ اس چھوٹی سی کامیابی نے عربوں کو ایسا بے فکر کیا کہ
یا تو یہ ابھی چونکے تھے یا ابھی پہرہ باقبالی کے خواب غفلت نے ان کی نگہیں
بند کر دیں خود غرضی اور حسد کا جس کی بدولت ان کو یہ روز بلیصیب ہوا تھا بازار
پہرہ گرم ہوا۔ ماہ شعبان ۹۵ھ بمطابق ۱۴۹۱ء عین الزلزل سے اپنے بھتیجے
کی ثروت و حکومت نہ دیکھی گئی اور یہ مع اپنے ہمراہیوں کے البشیرۃ میں ہنگامہ
برپا کر لے لگا اور قلعہ اندر رش پر قبضہ کر لیا۔ سلطان ابو عبد اللہ محمد قلعہ ہمدان
پر قابض ہو گیا۔ مسلمان خانہ جنگی میں ہمہ تن مصروف تھے کہ ان کو فردلند
کے غرناطہ کے قریب پہنچنے کی خبر ہوئی اس وحشت ناک خبر کو سنتے ہی
ابو عبد اللہ محمد تعجیل تمام ایہ تخت واپس آیا فردلند نے ان قلعوں اور
شہروں کو جو بار دیگر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے تھے پہرہ فتح کیا اور ان قلعوں کو

لے یہ نام ایک پہاڑ کا بھی ہے جس کو انگریزی میں الپکرا اس کہتے ہیں۔

جن کا انتظام بوجہ بعد مسافت مشکل تھا منہدم کر ڈالا اور مسلمانوں کو علاوہ قلعوں اور شہروں کے قصبوں اور دیہاتوں سے بھی جبراً بعد ضابطہ مال نکال دیا اور نیز الزغل پر بھی یہ ظاہر کیا کہ اب اس کی خوشامد اور دوستی کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ اب اس کا اندلس میں رہنا گوارا ہے الزغل میں اتنی قوت کچھ تھی کہ وہ اس عیسائی کو وعدہ خلائی کی سزا دیتا یا اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ جلا وطنی کے رنج و الم سے پریشان غرناطہ جانا پسند نہ کیا اور سیدھا افریقیہ چلا آیا۔ اور بمقام تلمسان عزت نشینی میں باقی حصہ اپنی عیادت صرف کر دیا۔ فردلند نے اپنے مقننہ مقامات کے انتظام و استحکام میں اپنا تمام وقت صرف کیا اور یہ چونکہ فرانس کے ساتھ جنگ کا اندیشہ تھا قسطلہ واپس چلا آیا۔

فردلند کے جاتے ہی سلطان ابو عبد اللہ محمد نے برٹینیہ کو بعد محاصرہ فتح کر لیا۔ اس کا مل فتح نے مسلمانوں کی ہمت کو بڑھایا اور قرب وجوار کے قلعوں اور شہروں کے مسلمانوں نے اپنے عیسائی حاکموں سے باغی ہو کر شور و فساد شروع کیا مگر قبل اس کے کہ ان کو کسی قسم کی پہنچ حاصل ہوتی وادی آتش کے عیسائی گورنر نے فوراً مقام واقعہ پر پہنچ کر نہایت سختی کے ساتھ اس بغاوت

کو فرو کیا۔ بتاریخ ۱۲ جمادی الثانی ۳۹۵ھ مطابق ۱۳۹۱ء فردلند مع اپنی
کامل قوت اور قلعہ شکن توپخانے کے غرناطہ کے مصنافات میں داخل اور
سر سبز و شاداب شہروں اور دیہاتوں کو تاراج کرتا ہوا غرناطہ کے سامنے نمودار
ہوا۔ شہر کے قریب اس نے ایک دوسرے مختصر شہر کی بنیاد ڈالی۔ یہاں سے
یہ سات مہینے کامل غرناطہ پر حملے کرتا رہا لیکن اس کی تمام محنت و مشقت رایگان
ہوئی اور ہزار ہا عیسائی کام آئے۔ چونکہ غرناطہ کی پشت پر جبل البشیر واقع تھا۔
فردلند شہر کا پورا محاصرہ نہ کر سکا جبل بشیر سے تمام ضروری سامان شہر میں برابر
آ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ اہل شہر کو اطمینان حاصل تھا مگر جب موسم سرما کا سخت زمانہ آیا
اور بوجہ برف باری پہاڑی راستے بالکل بند ہو گئے اور غلے کی پیداوار میں بھی کمی
ہوئی تو اہل غرناطہ کو بھی بہت فکر و تردد ہوا اور چونکہ شہر اور قلعہ کی آبادی کچھ کم نہ تھی چند
روز میں اس قدر سختی گزرے تھیں کہ ماہ صفر ۳۹۵ھ میں باوجود برف باری ہزاروں
البشیرۃ کی طرف بھاگ نکلے اور جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے سلطان سے
درخواست کی کہ جب تک ہمارے رگ و پے میں جان باقی ہے ہم دشمن کے لشکر
اور اپنے ملک پر اپنی جانیں نہ مار کر نیکے لیے تیار ہیں۔ بہو کون مرنے کی عوض
ہم میدان جنگ میں تیر تفنگ کہاں پسند کرتے ہیں گو عیسائیوں کی تعداد اسی ہزار ہے



مسجد الجمراء کی محراب

زیادہ ہے اور ہم میں ہزار سے بھی کم ہیں لیکن اس کا بفضلہ ہماری ہمتوں پر
کوئی اثر نہیں پڑتا کیا ہم جنگ وادی لکھ جہان امیر طارق نے بیس ہزار عربوں
ساتھ ایک لاکھ عیسائیوں کو شکست دی تھی کہی بھول سکتے ہیں۔ صرف تائید
الہی ہمارے شامل حال رہنا چاہیے اگر خدا ہی تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ ہمارے
دشمن ہم پر فتح پائیں تو مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں ہم ہر طرح راضی برضائیں
سلطان ابو عبد اللہ محمد نے دیکھا کہ اہل شہر کا اضطراب دن بدن بڑھتا
جاتا ہے اور اگر فوراً صلح یا جنگ کا تصفیہ نہ ہوا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ باغی ہو کر کوئی
ایسی حرکت کر بیٹھیں کہ جس سے ہمارے کوئی نقصان عظیم پہنچ جائے۔ اس نے اب وزرا
اور امرائی سلطنت سے مشورہ کیا سبکی یہی رائی ہوئی کہ لٹنے کی قوت ہم میں باقی
نہیں اگر جنگ میں خدا نخواستہ ہم ناکام ہوئے تو پہرہ عیسائی ایک مسلمان کو بھی
زندہ نہ چھوڑیں گے پہرہ ہو گا کہ ایسے شر الٹ پر صلح کی جائے جس سے عام فلاح
کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچے۔ سلطان نے بھی اس رائی سے اتفاق کیا
چونکہ فوج اور رعایا جنگ پر پوری طرح آمادہ تھی اس نے اپنے وزیر ابو القاسم
عبد الملک کے ذریعہ سے خفیہ طور پر فردلند کو صلح کا پیغام بھیجا۔ عیسائی قلعہ
کی اندرونی حالت سے بالکل ناواقف تھے اور اس وقت تک ان کی یورشوں سے

قلعہ کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہونچا تھا پس اس نے اس پیام کو غنیمت جانا اور درخواست کو منظور کر لیا اس راز کو رعایا سے پوشیدہ رکھنے کی غرض سے بالواقفہ راتوں کو عیسائیوں سے کہسی قلعہ کے باہر اور اگر موقع ہوا تو کہسی قلعہ کا اندر داخلہ کے شرائط کو تصفیہ کیلئے ملا کر تباہ غرض بعد دو قح بسیار آخرت ۸۹۶ھ ۱۴۹۱ء میں صلح نامہ سلطان ابو العباس محمد اور فرزند بادشاہ قسطنطنیون نے دستخط کیے۔ صلح نامہ کے بعض اہم شرائط ذیل میں درج ہیں

- (۱) مسلمان غریب اور امیر کے جان اور مال کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچنے پائیگا اور جہاں یہ رہنا چاہیں شہر کے اندر یا باہر رہنے کی اجازت دی جائیگی۔
- (۲) مسلمانوں کے مذہبی امور میں عیسائی دخل ندین گے اور مذہبی قواعد کی ادائی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں گے۔
- (۳) کوئی عیسائی مسجد میں نہ گھسنے پائے گا۔

(۴) مساجد اور اوقاف بدستور قائم رہیں گے۔ ان امور میں عیسائی دست اندازی نہ کریں گے بلکہ ان کے قائم رکھنے میں مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

- (۵) مسلمانوں کے معاملات میں شرع اور ان ہی کے قانون کی پابندی کی جائیگی اور مسلمان قاضی ان کے حقوق اور مقدمات کے تصفیہ کیلئے مقرر کیے جائیں گے
- (۶) اس جنگ میں جن مسلمانوں کو عیسائیوں نے گرفتار کیا ہے وہ فوراً رہا کر دئے

جائیں گے۔ اور جو مسلمان عیسائیوں کی قید سے شہر میں بہاگ آئے ہیں وہ گرفتار نہ کیے جائیں گے۔

(۷) اگر کوئی مسلمان اندلس سے افریقہ جانا چاہے تو اس کو اجازت دی جائے گی اور سرکاری جہاز میں وہ افریقہ پہنچا دیا جائے گا۔

(۸) جو عیسائی کہ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اسلام کے ترک کرنے پر مجبور نہ کیے جائیں گے۔ اگر کوئی مسلمان عیسائی ہونا چاہے تو اس اطمینان کے بعد کہ وہ برضا و رغبت خود اپنا مذہب بدلنا چاہتا ہے اس کو اجازت دی جائے گی جس کے تصفیہ کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہو گا جو عیسائی حاکم بھی بروقت تصفیہ موجود رکھیں گے۔

(۹) اس جنگ میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہے وہ بدستور ان ہی کے قبضہ میں رہے گا۔

(۱۰) مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہ کی جائے گی۔

(۱۱) موجودہ ٹیکس کے علاوہ کوئی جدید بار مسلمانوں پر نہ ڈالا جائے گا۔

(۱۲) تین سال تک مسلمانوں سے کسی قسم کا ٹیکس نہ لیا جائے گا۔ تمام محصول جو اس وقت وہ ادا کر رہے ہیں وہ اس زمانہ تک معاف کر دیا جائے گا۔

(۱۳) سلطان ابو عبد اللہ محمد کے سپرد البشرۃ کی حکومت کر دی جائے گی۔

(۱۴) آج سے ساٹھ روز کے اندر اس معاہدہ کے شرائط کی تکمیل پورے طور پر کر دی جائے گی۔

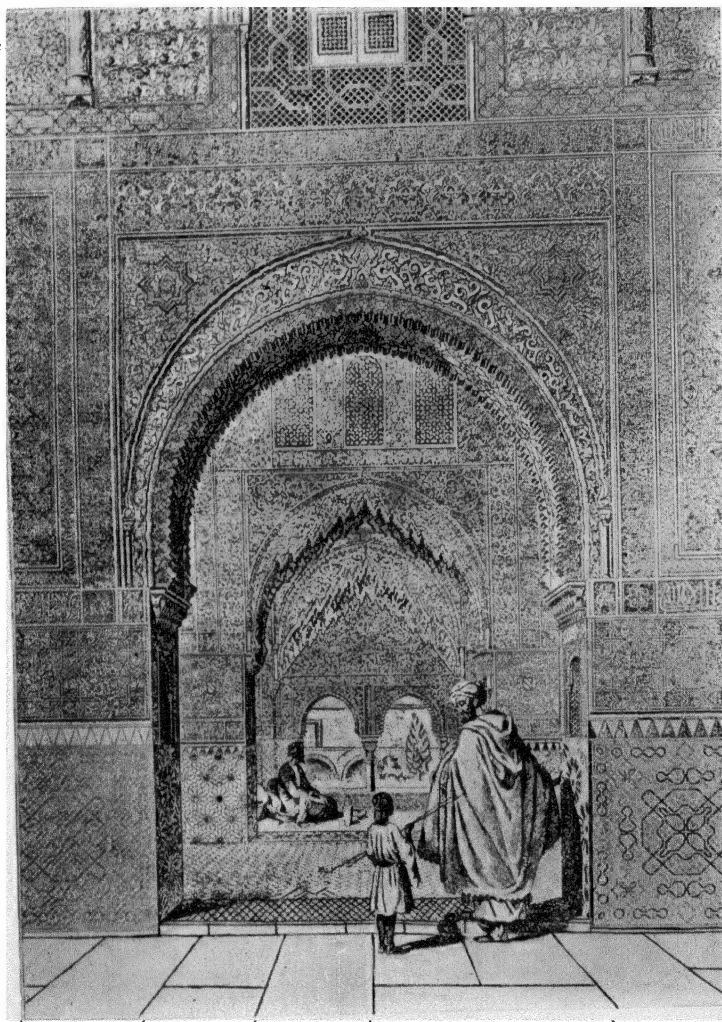
(۱۵) معاہدہ کا اثر قائم رکھنے اور عیسائیوں کو اس کی پابندی پر مجبور کرنے کی غرض سے روما کے پوپ کی دستخط اس معاہدہ پر لیا گئی اور وہ اس کی تعمیل کا ذمہ لے گا۔

(۱۶) ساٹھ روز کے اندر شہر غرناطہ اور قلعہ الحمرا اور توپخانہ اور دیگر تمام سامان جنگ جو اس وقت قلعہ میں موجود ہے عیسائیوں کا قبضہ کر دیا جائے گا۔

صلحنامہ کی کارروائی کو پوشیدہ رکھنا کوئی آسان امر نہ تھا۔ آخر کار عامۂ خلافت کو اس کا علم ہو ہی گیا اور چونکہ پہلے ہی سے مسلمان سلطان کو فردلند کا دست سبھتے تھے اور یہ خیال تھا کہ اس میں قوم کی محبت اور حمیت باقی نہیں رہی ہے اس وحشت ناک خبر کو سن کر کہ غمگین سلطان دارالسلطنت غرناطہ کو بلا کشت و خون عیسائیوں کے حوالہ کر دینے والا ہے۔ عام بددلی پھیل گئی اور علانیہ آوازے بلند ہوئے کہ سلطان نے مفت ملک کو کھو دیا سلطان نہایت پریشان ہوا اور اس خیال سے کہ کہیں بغاوت بنے بنائے کام کو بگاڑ نہ دے۔ ساٹھ روز کے قبل ہی بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۹۲ء مطابق ۱۳۹۲ء میں اس مشہور شہر کو عیسائیوں کے سپرد کر دیا۔ اس طرف عیسائی بوجہ خوشی پہولے نہ مارتے تھے فردلند فی اندلس

کے مذہبی پیشوا مند وزہ کو حکم دیا کہ وہ مع فوج پہلے شہر میں داخل ہوا اور قلعہ الحمراء
 کے سب سے بلند برج پر چہان ابھی اسلام کا نشان نہ بھی ہوا میں لہرا رہا تھا صلیب
 کو نصب کر دے۔ اس نیک شکون کو دیکھتے ہی میں خود مع ملکہ ازیلا کے شہر میں
 داخل ہونگا جب سلطان ابو عبد اللہ محمد نے مند وزہ کو قلعہ میں آنے دیجھا
 مع چار سپاہیوں کے گھوڑے پر سوار قلعہ کے باہر نکل آیا۔ اوس وقت کا سما دیکھنے
 کے قابل تھا۔ شہر پر اوداسی چہانی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے دم میں دم نہ تھا۔
 ان کے دلوں پر جو صدمہ گزر رہا تھا اوس کا احاطہ تحریر میں لانا غیر ممکن ہے انکی
 حالت مردوں سے بدتر تھی ہر شخص یہی کہہ کر مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں
 جو خدای تعالیٰ کو منظور تھا وہی ظہور میں آیا اور ہر کو صبر و شکر اختیار کرنا چاہیے اپنے
 دل کو تقویت دینا تھا اس طرف رنج و الم سے مسلمانوں کا یہ حال اور اود ہر عیسائیونکی
 جانب سے نعرہای خوشی اور نقارہای شادمانی کی آواز بلند تھی فرولند اور ملک اپنے
 لباس شہانہ اور زرہ فولادی پہنے ان کے چپ و راست تمام اعیان ریاست
 اور افسر ان فوج اپنے لشکر کے ساتھ اسادہ تھے۔ اوس وقت نظریں سبکی
 الحمراء کے برج کی طرف تھیں اور صلیب کے ظہور کا انتظار تھا سلطان ابو عبد اللہ
 محمد نے قصر کے دروازہ کو جس میں سے ہم باہر نکلا تھا اس غرض سے اپنے منہ

چنوا دیا کہ اس کے بعد کوئی دوسرا اس کے ذریعہ سے قصر میں داخل ہو سکے
 یہ دروازہ اس وقت تک ایسی ہی حالت میں کھڑا ہے اور اہل دنیا کے لیے
 ایک عبرت گاہ ہے۔ سلطان سید ہافر ولند کی طرف آیا فرولند نے فوراً گھوڑے
 سے اتر کر اس کو گلے لگایا۔ سلطان نے قلعہ کی کنجیان دیکر کہا کہ خدائی تعالیٰ
 نے مجھ کو فتح عطا فرمائی ہے تب تک جو چاہئے کہ اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ رحم دلی اور شفقت
 سے پیش آئے۔ فرولند چاہتا تھا کہ اشقی امیر الفاظ زبان سے کہے سلطان
 بغیر توقف کے بڑھ گیا اور ملکہ ازابلہ سے ملتا ہوا البشرات جہان اسکا تمام مال
 اسباب اور رشتہ دار جا چکے تھے روانہ ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون
 جب سلطان ابو عبد اللہ محمد البشرات کی ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو بیستہ
 اس نے گھوڑے کو غرناطہ کی طرف موڑا اور اپنے خاندان کی گروہ شہ عظمیٰ
 شان پر آخر نظر ڈال کر زار و قطار رونے لگا۔ سلطان کی مان نے جو اس وقت
 ساتھ تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے دل کو نہایت سخت کیا اور کہا کہ جب تو
 باوجود ایک مرد سپاہی پیشہ ہونے کے اپنے ملک کو نہ بچا سکا تو اب مثل عورتوں کے
 ایک گم شدہ شے پر رونے سے کیا فائدہ؟ ابو عبد اللہ محمد نے ایک آہ سرد
 کھینچی اور جواب دیا کہ جو صدمہ کہ اس وقت میرے قلب پر گزر رہا ہے وہ کسی



الحمره كا دار الاختين

دوسرے کو ہرگز کبھی نصیب نہ ہو گا یہ مقام اس وقت تک ”دم واپسین عرب“ کے نام سے مشہور ہے۔

الغرض تھوڑی دیر میں چاندی کی صلیب جو فرولند کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتی تھی قلعہ کے برج پر آفتاب کی شعاعوں سے چمکنے لگی۔ صلیب کے دیکھتے ہی عیسائیوں نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور فرولند مع ملکہ اربلا نہایت ترنک و احتشام سے شہر غرناطہ میں داخل ہوا اور قلعہ الحمر ادا میں آقا اختیار کی وہ بنیطر قصر کی تعریف میں تمام جہان کی زبانیں سوہی جاتی تھیں آن واحد میں عربوں کے قبضے سے نکل گیا۔

قصر الحمر اکو شان غرناطہ نے بصر کثیر شہر کے قریب ایک نہایت بلند ٹیلے پر جبل شلیہ کی برف سے چھپی ہوئی چوٹوں کے سایہ میں تیار کیا تھا۔ اس کی چار دیواری کے اندر ایسے خوشنما سنبو و شاداب باغ نہایت شیریں و درختا میوہ دار جن پر انواع و اقسام کے پرندوں کی خوش الحانی سے تمام قصور کوخج جاتا تھا آرتا

اشعار

کیا جانتے آراستہ جس قصر شاہی کو	بنایا جس کو گہر ہر رنگ کی نغمہ سرائی کا
---------------------------------	---

لے تمدن عرب مترجمہ شمس العلماء مولوی سید علی ہجواری۔ یہ کسی عربی اشعار کا ترجمہ ہے۔

وہ احمر اہی احمر انہیں جس کا کہیں بہتا
 کہ اب تو منہدم ہوتا چلا ہے حسرت اور دا
 وہ اب کرتی چلی ہیں ہر سمان جن میں منزل کا
 جہان شاہد ہے تیری عظمت و شوکت کا ہر
 ترے دیوار و در کو عہد کی سے آچے دہوتا
 نہنیں الفاظ میں جس کا بیان لطف آسکتا

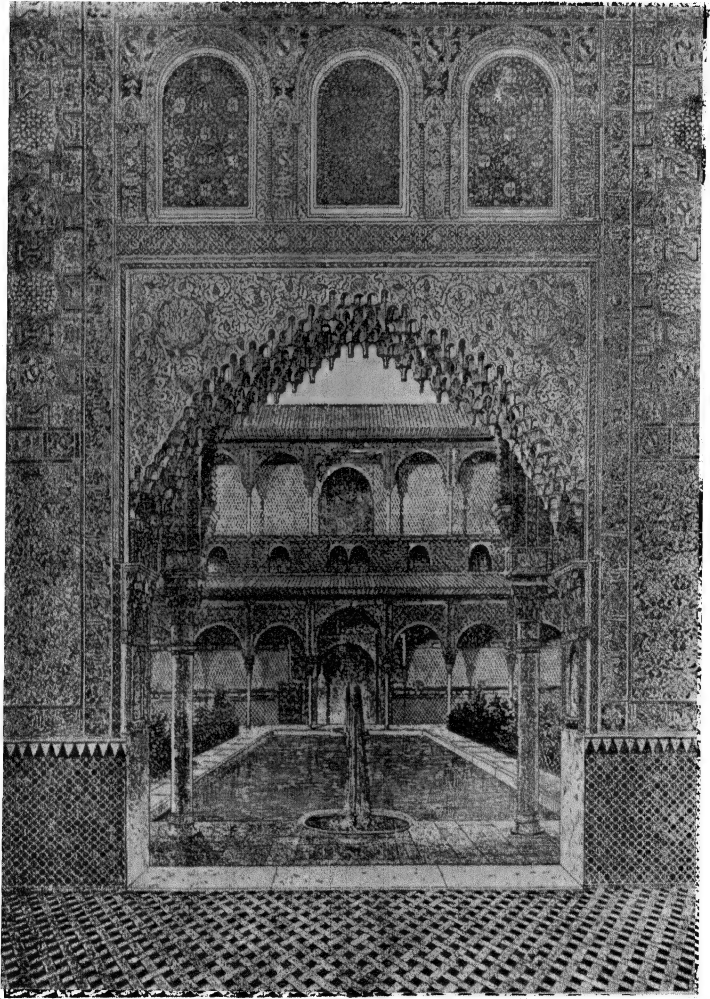
نظر آتا ہے عالم خواب کا سار اطمینانی
 ہزار افسوس تیری سبکی اور زار حالت پہ
 ترا وہ قلعہ اور کنگوریدار او سکی وہ دیواریں
 جہان کا نو نہیں جادو کی صدائیں شکوہ کی مین
 جہان چاند اپنی نورانی شمعوں سے بھنبلی
 سمان وہ بھی ہے تیرا کھنکھنے کی لالچ قابل

اس قصر کی ہر ایک چیز قابل دید اور اس قدر حیرت انگیز ہے کہ جس کو دنیا کے مشہور
 صنائع و دستکار روکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور اس کی بلند دیواروں کی گچ کی صفائی
 جو اس وقت تک سنگ سے مزین زیادہ چمکدار اور لوہے سے زیادہ مضبوط اور جالی دار دیواروں کی
 طرح طرح کی نازک کلکاریاں اور اس کی نئی وضع کی محرابوں سے ایک ایک لٹکتی ہوئی قلم
 نزاکت ٹٹکتی ہے۔ گہنٹوں عالم محویت میں خدا کی قدرت کا تماشا دیکھا کرے ہیں۔
 آدم برسر مطلب حسب معاہدہ جب سلطان ابو عبد اللہ محمد البشیرات
 یہ ہو چکا یہاں جو عیسائی فوجیں متعین تھیں وہ سب اوٹھالی گئیں اور اس مختصر سے صوبے
 پر اس کا قبضہ کر دیا گیا مگر فرد و لند نے اپنی چال بازیوں سے اس کو ایسا پریشان کیا

کہ آخر کار سلطان نے یہ ملک فردولند کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خود افریقہ چلا
 آیا اور بادشاہ فاس کی فوج میں ملازمت اختیار کی اور وہیں ۹۳۴ھ میں مطابق
 کی جنگ میں مارا گیا۔ ایک عربی مصنف اس قسمت بادشاہ کے حالات لکھتے ہے
 ایک مقام پر تحریر کرتا ہے کہ ”یہی کیا بد قسمت آدمی تھا جس نے اپنا ملک عیسائیوں
 سپرد کر دیا اور یہ زندہ رہنا گوارا اور ایک دوسرے شخص کا ملازم ہو کر مرنا پسند کیا۔“
 لیکن اس غصے کے بعد ابو عبد اللہ محمد کے حال زار پر اس مورخ کو رحم ہی آگیا۔
 اور لکھا کہ ”مشیت ایزدی میں انسان کی کیا مجال ہے کہ دخل دے منظور الہی ہی تھا
 کہ وہ ملک جس کو عربوں نے جان عزیز دیکر فوہنہا کے عوض خریدا تھا اور جس پر انہوں
 نے تقریباً آٹھ سو برس نہایت رعب و اب سے حکومت کی تھی وہ پھر دشمنان
 اسلام کے قبضہ و تصرف میں چلا جائے۔“

جنگ غرناطہ کے اختتام کے بعد ہی عیسائیوں نے خلاف معاہدہ
 مسلمانوں پر ظلم و تعدی شروع کر دی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۹۳۴ھ میں مطابق
 ۹۳۴ھ میں ایک عام حکم مسلمانوں کو دیا گیا کہ یا تو مذہب نصاریٰ اختیار کر دیا مگر
 اس حکم کے نفاذ کے بعد ہی مسلمانوں نے بغاوت شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 ہزار ہا قتل ہوئے اور یہ حکم ہوا کہ اگر ایک مدت مقررہ میں انہوں نے اپنے مذہب

کو ترک نہ کیا تو اور زیادہ سختی کی جائے گی۔ مسجدوں میں جمع ہونے اور نماز پڑھنے کی قطعی ممانعت تھی اور اون کی عورتوں کو یہ حکم تھا کہ سب بلا نقاب مثل عیسائی عورتوں کے باہر نکلا کریں اور اپنے قومی لباس اور طرز معاشرت کو بھی کھنچت ترک کر دیں۔ اگر ان جابرانہ احکام کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوتی تھی تو وہ فوراً قتل کر دیا جاتا تھا۔ بعض مسلمان اس ظلم و زیادتی سے بچنے کے لیے بظاہر تو عیسائی ہو گئے مگر باطناً اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اکثر عیسائیوں سے باغی ہو کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس قدر کشت و خون واقع ہوا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اس بے رحمی سے عیسائیوں نے قتل کیا کہ جو بچے تھے انہوں نے محض ان معصوموں کے بچانے کی غرض سے ہتیار رکھ لئے اور مکمل تمام اپنے تئیں افریقہ پہنچایا اور جو باقی رہ گئے تھے ان کو عیسائیوں نے نسلۃ مطابق ۶۱ء میں جبراً ندلس سے خارج کر دیا ہزاروں کا کام تو راستے میں تمام ہو گیا اور جو بچے وہ فاس اور تلمسان اور کوس وغیرہ مقامات میں جس طرف ان کا منہ اٹھا جا کر بس گئے فاعبداللہ اولی الابرصا



البركة كا دالان الحمراء مين



اسلامی اندلس کے محل حالات - طرزیات صنعت و حرفت - علوم و فنون

تقسیم نسوان - شجاعت - عربوں کا اثر یورپ پر -

گزشتہ ابواب میں ہم نے واقعات مندرجہ بالا کا ذکر جابجا اور ہر بادشاہ کے عہد حکومت میں مجملہ کر دیا ہے۔ منجملہ ان امور کے ہم اس اخیر باب میں بعض اہم باتوں کو بالتفصیل تحریر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین عربوں کی ترقی علوم و فنون کو و نیز جو اثر کہ خلافت اندلس کا اقوام یورپ پر پڑا ہے بآسانی دریافت کر سکیں۔

عربوں نے بغرض نظم نسق جو اصول قائم کئے تھے وہ بہت ہی صاف اصول ریاست اور آسان تھے۔ خلیفہ وقت کل امور مذہبی مالی اور فوجی کا مالک

تھا۔ کام ریاست کا چار محکموں یعنی فیئانس - امور خارجیہ - عدالت اور فوجی پر منقسم اور ہر محکمہ ایک وزیر کے سپرد تھا لیکن ان میں سے کوئی مجاز نہ تھا کہ بلا اجازت خلیفہ بطور خود کسی اہم مقدمہ کا تصفیہ کر سکے۔ وزیر اعظم کو حاجب کہا کرتے تھے علاوہ

ان وزراء کے اور بھی امرائی سلطنت راجی اور مشورے میں بغزوت شریک کر لیے جاتے تھے جن کو اعزازِ خطاب و وزیر کا دیدیا جاتا تھا لیکن یہ صرف وزیر کہلاتے تھے اور وزرائی سلطنت وزیرالوزرائین کے لقب سے مشہور تھے وزراء کے ماتحت معتدین کو عام طور پر خطیب الدولہ کہا کرتے تھے ان میں سے خطیب الرسائل جو دول غیر سے خط و کتابت کیا کرتا تھا اور خطیب الزمام جس کے ذمے انصاری اور یہودی وغیرہ کے مذہب و جایہ کی حفاظت کرنی ہوتی اور صاحب الاشغال جس کے سپرد ریاست کے اخراجات کا حساب و کتاب تھا سب میں ممتاز تھے۔ سوائے خلیفہ کی حکومت کے یا ان افسران ملک کے جن کے پیر صوبجات منجانب خلیفہ ہوتے تھے اور کوئی حکومت یا قوت ملک میں نہ تھی عربوں میں نہ موروثی جاگیر دار تھے اور نہ موروثی امراء۔ اگر کوئی شخص نہ صرف اندلس بلکہ دیگر عربی سلطنتوں پر نظر ڈالے تو یہ اچھی طرح ثابت ہو جائیگا کہ ان کی طرز حکومت کو بظاہر شخصی معلوم ہوتی ہے فی الواقع جمہوری تھی۔ خلیفہ ملک کا حاکم تھا اور اس کے ظل عافیت میں تمام امیر و غریب کی حالت مساوی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی اور بادشاہ غسان کے معاملے میں فیصلہ

لے یہ طرز انگلش پریوی کونسل سے ملتا ہوا ہے۔

صادر کرتے وقت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ”سوائے بدل بادشاہوں کے ایسے ہی جاری کی جائے گی اس واسطے کہ مذہب اسلام میں کسی قسم کے اعزازی حق یا ذات کی تفریق نہیں ہونی چاہیے کل مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں برابر تھے۔“ ہم پہلے کسی مقام پر یہ بتا آئے ہیں اور عربوں کی طرز حکومت کے جمہوری ہونیکے لیے یہہ ثبوت کافی ہے کہ جس قانون کی رو سے خلیفہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے اسی قانون پاک کی رو سے قاضی خلیفہ کو سزا دے سکتا ہے ہر فرد مسلمان کے مقابلے میں خلیفہ مدعی اور مدعا علیہ مثل احد من الناس ہے یعنی قاضی دونوں کو سزا دے سکتا ہے۔ خلیفہ قانون کا نگران ہے اور قاضی خلیفہ کا پاسبان۔ پس مسلمان وغیر مسلم کے باہمی تعلقات میں ہم کو جدید قانون کی تلاش و فکر کی ضرورت نہیں یہی ایک قانون مقدس ہے کہ جس میں نہ باہمی مرتبہ کا فرق رکھا گیا اور نہ ملت و قوم و رنگ میں کوئی رعایت کی گئی جو اصول اخلاق و معاشرت و تمدن کے مقرر کردہ گئے۔ وہ مسلمان اور غیر مسلمان سب کے واسطے مخصوص ہو گئے اور ان کی بابت ارشاد ہو چکا کہ المکتل لکم دینکم نہ ہم کو ان میں تغیر و تبدل کی مجال اور نہ تویم و تنسیخ کا اختیار

اس زمانہ کے بعض متعصب علمائے بیت النصارى یعنی یورپ و بالخصوص

فرقہ قیسین نے عربوں کے عبرت انگیز تنزل کے منجملہ دیگر نتائج کے ایک نتیجہ
یہ نہ نکالا ہے کہ مسلمانوں میں تدبیر ملک اور تہذیب قوم کے اصول کہی مرتب ہی
نہیں ہوئے اور نیز یہ نقص مذہب اسلام اور تعلیم قرآن شریف اور تلقین حضرت
ختم المرسلین کا ہے کہ ایسی بلند عرصہ اور بہادر قوم ایسی ترقی کے بعد اس طرح
معدوم ہو گئی کہ نام و نشان تک اوس کا باقی نہ رہا اور اپنے دین و مذہب پر فخر
کرتے ہیں کہ روز بروز ترقی کرتا رہا۔ لیکن انصاف پسند اور صائب الرائی علماء و
مورخین جو علم تاریخ اور فلسفہ تاریخ کے ماہرین وہ سمجھتے ہیں کہ ترقی و تنزل اقوام کا
کرن وجہ سے ہوا ہو رہا اور آئندہ ہونے کا احتمال ہے۔ اہل یورپ کی ترقی کو
ابھی چار سو برس بھی نہیں گزرے بقول شخصے کے آمدی و کے پیر شدی۔
ایک طرف تو ایسا سخت اعتراض کہ دین اسلام میں ترقی محدود کر دی گئی
اور دوسری طرف یورپ کے مہذب اور تعلیم یافتہ مورخین اور استدلال سے بال
کی کہاں نکالنے والے صاحب تجربہ و صاحب دلیل فلیسوفین برقی کو قید کریں
دخان کو غلام کار گزار بنانے والے حکماء ان بادی نشینوں کی برقی رفتار کا میابی پر
حیرت ظاہر کرتے ہیں اور دراز کار تو جہین کھڑے ہیں۔ توحید کے مزے سے وقت
نہتے۔ اس معنی کو حل نہ کر سکے۔

قبلاً عشق کیے باشند و بس

عرب ولولہ اور جوش عشق اسلام میں کفن بسر اور تیج بخت سرفروشی کے لیے تیار
 گہرے نکل کھڑے ہوئے اور مشرق سے مغرب تک ایک عالم کو نعرہ اللہ اکبر
 سے زیر و زبر کر دیا۔ لا الہ الا اللہ کی صدا سے دشت و کوہ کو بج اوٹھا۔ ناظرین یہ
 خیال نہ کریں کہ جوش مذہب نے عربوں کو متعصب بنا دیا تھا اور عیساکہ مخالفین
 بیان کرتے ہیں کہ عربوں نے عربستان سے نکلتے ہی دست تطاول دراز اور ہر
 شخص کے گلے پر خنجر کہہ کر اس کو اسلام کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ہم نے
 اپنے دیباچہ میں اوپر اپنی کتاب میں جا بجا مورخین اور علمائے اہل یورپ کے
 اقوال سے یہ اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اس قوم کی تاریخ میں یہ بات آپ نے
 سے لکھنے کے قابل ہے کہ عرب ہمیشہ احکام آنحضرت صلعم کے پابند رہے اور
 اقوام منضوحہ پر کبھی بوجہ تعصب مذہبی ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ اون کے مذہب و معابد
 متعصب لوگوں کے شر و فساد سے محفوظ رکھا۔ وعظا و پرند نصیح سو لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچا
 ہم سے ملکر وہ تہیں دلبر بنائیں گے | غیروں سے مت ملو وہ تم کو بنائیں گے
 تہذیب و اخلاق کو یا وہ زمین شاداب ہے جس میں عشق و مافی نشو و نما پا تا ہے اور
 سرسبز و بار آور ہوتا ہے اس کے بعد توحید کے نکتے بتائے گئے الشیطان

یعد کہ الفقرا و یا مکرہ بالفحشاء واللہ یعد کہ مغفۃ منہ و فضلہ واللہ
 واسع علیم اور یہ سکھایا گیا کہ یاران ہمارے الفت رکھیں و اغیار جیلہ سارے
 گریز کریں یعنی اون کو عصبیت قوم و ملک و ملت کا درس دیا گیا اور یہ تعلیم ان ننگے
 بہو کے صحرائشین مجاہدین کے دل میں ایسی راسخ کر دی گئی کہ ایک گدڑی پوش
 عرب نے یزد و جہر و اور اوس کے دربار کی شان و شوکت کو پوچ پوچ کر سمجھا اور یہ کہیں
 دو قار فرش زمین پر چار زانو بیٹھ کر اس بیباکی سے منصب سفارت کو ادا کیا کہ تمام دربار
 کو اپنا مرعوب کر دیا۔ اسی طرح دوسرے صحرائی عرب نے ہر قتل قیصر روم کے
 و بد بقیصری کو بے وقت اور بے معنی خیال کیا۔ ان کی نگاہوں میں عرب عربیت
 قابل قدر و لائق تعریف اور عجم و عجیبیت حقیر و ذلیل قرار پائی۔ عربی کجور کا دخت اندیسی
 سر و صنوبر و شمشاد سے خوب تر نظر آیا۔ عربی جلتا ہوا ریستان اور اوجاڑ کو ہستان عجیب و غریب
 اور چھستان سے عزیز تر قرار پایا۔ عربی امی۔ عجیبی رومی اور یونانی عالم کو بد تہذیب اور
 واجب الترتیب سمجھنے لگا۔ ایک مرتبہ غل جھکیا کہ

ز شیر شتر خوردن و سوسمار	عرب را بجائی رسید است کار
کہ تخت کیان را کند آرزو	تقویر تو اسے چرخ گردون تقو

اے شیطان تم سے تنگی کا وعدہ کرتا ہوں اور عیسیٰ کا کلمہ کرتا ہوں اور اللہ تم سے اپنی بخشش و فضل کا وعدہ کرتا ہوں اور اللہ بہت والا و علم والا ہے

نصاری کے پادریوں اور اہل یورپ کے فلاسفہ سے پوچھا جائے کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک آدمی تہمیدل پوش لے کر جس کو نہ پدر و مادر کی تعلیم نہ مکتب مدرسہ کی تربیت میسر ہوئی الا عراب اشد کفراً و نفاقاً جیسی اہل اور وحشی قوم کو بچیس برس کے عرصہ میں سرآمد اقوام عالم بنا دیا۔

میتیمی کہ ناکر وہ فتہ آن درست	کتب خانہ خید ملت لبست
-------------------------------	-----------------------

یہ اوس تعلیم کا نتیجہ ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اگر جن و انس کل مخلوقات جمع ہو جائیں تو ہرگز اس کے مثل نہ لائیں گے ان ہی معنی میں قرآن شریف کی نسبت معجزہ دوامی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

الغرض مسلمانوں کو کسی دوسرے قانون کے ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان کی تدبیر و تہذیب بالکل نئے اصول پر مبنی تھی وہ مضر ہون یا مفید ناقص ہون یا کامل بہر طور اہل یورپ کے اصول سے جدا تھے اور جو بنی آدم کے فرد و جماعت و نون پر یکساں اثر رکھتے تھے۔ اہل یورپ یا تو سمجھے نہیں یا عمدہ انحضرت بوجہ بغض و تعصب مذہبی عربوں پر اعتراض کر بیٹھے۔ مسلمانوں میں مذہباً جباری سلطنت کا یا کسی دوسرے کی شخصی حکومت کا قبول کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں دولت شخصی نہیں ہے بلکہ دولت عامہ ہے۔ خدا کو اپنا بادشاہ حقیقی اور سلطنت کو سلطنت

خدا فی سمجھتے ہیں۔ قانون قانون الہی ہے جو حاکم و محکوم دونوں پر یکساں موزن ہے۔
 نہ ملکہوں کی تقسیم نہ قوموں کی تفریق۔ ملک ملک اسلام۔ قوم امت محمدی اگر۔
 عرب و عجم میں فرق ہے تو نسل کا فرق ہے۔ زبان کا فرق ہے۔ رسم و رواج کا فرق ہے مگر قانون معاد و معاش سب کا ایک ہی ہے۔ چنانچہ خلاق عالم اسے کلام پاک میں عصیت و اخوت قوم کے باب میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔
 اَلْکَلِمَۃُ اَعْلٰی فَاَلْفَتْ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا لِّہٖ تَدْبِیْرُہٗ وَہٰذِیْہِ
 مملکت بھی ایک ہی ہے یہی قانون معاد و معاش جو فرقی کے افراد میں انفراداً منصوص ہے وہی قانون معاد و معاش قوم کے فرقوں پر اور ممالک کے اقوام پر فرض ہے اور وہی قانون امت مرحومہ اور دیگر امت محمدیہ کے باہمی تعلقات میں لازم و ملزوم ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے بعد اور بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں موروثی سلطنت قائم ہو گئی تاہم قوم خاندان شاہی میں سے جس کسی کو لائق اور قابل خلافت سمجھتی تھی سخت پریشان دیتی تھی۔ چنانچہ اس قاعدہ کو فی زمانہ ترکوں نے جاری رکھا ہے۔ سلطنت روم میں سلطان کے انتقال کے

لے جبکہ تم آپس میں شمشیر پہنتا رہے۔ دونوں میں الفت پیدا کی (اسی ہنمت کی وجہ سے آپس میں تم بہائی ہو گئے۔

بعد اولاد اکبر جانشین بنیں ہوئی بلکہ جو رکن خاندان عثمانیہ لائق تر ہوتا ہے وہ بادشاہ بنا دیا جاتا ہے۔

عدالت کو توالی | اندلس میں قاضی کو نہایت وسیع اقتدار حاصل اور عدالت کا تمام کام اوس کے سپرد تھا۔ خاص دار السلطنت کے قاضی کو قاضی القضاۃ یا قاضی الجماعت کہتے تھے۔ سنی امیہ کے زمانہ حکومت میں کو توالی کا انتظام نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ کو توال کو صاحب الشرطہ کہا کرتے تھے باوجودیکہ کو توالی اور کو توالی مجسٹریٹ کی جو صاحب المدینہ اور صاحب الیل کے ناموں سے موسوم تھے۔ بہت کچھ اختیارات حاصل تھے لیکن یہ سب شہر کے قاضی کے پوری طرح ماتحت تھے مثل ممالک عرب و عجم اندلس میں بھی ایک محاسب مقرر اور اوس کے سپرد بازاروں اور بٹون اور تجارت پیشہ کی نگرانی و انتظام تھا۔

طیبار | نسبت شام و عراق۔ اندلس میں اس محکمہ کو بہت کچھ ترقی بھی گئی تھی افسر محکمہ کو صاحب البرید کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ تمام ممالک محروسہ کے ٹپہ خانوں کا انتظام اسی افسر کے سپرد تھا۔ ہر بڑے شہر میں ایک ٹپہ خانہ تھا اور راستوں میں جا بجا مناسب مقامات پر چوکیاں اور گھوڑوں اور اونٹوں کی ڈاک تیار رہا کرتی تھی۔ ان گھوڑوں اور اونٹوں پر جو خاص ٹپہ رسائی کے

واسطے متعین تھے سرکاری نشان یاد اخی ہوتا تھا۔ سرکاری ڈاک کے ساتھ خانگی خطوط بھی ہر شہر اور قصبہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ پہنچائے جاتے تھے خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے زمانہ حکومت میں بالخصوص فوجی اغراض کے واسطے کبوتروں سے بھی ٹیپ رسانی کا کام لیا جاتا تھا اور اس قسم کے سہارے ہوئے کبوتر ہر فوج کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ ہر شہر میں افسر ٹیپ کے سپرد صرف نگرانی ٹیپ خانہ کا کام ہی نہ تھا بلکہ اس کے فرائض منصبی میں امور ذیل ملک و رعایا کی حالت اور حکام کا طرز عمل۔ سکھ وغیرہ کی خفیہ نگرانی بھی داخل تھی اور اس کا فرض تھا کہ امور مذکورہ کی نسبت روزانہ خفیہ روزنامہ خاص خلیفہ کے ملاحظہ کے واسطے بذریعہ ٹیپ پیش کیا کرے۔

ہری و بھری قوت | بھری اور برہی فوج کا اعلیٰ افسر و خلیفہ تھا لیکن صوبجات میں فوج کی سپہ سالاری والیان صوبہ کے سپہ دکر دی جاتی تھی۔ سپہ سالار فوج کو امیر کہا کرتے تھے۔ مثل شام اور عرب اندلس میں بھی فوج دو حصوں میں منقسم تھی۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ۔ باقاعدہ میں تمام ماہوار یا ب سپاہی شریک تھے۔ بے قاعدہ میں وہ لوگ بروقت ضرورت شریک کر لیے جاتے تھے جو بطور خود محکمہ فوج میں

لے ہٹھی آئی سی سپہ سالار مصطفیٰ جیسر امیر علی باب مصطفیٰ (۱۱۸۸ھ) ماہور کی مقدار ایک ہزار دہم سے انسی ہزار دہم فی نفر تھی

شرکت جنگ کی درخواست کیا کرتے تھے۔ ہر سال مصنوعی جنگ ہوا کرتی تھی اور سپاہیوں کو فن جنگ سکھانے میں بلوغ کو شمش کی جاتی تھی۔

بہن فوج کی تقسیم | حرمیہ ان کا لباس زرہ و غود اور ہتیار نیزہ اور تلوار و سپر تھے۔ رامیہ

یہ بھی زرہ بکتر میں ڈوبے ہوئے علاوہ تیر و کمان کے تلوار اور سپر سے آراستہ ہوتے تھے۔ سواروں کا لباس زرہ بکتر اور تلوار و نیزہ اور تیران کے ہتیار تھے فوج دس دس ہزار کے دستوں میں منقسم اور ہر دستہ کا افسر اعلیٰ ایک امیر یا سپہ سالار ہوتا تھا۔ ہزار آدمیوں کے افسر کو قائد اور سو آدمیوں کے افسر کو نقیب کہا کرتے تھے۔ خلیفہ کی حفاظت کے لیے ایک خاص فوج مقرر تھی جس کی ماہوار نسبت اوروں کے زیادہ اور ادوں کا لباس مکلف ہوتا تھا انڈلس میں جب خانہ جنگی اور بیرونی لڑائیوں نے خلیفہ کو مجبور کیا تو اہل بربر بھی فوج میں بہرتی کیے گئے جو فوجیہ خاص فوج سلطنت میں شامل ہو گئے تھے۔

انجینیر | فوج کے آرام و آسائش کا عربوں کو بڑا خیال تھا۔ ہر فوج کے متعلق ایک گروہ انجینیر اور مزدوروں کا تھا جو ہمیشہ فوج کے آگے راستہ بناتا یا صاف کرتا چلتا تھا۔ انجینیر کے افسر کا نام امیر ^{مہندس} محنتین تھا۔ ان کی تعلیم خاص طور پر ہوتی تھی۔ پہلے

لے پیادے۔ تھ تیر انداز تھے ابن خلفان تحریر کرتا ہے کہ تعداد میں ایک مشہور۔ پکھو و نقیب

یہ سب فوج میں شریک کیے جاتے تھے پہرہ ان کو سامان حرب اور قلعہ اور قلعہ شکن آلات کا بنانا اور محاصرہ کے لیے قلعہ کے گرد مقامات کے درست کرنا وغیرہ وغیرہ نہایت احتیاط سے سکھایا جاتا تھا

فوجی شفا خانہ میدان جنگ میں ہر فوج کے ساتھ دو اخانہ اور اونٹوں پر پلنگ اور ضروری سامان زخمیوں کے علاج اور آرام کے لیے مہیا رہتا تھا تمام دستے فوج کے ملک میں جا بجا متعین تھے جو بوقت ضرورت فوراً فراہم کر لیے جاتے تھے آج کل جو دقتیں فوج کی فراہمی اور سامان کی باربرداری کے انتظام میں ہوتی ہیں وہ اس زمانہ میں بالکل مفقود تھیں۔ نہ تو شراب کی ضرورت تھی اور نہ برف اور عمدہ کھانوں کی۔ سپاہیوں کی زندگی خرما یا اون معمولی کھانوں پر تھی جس کو ہر سپاہی بغیر محنت اور مشقت اپنے ساتھ رکھ سکتا تھا۔ ہر صحیح القوی عرب کو فوج میں شریک ہونا لازمی تھا گو کوئی خاص زمانہ فوجی ملازمت کا مقرر نہ تھا لیکن جب سپاہی اچھی طرح کام سیکھ لیتے تھے اور ملک میں امن و امان ہوتا تھا تو یہ لوگ نصبت کر دئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۷) انجیر یعقوب بن صالح النیسبی گزراہ جس نے ایک کتاب عمدۃ المسالک فی سیرۃ الملک

اس فن میں تصنیف کی تھی اس میں فوج میں فوجوں کی ترتیب و قیام و قیام پر چند کراہیوں کی سواری و حکم مقامات کی تصریح انجیر تک مختلف تھی اور آلات قلعہ شکن کا استعمال فوجوں کا جمع ہو کر یا کھل کر اور وغیرہ وغیرہ لکھا ہے وہ قابل پڑھنے کے ہے

جائے مگر بوقت جنگ اون کو بھگدینک میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔

فوجی جاگیر بعض وقت افسران فوج کو تنخواہ کے عوض جاگیرین عطا کی جاتی تھیں
ایسے لوگوں کا فرض تھا کہ اس جاگیر کی آمدنی پر اپنی اپنی فوج حسب حیثیت تیار اور
بوقت ضرورت فوج سلطانی میں شریک ہو جایا کریں۔ اس افسر کو صاحب المعالیٰ
کہتے تھے۔ عربوں کے بعد بھی جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں مثل ترک وغیرہ انہوں
نے بھی اس طریقہ کو قائم رکھا۔ دولت عثمانیہ میں کچھ روز قبل تک فوجی جاگیرین تقسیم
ہوتی تھیں مگر آخر کو جو نقصانات بوجہ بغاوت ملک کو پہونچے سلطان محمد ثانی نے
انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس طرز کو بالکل مسدود کر دیا۔

طرز جنگ | بوقت جنگ روانگی کے قبل فوج پانچ حصوں میں تقسیم کی جاتی تھی طلیم
یعنی ہراول فوج سے کئی میل آگے رہتا اور یہ کام اکثر سواروں کے جو آسانی نقل
و حرکت کر سکتے ہیں سپرد کیا جاتا تھا اون کو حکم یہ تھا کہ یہ دشمن کی فوج کے مقام اور اوکی
تعداد کو دریافت کر لیں اور جن مقامات سے ان کا گزر ہو وہاں کے نقشے تیار اور

لے انگریزی میں اس کو نیوٹل سسٹم کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں فرانس میں بھی طرز جاری تھا اور نارمنز نے جبل شکٹل
فتح کیا تو وہاں بھی اس کو جاری کیا۔ عربوں نے اس کو یورپ سے نہیں لیا بلکہ شام اور عرب میں بھی یہ طریقہ جاری تھا۔

دیکھو المقری اور ہسٹری آف دی سارنس "معنفہ جٹس امیر علی باب صفحہ ۳۳۔

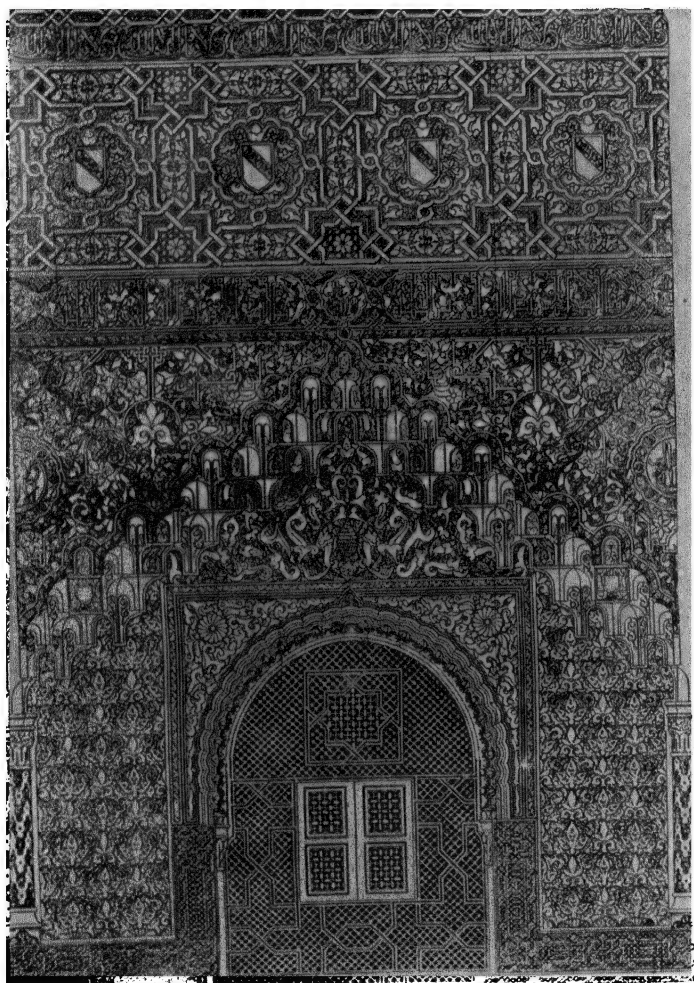
زمین کے نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف ہو کر سپہ سالار کو اطلاع کرتے ہیں
ہراول کے پیچھے اصل لشکر روانہ ہوتا تھا اس کے پیچ کی فوج کو قلب اور داہنی کو
میسمنہ اور بائیں کو میسرہ کہتے تھے۔ اس لشکر کے عقب میں کچھ فاصلے پر بغرض
محافظت ایک دستہ فوج کا جسکو ساتھ کبھی نہ تاتا تھا اس میں جان فوج کا قیام ہوتا وہاں تمام کل
ٹھکانے لگیا جاتا تھا اور راستہ اور ٹھکانے تیار کی جاتی تھیں۔ بازار کھل جاتے تھے اور
لشکر کے اطراف میں جا بجا آگ روشن کر دی جاتی تھی۔ راستوں اور گزرگاہوں پر
داستان کو بیٹھے ہوئے سپاہیوں کو اون کے باپ اور دادا کی بہادری اور شجاعت
کی داستان سنا کر ان کے دلوں میں جوش و حوصلہ جنک پیدا کرتے تھے کسی طرف فوجی
ورزش جمانی تلوار و نیزہ بازی میں مصروف نظر آتے تھے طرز جنگ میں بھی بہت کچھ
تغیر اور تبدل واقع ہوا تھا اوائل زمانہ میں دو صفین یکے بعد دیگرے کھڑی کی جاتی
تھیں اور اسی ترتیب سے عرب خود حملہ کرتے اور دشمنوں کی یورش کو روکتے تھے
و قتلاً و قاتلاً حسب ضرورت جب جدید قوانین جنگ تیار کیے گئے تو ان دو صفوں کی
عوض حربیہ یعنی پیادہ کئی صفوں میں یکے بعد دیگرے لشکر کی مثلث یا حبیباً موقع ہو اپنے
نیروں کو سامنے زمین میں نصب کرتے اور ایک گھنٹے پر سپہوں کے عقب میں مثل
دیوار آہنی جم جاتے تھے ان کی پشت پر تیر انداز اوچپ و راست سوار اسادہ رہتے

تھے۔ یہ طریقہ دشمن کے حملوں کو روکنے کا تھا۔ جہاں فوج مخالف زد میں آتی
 سب سے پہلے تیز اندازاً اون پر تیروں کا مینہ برساتے اور پیادہ تلوار اور چھوٹے
 نیزوں پر حملہ کر دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی سوار دونوں طرف سے حملہ آور
 ہوتے تھے۔ عربوں کی صفوں کو توڑنا آسان بات نہ تھی لیکن سب سے زیادہ
 سواروں نے اپنا خوف عیسائیوں کے دلوں میں جمایا تھا۔ متعدد دلائیوں میں یہ
 دیکھا گیا ہے کہ صرف سواروں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر عیسائی لشکر پر اگندہ اور
 منتشر ہو گیا بوقت جنگ سپہ سالار ایک بلند مقام سے بوساطت اپنے مصائب
 ہر دستہ فوج کے افسر کے نام حکم جاری کرتا تھا۔

آلات قلعہ شکن اور مستحکم شہروں کی دیواریں توڑنے کی غرض سے عربوں نے
 خاص قسم کے آلات ایجاد کیے تھے جن کو تخنیق اور دباہ کہتے ہیں۔ اول الذکر
 تو مثل گوپن کے تھے اور آخر الذکر ایک کل کچھو انما ان دونوں کلون کے ذریعے
 بڑے بڑے پتھر قلعہ کی دیواروں پر اس قدر زور سے پھینکے جاتے تھے کہ پتھر
 عرصہ میں دیوار منہدم ہو جاتی تھی۔ تیرہویں صدی عیسوی سے جب باروت ایجاد
 ہوئی تو یون کا استعمال عربوں نے شروع کیا۔ الحاصل جو ترقیان فنون جنگ
 میں عربوں نے کی تھیں ان سے اہل یورپ بالکل بے بہرہ تھے۔ ایک مشہور

جرمن مورخ لکھتا ہے کہ اہل غیر نظامین کو اپنی سابقہ شان و شوکت اور تمدن پر اس قدر ناز تھا کہ یہ عرب باونیشینوں کو اپنے مقابلہ میں جاہل اور غیر مہذب تصور کرتے تھے اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ خود عربوں سے زیادہ نالایق اور جاہل تھے۔ ان لوگوں نے جب کہی کسی شہر قریض کیا تو اس کو اور غریب رعایا کو ماتحت و تاراج ہی کر کے چھوڑا۔ دشمن کے ملک میں داخل ہو کر قصبوں اور دیہاتوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ ان کے برخلاف عرب ہمیشہ ان مذموم حرکات سے باز اور بری رہے جب تک کہ وہ مجبور نہ بنیں ہوئے انہوں نے دشمن کے ملک کو براؤ نہ بن کیا۔

بحری قوت | ابن خلدون نے اندلس کی بحری قوت کی ترقی اور تنزل کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ مسلمانوں کے لئے خاص دل چسپی رکھتا ہے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ عربوں کی بحری قوت اقوام غیر کی مجموعی قوت سے بہت زیادہ تھی۔ عربوں نے مثل بڑی جنگ کے اس کے واسطے بھی نہایت عمدہ اصول قائم کیے تھے۔ اس کے زمانہ عروج میں افسر اعلیٰ کو امیر الہما، اور امیر البحر بھی کہا کرتے تھے عبد الرحمن ثالث کے زمانہ حکومت میں اس افسر کا نام قائد الاساطیل کہا



الحراء کی دارلاختین کی اوپر کی منزل

گیا۔ جنگی جہاز کے افسر کو قائد یا مقدم اور اوس کے ماتحت کو رئیس خطاب کیا کرتے تھے۔ ہر صوبہ دار کو حکم تھا کہ ایک مقررہ تعداد میں جنگی جہاز تمام سامان سے مہیا پیش کیا کرے۔ تمام بندرگاہوں میں کسی بلند ٹیلہ یا تہ پر کتاب خانہ راتوں کو روشنی جلا کرتی تھی بنایا جاتا تھا۔ تاکہ جہازوں کی آمد و رفت میں دقت اور نقصان واقع نہ ہو۔

صنعت و حرفت | سلطنت عثمانیہ جس کا ذکر بالتفصیل گزشتہ باب میں تحریر ہو چکا ہے۔ عربوں کی سابقہ عظمت و جبروت کی ایک بے مثل یادگار تھی۔ اس میں اندلس کے وہ حصے اور صوبے شریک تھے جو اس کے جنوب و مشرق کی جانب سواحل بحر متوسط اور آبنائے طارق پر واقع ہیں۔ اس کی مسافت شرق سے غرب تک تقریباً دو سو میل۔ اور جنوب سے شمال تک پچیس میل سے زیادہ نہ تھی لیکن باوجود اس تنگی و سعت کے اس مختصر خطہ زمین کے حدود میں وہ تمام باتیں موجود تھیں جو اس زمانہ میں بزرگ ترین سلطنتوں کو بھی نصیب نہ تھیں جس پر تمام یورپ رشک و حسد کی نظر بٹا رہا تھا۔ یہاں کے مرغزار اور وسیع میدانوں پر عربوں نے فن زراعت کو ختم کر دیا تھا اور دریا مثل شیل وغیرہ جل شلیر کی چوٹیوں سے نکل کر انہماجی کوہ کو سیراب کرتے ہوئے سمندر کی طرف زور و

شور سے رہے تھے اون کی اس قدر نہرین اور شاخین نکالی تھیں کہ ایک خوشنما جال تمام ملک پر پھیل گیا تھا۔ ان نہروں کے ذریعے سے پانی دور دور پہنچایا جاتا تھا۔ علاوہ اس ملک کی چیزوں کے عرب اور شام افریقہ کے وہ میوہ جات اور اجناس جن سے نہ تو اہل یورپ واقف تھے اور نہ اون کی کاشت کے طریقے جانتے تھے۔ ان کو عرب کسان باوجود اختلاف آب و ہوا اور زمین سال میں کئی بار کاشت کرتے تھے۔ ریشم اور سن بکثرت بڑے بڑے بناؤں الیمیریہ اور مالقہ سے اطالیہ جایا کرتا تھا اور بندر گاہیں یورپ اور شام اور افریقہ کے تجارتی جہازوں سے معمور رہا کرتی تھیں غرناطہ نہ صرف اس سلطنت کا بلکہ تمام دنیا کا پائی تخت بنا ہوا تھا۔ اہل ضیو اور فارس نے غرناطہ میں مختلف مقامات اور کلیں اور گرنیان بغرض ترقی تجارت قائم کی تھیں۔ اس ملک میں تیس بڑے شہر اور اسی قدر قلعہ اور نہروں چھوٹے شہر اور بناد آباد تھے۔ ان میں کاہر ایک شہر ایک چیز کی ایجاد اور تجارت میں مشہور تھا۔ مورخ گبن بیان کرتا ہے کہ صرف وادی البکیر کے کنارے پر بارہ ہزار شہر اور قصبے بسے ہوئے تھے۔ عرب راستبازی اور امانت و دیانت میں شہرہ آفاق تھے۔ ان کا ایک لفظ اندلس کے تمام عیسائیوں کی دستاویز اور تحریر کے مقابلہ

مین کافی سمجھا جاتا تھا۔^{لہ}

زراعت | عربوں نے زراعت کو اس قدر ترقی دی تھی کہ یہ ایک خاص اور مکمل فن بن گیا تھا۔ یہم ہر سیوہ اور درخت اور زمین کی خاصیت اور اہمیت سے اچھی طرح واقف تھے۔ جو اراضی افتادہ تھیں۔ جہاں سوائے ٹیلہ اور کنکر سبزہ نظر نہ آتا تھا اون کو مختلف پانس اور اپنے علم کے ذریعے سے ایسا درست کیا کہ ایک قلیل عرصے میں یہ اوجاڑ مقامات میوہ دار درختوں اور سبزہ و شاداب کہیتوں سے لہلہانے لگے۔ چانول اور مشککرونی اور زعفران۔ انار آڑو اور شفا لو وغیرہ وغیرہ جو اب اندلس میں بکثرت ہوتے ہیں عربوں ہی کی بدولت اندلس بلکہ تمام یورپ کو نصیب ہوئے۔ جو زمین جس چیز کی کاشت کے لیے مناسب معلوم ہوتی تھی وہیں وہ چیز بونی جاتی تھی۔ چنانچہ اندلوسیمہ و شیلیہ کے میدانوں میں زیتون و خرما کی کاشت ہوتی تھی جہاں عربستان اور شام کے عمدہ سے عمدہ زیتون اور خرما کے درخت منگوا کر نصب کیئے گئے تھے تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ ۲۵۷ء میں فردلند اول نے جب اس صوبہ پر قبضہ کیا یہاں زیتون کے لکھو کھاد درخت موجود تھے اور تقریباً ایک

لاکھ گریبان تیل نکالنے کے لیے تیار تھیں شیش اور غرناطہ اور مالقہ انگور کے لیے مشہور تھے۔ چانول کی کاشت الیوسفرتہ میں۔ نیشکر اور رونی غنڈیہ میں پیدا ہوتی تھی۔

معدنیات | زراعت کے ساتھ عربوں نے فن معدنیات کو بھی کمال تک پہنچا دیا تھا۔ علاوہ ریشم اور رونی اور زعفران اور مختلف اقسام کے رنگوں کے سونا۔ چاندی۔ لوہا۔ فولاد۔ پارہ۔ کہربا۔ تانبہ۔ یاقوت اور نیلم اور موتی وغیرہ بھی بکثرت اندلس میں پیدا ہوتے تھے۔

فن تعمیر | اندلس کی عمارات کا ذکر مفصل طور پر پہلے ہو چکا ہے اس مقام پر اتنا تحریر کرنا مناسب ہو گا کہ یہاں کے عربوں نے اس فن کو یونانیوں اور رومیوں کی والوں سے حاصل کیا تھا مگر ان مختلف طرزوں میں اس قدر تغیر واقع ہوا کہ یہ بظاہر ایک جدید طرز بن گیا۔ یہ طرز ایسا مقبول اور خوشنما تھا کہ اہل یورپ نے اس کو عربوں سے اخذ کیا۔ نوکدار محرابیں اور سبک ستون فرانس کی عمارات قدیمہ میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے صرف اینٹ اور پتھر استعمال کیے جاتے تھے۔

اس کے بعد جو ترقی فن تعمیر کو ہوتی گئی مصباحہ میں بھی فرق ہوتا گیا۔ مٹی اور چونا اور

لہ طیلطہ اور غرناطہ کی تلوار میں دنیا میں مشہور تھیں۔

اور ریتی اور چوٹے پتھروں سے ایک ایسا مصالحہ عربوں نے تیار کیا جو مثل
سنگ مرمر کے نہایت صاف مضبوط اور پائدار ہوتا تھا چنانچہ بعض عمارات اور
بالخصوص الحمراء اور جنت العریف - غرناطہ میں اس ہی مصالحہ سے بنائی
جو اس وقت تک بدستور قائم ہیں اور جن سیاحوں نے ان عجوبہ روزگار
عمارات کو بحشم خود دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تک دیواروں کی
پیمک اور صفائی اسی طرح موجود ہے۔

تصویر کشی اور سنگ تراشی | یہ اہل یورپ کا اثر تھا کہ عربوں نے تصویر کشی اور سنگ تراشی
میں بھی مثل اپنے عیسائی ہمسایوں کے پوری ترقی حاصل کی تھی قصر الزہراء
قرطیبہ میں اور الحمراء غرناطہ میں عمدہ تصویروں اور نہایت خوشنما ترشی ہوئی
مورتوں سے آراستہ تھے الحمراء کا دارالاسود اس وقت موجود ہے جس کے
وسط میں ایک فوارہ ہے اور اس فوارہ کے گرد شیروں کی مورتیں پتھر سے ترشی
ہوئی قائم ہیں۔ اسی طرح قصر الحمراء میں جو نادریں کے برتن اور مرتبان جا بجا
رکھے ہیں۔ عربوں کی صناعی اور دستکاری کی عمدہ دلیل ہے۔

۵۷۷
لے تمدن عرب ترجمہ مولوی سید علی گرامی صفحہ ۵۵۔ باب اور پٹری آئی سی سائنس مضبوط جسٹس امیر علی صنفو

تھ چکر عربوں کی تجارت کی وسعت نے ملک چین سے بھی تعلق پیدا کر لیا تھا۔ غالباً یفن انہوں نے چین سے حاصل کیا ہوگا۔

علوم و فنون تمام موزین بیت النصاری معترف ہیں کہ جو ترقی عربوں نے علوم و فنون میں کی اور جس مستعدی سے یونانیوں اور رومنہ الکبریٰ والوں سے بحال محنت و تحقیق حاصل کیا وہ فی الحقیقت حیرت انگیز ہے جس وقت عرب اندلس میں داخل اور اوس پر اچھی طرح قابض و متصرف ہوئے تو انہوں نے تمام ملک میں دارالعلوم اور چھوٹے مدارس - رصد خانے - غظیم الشان کتب خانے کھول دیے جہاں تمام سامان علمی تحقیقات کا موجود رہتا - تعلیم کے دو طریقے جاری تھے - چھوٹے شہروں اور قصبوں میں چھوٹے مدارس ابتدائی تعلیم مذہبی دینے کی غرض سے بنائے گئے تھے - تکمیل تعلیم اور تحقیقات علمی کے واسطے دارالعلوم قرطبہ - اشبیلیہ - مالقہ - سر قسطہ - لیشونہ - جیان - طلیطہ وغیرہ مشہور شہروں میں قائم کیے گئے جہاں طلبہ شوق و ذوق علم میں اطالیہ اور فرانس اور جرمن اور انگلستان سے آتے تھے۔

اوائل میں عرب ایک زمانہ دراز تک صرف اہل یونان اور روم کے شاگرد اور مقلد بنے رہے اور کسی علم و فن میں جدید تحقیقات نہ کر سکے جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ یہ سوائے اپنی زبان کے اور زبانوں سے بالکل ناواقف تھے پس سب سے پہلے انہوں نے یونانی اور لاطینی اور اسپانیش کو ایسی مشقت

اور عرق ریزی سے حاصل کیا۔ جس کی تعریف ممکن نہیں۔ یہی زمانہ عربوں کے علمی شوق اور مذاق کے امتحان کا تھا۔ چونکہ یہ فی الواقع جو ایسی علم و ہنر تھے ان شدید مشکلات نے ان کی ہمت و شوق پر بالکل اثر نہ کیا اور انہوں نے یونانی لاطینی اور اسپانیش زبانوں میں زبان عربی کے ساتھ متعدد لغات لکھ ڈالے جو اس وقت تک اندلس کے اسکوریل کتب خانے میں موجود ہیں۔ مثل موجودہ زمانہ کے اس ابتدائی زمانہ تعلیم میں بھی ہر عرب طالب علم کی تعلیم یونانی اور لاطینی زبانوں کی تحصیل پر موقوف تھی۔ عربوں کی جودت طبع اور حصول علم کے شوق نے ان کو اس محدود دائرہ شاگردی میں بہت روز رہنے نہیں دیا۔ اور انہوں نے زلیل عرصہ میں اس اہم مسئلہ کو کہ مشاہدہ اور تجربہ نادر سے نادر کتاب پر ترجیح رکھتا ہے جس کے سمجھنے میں اہل یورپ نے صدیاں گواہیں دریافت کر لیاں جو اس کے بعض ناواقف عیسائی مصنف یہ کہتے ہیں کہ عرب محض پیروار سطو و افلاطون رہے انہوں نے کوئی جدید تحقیقات اس فن میں نہیں کی۔ اگر یورپ کے زمانہ متوسط کی تاریخ پر کوئی صاحب بنی نظر ڈالے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ الزام اہل یورپ پر عائد ہوتا ہے نہ کہ عربوں پر۔ ایک تہایت واجب التعظیم عیسائی مصنف اس کی نسبت تحریر

کرتا ہے کہ عربوں کا طریقہ تحقیق تجربہ اور مشاہدہ تھا برخلاف اس کے زمانہ مسطور
 کے یورپ کا طریقہ اساتذہ کے کلام کو پڑھنا اور ان کی رائی کو بار بار بیان کرنا تھا
 ان دونوں میں بہت ہی اصولی فرق ہے اور بلا اس فرق کو مد نظر رکھے
 ہوئے ہم عربوں کی علمی تحقیقات کی پوری قدر نہیں کر سکتے، قوم و ملک کی
 یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ عین عالم شباب خلافت اندلس میں خلفائے نے بھی
 علم کی وہ قدر کی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ چنانچہ خلیفہ
 الحکم ثانی کے عہد حکومت میں صرف قرطبہ کے کتب خانہ میں چھ لاکھ کتابیں
 مختلف علوم و فنون کی موجود تھیں اور ہر کتاب پر خاص خلیفہ کے ہاتھ لکھ حاشیہ تحریر
 فن تاریخ المقری اور ابن جبران کی تصانیف کے بکینی کی قبل میں اقوال اہل یورپ
 کو صحیح سمجھتا تھا کہ عرب مورخ بلکہ صرف واقعہ نویس تھے اس میں شک
 نہیں کہ فن تاریخ عربوں کے زمانہ عروج میں ابتدائی حالت میں تھا اور جس مکمل
 شکل میں یہ آج مروج اور جو نئے اصول اس علم کی تحقیقات کے لئے ایجاد
 کیئے گئے ہیں وہ اس دور میں مفقود تھے۔ تاہم عربوں نے اس فن کو نہایت

لے تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی گلبرامی فصل دوم صفحہ ۴۴۔

۱۴ اس نے دو تاریخین اندلس کی لکھی تھیں۔ ایک دس اور دوسری ساٹھ جلدوں میں۔

عمدہ اصول پر قائم کیا تھا۔ اگر عربی تاریخین یا ان کے ترجمہ دیکھے جائیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کے مصنفین نے صرف واقعات ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ باتیں بھی لکھی ہیں جن سے اس قوم کے ذاتی صفات و حالات اور خیالات بھی بہت اچھی طرح معلوم ہو سکیں۔ مورخین عرب نے معمولی سے معمولی بات تک تحریر کی ہے۔ چنانچہ المقری نے اپنی تاریخ اندلس میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ جب موسیٰ ابن نصیر ملک قرش کے جنوبی حصہ کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا تو راستہ میں ایک اوڑھتا ہوا مقام اوس کو ملا جس کے وسط میں ایک ستون نہایت بلند موجود تھا اور اس ستون کے گرد یہ عبارت بخط عربی لکھی تھی کہ اگر تم یہاں سے آگے بڑھے تو تم ضرور خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے اور ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا اس واقعہ عجیب کو اثر سپہ سالار کے دل پر ہوا اوس کو بھی اس موخ نے تحریر کیا ہے۔ اسی طرح طارق ابن زیاد فاتح اندلس کا جہاز میں انحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنا اور فتح کی بشارت پانا جس کی وجہ سے افسر و فوج کو اس قدر تقویت حاصل ہوئی کہ ان کو یقین کامل ہو گیا کہ ہم ضرور اس ملک کو فتح کریں گے۔ یہ باتیں جو بظاہر قصہ اور کہانیاں معلوم ہوتی ہیں عمدہ ذرائع ہیں۔ عربوں کے جو مشن مذہب اور خیالات

کو معلوم کریں گے۔ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اب فن تاریخ نے اس قدر ترقی کی ہے کہ یہ ایک شاخ فلسفہ کی بن گئی ہے۔ مورخ کا کام یہ ہے کہ واقعات پیش شدہ کے اسباب و علل دریافت کر کے نتائج پند آمیز اور عبرت خیز نکالے اور ان اسباب و علل کی غلطی و صحت کا وہ ذمہ دار نہیں ہو سکتا بلکہ اکثر اوقات نتائج مستخرجہ سے ان اسباب و علل کی صحت و غلطی خود بخود ثابت ہو جاتی ہے۔

مورخین یورپ نے تاریخ سے ایک علم علم سیاست پیدا اور اس علم کے قواعد اور اصولوں کو تجربہ اور مشاہدہ کی مستحکم بنیاد قائم کیا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور انگریزی مورخ کا قول ہے کہ ”تاریخ بغیر پولیٹیکل سائنس ایک درخت ہے بغیر جڑوں کے“ اور پولیٹیکل سائنس علم سیاست یا تاریخ جڑیں ہیں بغیر پٹیر اور شاخوں کے“ گو عربوں نے اس علم کو اس قدر ترقی نہیں دی لیکن جب انہوں نے اس کو یونانیوں سے حاصل کیا تو نسبت اپنے معاصرین کے بہت کچھ ترقی دی اور آئندہ ترقی کا اہل یورپ کو راستہ بتایا۔

فلسفہ عربوں نے جو ترقی فلسفہ میں کی ہے اس کی نسبت علمائے یورپ

لے پولیٹیکل سائنس مضافہ سیلی سابق پیمبریں بر و فیسہ کمیٹیج یونیورسٹی۔
 ۲۳ ہم نے اس امر کے دریافت کرنے کی بہت کچھ کوشش کی تھی کہ مالک شرق میں یونانی علوم کا رواج کب سے
 ہوا مگر صحیح زمانہ ان علوم کی اشاعت کا معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخ سے اتنا ضرور پایا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں (یکھو صفحہ ۲۲۳)

کی راہی دیکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے تمام فلسفہ یونان کی کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کر دیا تھا۔ فلاسفہ عرب میں یہ نام یورپ میں واجب القدر و تعظیم خیال کیے جاتے ہیں ابو بکر محمد بن یحییٰ جو عام طور پر ابن باجہ کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ علاوہ فلسفہ کے بے مثل طبیب اور ریاضی دان اور علم ہستیا میں کامل دستگاہ رکھتا تھا ابن طفیل ابو بکر محمد بن عبد الملک مثل ابن باجہ علاوہ تمام علوم مذکورہ شعر و سخن میں کامل تھا۔ یہ وادی آتش میں پیدا ہوا تھا ابو بکر ابن زرساکن اشبیلیہ جس کو اہل یورپ او بن زور

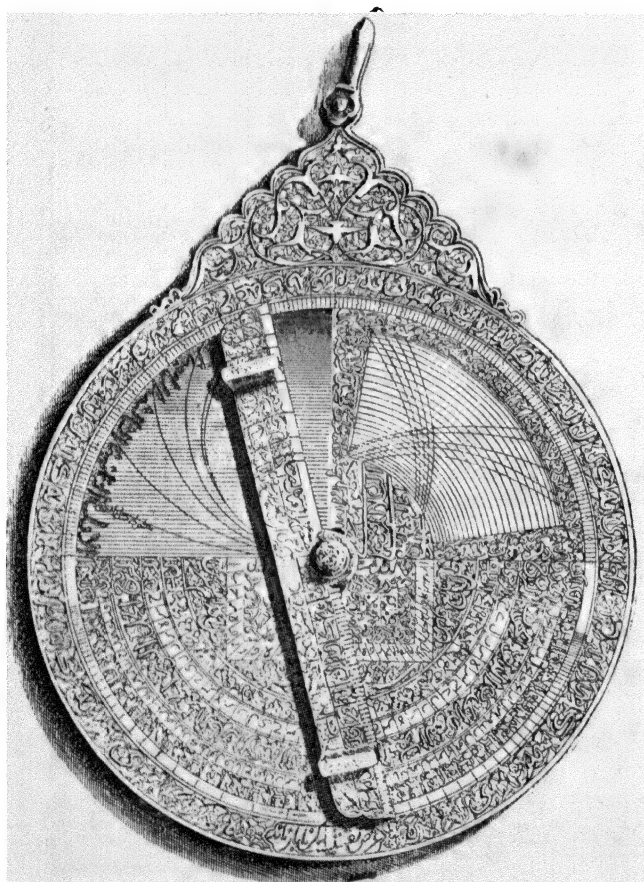
بیت صفحہ ۲۲۲۔ بطوری در یونان اور روم سے نکال گئے تو انہوں نے ایک مدرسہ بمقام ایٹلیا قائم کیا۔ ابتداً یونانی علوم نے ایشیا میں انہیں کے ذریعے سے اشاعت پائی بعد ازاں جب رومی بادشاہ زینو نے ایٹلیا کو غارت کیا تو شاہان ساسانی نے ان لوگوں کو ایران بلالیا اور جب بڑا جیٹن آہنیں و اسکندریہ کے مدرسہ بند کر دئے گئے تو یہاں کے علماء بھی دربار ایران میں پناہ گیر ہوئے اور اسطو وغیرہ فلاسفہ یونانی کا ترجمہ سریانی اور کلدی میں کرتے رہے۔ ایران سے یہ علم عرب آیا۔ جب عربوں نے ایران کو فتح کیا تو انہوں نے فلاسفہ یونانی کی تصانیف کو سریانی وغیرہ سے عربی میں ترجمہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یونانی علوم پہلے شام و مصر اور ان کے بعد ایران میں مروج ہوئے جہاں سے ان کو عربوں نے اخذ کیا۔ لیکن عربوں نے صرف ان ترجموں پر اکتفا نہیں کیا اور بہت جلد یونانی زبان کو حاصل کر لیا۔ زینو نے ۵۲۸ء سے ۵۶۵ء تک حکومت کی تھی اور جیٹن نے ۵۲۸ء سے ۵۶۵ء تک۔ گبن جلد (۵) باب صفحہ ۹۲۔ اور تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی بکڑی کتاب پنجم باب اول فصل اول صفحہ ۳۹۷۔

۱۔ یورپ میں اس کو ”اون پیس“ کہتے ہیں۔ ۲۔ اس نے مراکش میں ۵۸۱ء سے ۱۱۸۵ء میں انتقال کیا۔ ۳۔ اس نے ۵۹۵ء مطابق ۱۱۹۹ء میں انتقال کیا۔

کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس کے لایق مبعصر ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد نے اپنے خیالات کی آزادی میں بڑی ناموری حاصل کی۔ اکثر متعصب علما و ان فلاسفہ کی بہت مخالفت کی اور بعض اوقات عوام الناس کو ان سے ایسا برا فروختہ خاطر کیا کہ خلیفہ کو چند روز کے لیے ان لوگوں کو ملک سے خارج کر دینا پڑا۔ یورپ میں اس وقت تک عام خیال یہ ہے کہ عربوں نے فلسفہ میں ترقی نہیں کی بلکہ صرف فلاسفہ یونان کی کتابوں کے ترجمہ اور ان کی شاگردی پر اکتفا کیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لیے کہ باؤت اور نہایت مشہور فلاسفہ یورپ متفق اللفظ ہیں کہ عربوں نے اس علم میں بہت ترقی کی تھی اور اپنے جدید خیالات کو بلا ناظر نقصان اور مضرت نہایت آزادی کے ساتھ ظاہر کیا کرتے تھے مسیئوریناں تحریر کرتا ہے کہ ابن رشد اپنے استاد ارسطو پر ہی فوق لے گیا تھا اور اس نے بلا خوف مضرت اپنے خیالات کو ظاہر کیا۔ چنانچہ ابن رشد کو بقائی روح اور بعث و نشر سے انکار تھا اور اسکا یہ قول تھا کہ انسان کو اس کے اعمال کی سزا یا جزا دنیا میں مل جاتی ہے۔

۱۱۹۵ء مطابق ۱۱۹۵ء میں انتقال کیا۔ یہہ اشبیلیہ اور

قطبہ کا قاضی بھی رہ چکا تھا۔ ۱۱۹۵ء نہایت مشہور اور معروف فرانس کا فلاسفہ گزر رہا ہے۔



اسطرلاب

آخرت کا وہ قائل نہ تھا۔

عقبی کی نسبت بھی اس کے خیالات بالکل نئے بلکہ بلحاظ مذہب کفر تک پہنچے تھے۔ وہ ان تمام باتوں کو قصہ اور کہانی تصور کرتا اور کہتا ہے کہ انسان حظ نفس کو ان ہی کہانیوں کی بدولت دوئے معاوضہ کی امید پر ترک کرتا ہے اور یہ کوئی قابل تعریف چیز نہیں اس واسطے کہ بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کہانیوں کو نہیں مانتے مگر انکی مین ان لوگوں سے کم نہیں۔

علمِ ہیت و ریاضی | علوم ریاضی اور ہیت میں بھی جو ناموری اندلس کے عربوں

نے حاصل کی تھی اوس کی شہادت ان علوم کی تمام کتابیں جو یورپ میں شائع ہوئی ہیں دے رہی ہیں۔ افسوس تو اس امر کا ہے کہ عربوں کے عیسائی جانشینوں نے عربی کتب خانوں کو محض بوجہ تعصب مذہبی نیست و نابود کر دیا لیکن جن مصلحین اہل یورپ نے علمِ ہیت کے متعلق کچھ لکھا ہے انہوں نے جا بجا اپنی کتابوں کو علمائے عرب کی راجی اور استدلال سے مزین کیا ہے جس سے ہم بہت اچھی طرح دریافت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اس علم میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ انہوں نے محققین یونان مثل اطلیموس وغیرہ کی تحقیقات کو غلط اور نامکمل ثابت کر دیا۔

لہٰذا اس علم کی تحقیقات کے لئے رصد خانہ بنادے گئے تھے چنانچہ اشبیلیہ کا رصد خانہ اس وقت تک موجود ہے

ابن عبد الرحمن الرزقال۔ اندلس کے ایک مشہور مہندس نے
 طلیہ طلمین ایک اسطرلاب اور گہریاں تیار کی تھیں۔ جب یہ شکیلہ آیا تو یہاں
 شاہان بنی عباد نے اس کی بڑی قدر کی۔ چنانچہ معتمد کے زمانہ حکومت میں
 اس نے ایک کتاب علم نہایت اور آلات پر جو اس نے بکمال محنت و تحقیق
 ایجاد کی تھی لکھی تھی الرزقال نے نہایت صحت کے ساتھ سالانہ استقبال
 معدل النہار کا پچاس ثانیہ ہونا معلوم کیا تھا جو اس ہمارے زمانہ کی تحقیقات سے
 بالکل صحیح ثابت ہوا اندلس کے مہندسین نے بقول مسعودی بولعل
 بیت النصاری کے قبل یہ دریافت کر لیا تھا کہ سیاروں کی حرکت بیضاوی ہے
 اور زمین آفتاب کے گرد حرکت کر رہی ہے۔

علم جغرافیہ عربوں کو علم جغرافیہ کا شوق اوس زمانہ سے ہوا جبکہ یہ تجارت میں ترقی
 کرتے ہوئے اون ممالک مثل چین و ہند وغیرہ تک جا پہنچے جن سے اہل یورپ
 بالکل واقف نہ تھے اولاً یہ علم سفر ناموں کے ذریعے سے بلاد شرقیہ میں پہلایا۔
 بڑے بڑے اسفار مثل ابن بطوطہ وغیرہم نے اپنے اپنے سفر کے جو حالات
 لکھے ہیں اون میں وہاں کے جغرافیہ کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ ایک خاص فن
 بن گیا۔ اندلس کے مشہور جغرافیہ دان کا نام ادریسی ہے اس نے جو مشہور جغرافیہ

۱۵۵ء عین لکھا تھا۔ اوس میں صرف وہ واقعات بھی جو اس کو متقدمین کی تصانیف سے معلوم ہوئے تھے درج نہیں ہیں بلکہ اس نے جو تحقیقات کہ بذات خود کی تھی اور نیز جو واقعات اس کے ہم عصر سیاحوں سے دریافت ہوئے تھے مع متعدد نقوشوں کے بالتفصیل درج ہیں۔ سیکرٹون برس علمائی یورپ کا دار و مدار اس فن کا اس ہی جغرافیہ پر رہا

فن طب | فن طب نے جو ترقی مشرق میں کی تھی اوس کے اس مقام پر نیکی ضرورت نہیں پائی جاتی۔ تمام دنیا واقف ہے کہ عربوں نے اس فن میں کس قدر کمال حاصل کیا تھا ابوعلی سینا اور ابوبکر محمد الرازی سے مشرق اور مغرب دونوں واقف ہیں۔ ایک زمانہ دراز تک اہل یورپ ان ہی لوگوں کے پیرو رہے اور ان کی تصانیف کو لاطینی اور فرانسیسی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کر کے مستفید ہوتے رہے۔ لیکن بعض ناواقف لوگوں کے خیالات کو رد کرنے کی غرض جو ترقی کہ اندلس کے عربوں نے عمل جراحی میں کی تھی تحریر کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ عام طور پر یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ عربوں نے اس فن میں ترقی نہیں کی۔ اس کی تائید میں بیان کیا جاتا ہے کہ مذہب اسلام میں مردے کی

لے تمدن عرب مترجم مولوی سعد علی بکرامی۔

چیرہ پہاڑ قطعاً ممنوع ہے اور جب تک کہ علم تشریح پر کوئی شخص حاوی نہ ہو وہ عمل جراحی میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اس کی نسبت مسیو لیون لکھتا ہے کہ فن جراحی کی یہی ابتدائی ترقی عربوں ہی سے ہوئی اور زمانہ حال تک اون ہی کی تصانیف پر یورپ کے مدارس طبیہ کا دار و مدار رہا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں اون کو سوتیا بند کا علاج زجاجیہ کے دبائیے یا اوس کے نکالنے سے معلوم تھا۔ پتہ ہی کا نکالنا جس کو البقاسیس اس وضاحت کے ساتھ لکھتا ہے۔ خون کو چھند پانی سے بند کرنا۔ محرقہ ادویات اور ریشمی ٹانگوں کا استعمال اور زخم کا آگ سے جلانا وغیرہ یہ کل معالجات عربوں میں جاری تھے۔ بیہوشی کی دوا دینا بھی جو بالکل جدید ایجاد خیال کی جاتی ہے ان سے مخفی نہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ سخت عملیات جراحی سے پہلے مریض کو کوئی منشی دوا دینی چاہیے جس سے وہ سو جائے اور اوس میں جس و حرکت باقی نہ رہے۔

اندلس کے مشہور طبیب اور جراح ابو القاسم بن عباس البقاسیس نے عمل جراحی کے آلات ایجاد کیے تھے اور ایک بسوط کتاب اس فن میں موسوم بالتصریف لمن عجز عن التالیف جس میں اس نے نہایت

تحقیق کے ساتھ پتہ ہی نکالنے۔ بچے جنائی۔ فق اور دانت اور آنکھوں اور ٹوٹی ہڈی کے درست کرنے وغیرہ وغیرہ بحث کی ہے لکھے تھے۔ اسی طرح ابو مروان عبد الملک بن زہرہ یوسف تاشفین کے زمانہ میں گزرا اور ابن رشد اندلس کے مشہور فلسفی نے بھی عملیات جراحی پر ایک کتاب لکھی ہیں جنکی آج قدر کی جاتی ہے۔

علم حیوانات و نباتات | علم طب کے ساتھ عربوں نے علم حیوانات اور نباتات اور فنون و اکتشافات میں بدرجہ غایت تحقیق و تدقیق کی تھی۔ مغربی عرب جنہوں نے فلسفہ کو اپنا وطن مالوف کر دیا تھا اپنے مشرقی بہائیوں سے ترقی علوم و فنون میں کس طرح کم نہ تھے قرطبہ اور غرناطہ اور دیگر بڑے شہروں میں خاص اہتمام کے ساتھ باغ تیار کیے گئے تھے جس میں اقسام کے نادر اور کمیاب درخت علم نباتات کی تحقیق کے لئے دور دور سے منگوا کر لگائے گئے تھے۔ علم حیوانات میں جو ترقی انہوں نے کی ہے اس کے دریافت کا اگر کسی کو شوق ہو تو بولعلی سینا کی تصانیف کی سیر کرے۔

کاغذ | علاوہ ہتیار اور دباغت کیے ہوئے چمڑے کے عربوں نے کاغذ ایجاد کیا۔ کاغذ کی ایجاد چینوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ

جینیون نے پہلے ریشم سے کاغذ بنایا تھا۔ اگر ہم اس کو تیسام ہی کر لیں تاہم یہ اچھی طرح ثابت ہے کہ یورپ میں کاغذ سن اور رومی کا بنا ہوا عربوں ہی کے ذریعہ سے مروج ہوا اور یہ اوس کے موجب تھے۔ اس وقت اندلس کے اسکوریل کتب خانہ میں ایسی دستاویزیں اور کتابیں موجود ہیں جو گیارہویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھیں۔ اوس زمانہ میں اہل یورپ چمڑے پر لکھا کرتے تھے۔ اور یہ کتابیں کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں۔

توپ و بارود | بارود اور توپ ان دونوں چیزوں کے موجب عرب ہیں اور جس طرز سے کہ بعض معاصر عیسائی مصنفین نے ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے اوس سے خود ثابت ہے کہ یہ لوگ ان سے بالکل ناواقف تھے اور فوٹوشاپ کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ”شہر کے مسلمان بہت سی گرجے والی چیزیں اور لوگوں کے گولے بہت بڑے سیب کی برابر پہنکتے تھے۔ یہ گولے اس قدر دور جاتے تھے کہ بعض فوج کے اوس پار ہو جاتی تھیں اور بعض فوج میں گرتے تھے“ عربوں نے بارود کا نسخہ اور اوس کا استعمال ہی بتایا ہے۔

دراوس سفوف اور اوس کی مقدار کا بیان جو مدفع میں بہا جاتا ہے۔

شورہ دس درم۔ گولیہ دود درم۔ اور کندہک ڈیڑھ درم۔ ان کو نہایت باریک
پیسکر مدفع میں تہائی تک بہرنا چاہیے اور اس سے زیادہ نہیں کیونکہ اس کے
پہٹ جانے کا خوف ہے۔ بہرنے کے لیے مدفع کے منہ کی برابر ایک
لکڑی کا زبائین اور اس سے بارود کو زور سے ٹھوکیں اور پہر اس کے اوپر
گولہ یا لوہے کا ٹکڑا ڈالیں اور اس کے بعد قیلے میں آگ دین۔ مدفع کی
لمبائی اس کے سوراخ کے مطابق ہونی چاہیے۔ اگر سوراخ بڑا ہو اور
مدفع اس کے مطابق نہ ہو تو اس میں عیب ہوگا۔

تعلیم نساں | علوم و فنون میں صرف مرد ہی مشہور نہ تھے۔ بلکہ اندلس کی عربی
عورتوں نے ہر قسم کے علم و فن میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ یہ بھی علمائے وقت
سے کم نہ سمجھی جاتی تھیں۔ عربوں کی روشن خیالی کی اس سے عمدہ دلیل نہیں
مل سکتی کہ انہوں نے اپنی عورتوں میں ہی حصول علم کا شوق پیدا کیا اور ان کو
پوری آزادی میاں تک کہ علمی مباحثوں میں اکثر تعلیم یافتہ عورتیں بھی شریک رہا
کرتی تھیں اور جو یائی علم و ادب بلا کسی قسم کے خیال اور شرم کے ان سے

لے تھیں عرب مترجمہ مولوی سید علی گرامی صفحہ ۲۴۴ مسعودیوں کے اس بیان کی تائید کیورپ میں سب سے پہلے عربوں
باردور توپ کو استعمال کیا تھا۔ المقری و ابن خلدون عربی رئیس جونی جی۔ نے ازالمائید ذرندہ مصنفہ پیر کاٹ باب صفحہ ۲۴۹

درس لیا کرتے تھے زمینب اور حمدادونون متوطن دارالحکمہ۔ زیاد نامی
کتب فروش کی بیٹیاں تھیں ابن عباد اپنی تصنیف تحفۃ القدیم میں تحریر
کرتا ہے کہ باوجود حسن عصمت اور دولت دنیا کے انہوں نے ایسی لیاقت
حاصل کی تھی کہ اوس وقت کے نامی علماء کی مجلسوں میں مثل اپنے برابر
والوں کے شریک ہوتی تھیں کبھی کسی کے منہ سے ان کی شکایت یا خلاف
تہذیب برتاؤ کا حرف تک نہ نکلا۔ حصہ نے خوشنویسی میں وہ نام پیدا کیا تھا کہ
اندلس کے مشہور خوش نویس اس سے اگر اصلاح
لیا کرتے تھے۔۔۔ ان عورتوں نے صرف ادب اور شعر و سخن پر
اکٹھا نہیں کیا بلکہ مثل اپنے باپ اور شوہر و بہائیوں کے فلسفہ اور ہیئت۔
ریاضی اور طب میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ العار و ضیہ صرف دنیا و دنیا
اور بیان میں بے مثل تھی اور مریم بنت ابوالعباس الانصاری ساکن اشبیلیہ
شاعری اور ادب اور ام النہی قانون میں درس دیا کرتی تھیں۔ الغرض کوئی
فن ایسا نہ تھا جو عورتوں سے چھوٹا ہو۔ تاریخ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ نسبت
ہمارے زمانہ قدیم کے عرب کس قدر آزاد منش اور روشن خیال تھے مجھ کو ایک
واقعیہ اچھی طرح یاد ہے جس کا اظہار اس مقام پر خالی از لطف نہ ہوگا۔ ایک روز

ایک روز ایک صاحب جو فی زمانہ عالم سمجھے جاتے ہیں میرے پاس بغرض ملاقات
آئے انشائیہ لکھگوین عورتوں کی تعلیم و تربیت اور اون کے ساتھ جو بڑا مہم
آجکل کرتے ہیں ان باتوں کا ذکر آیا۔ ان صاحب نے جو عورتوں کے نام
باز نہایت حقارت سے لیتے تھے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے خود ان کو ناقص العقل
کا خطاب دیا ہے یہ صرف اس قابل ہیں کہ گہرین قید رہیں اور گہر کا انتظام اور
بچوں کی نگرانی اور پرورش کریں۔ عورتوں کا درجہ اسلام میں کینزوں کے سطح
زیادہ نہیں ہے۔ گو پردہ کا میں بھی طرفدار ہوں لیکن یہ مذموم کلمے ایک عالم
سے سن کر مجھ کو صرف تعجب ہی نہیں بلکہ بہت افسوس ہوا جو بین فرق
کہ ان قدیم وجدی خیالات میں ہے اوس کی صراحت و توجیح کی ضرورت نہیں
صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی حکومت و ثروت کے ساتھ ان کی طرز
معاشرت اور خیالات میں کس قدر تنزل و پستی واقع ہوئی ہے اس کا اصل
باعث یہ ہے کہ آجکل ہمارے علماء میں سے زیادہ تر خود اپنی قومی تاریخ سے
بے بہرہ ہی نہیں بلکہ اوس سے واقف ہونے کی کوشش تک نہیں کرتے
عربی میں صرف و نحو و فارسی میں گلستان اور بوستان اور اردو میں قصص و حکایات
پڑھ کر اپنے کو حید عصر تصور کرنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی بد قسمت ان کی طرز و روش پر

اعترض کر بیٹھے تو وہ فوراً صرف جاہل ہی نہیں بلکہ کافر و جہنمی قرار پاتا ہے۔
اس جگہ ابو الفضل کے یہ اشعار مصداق اس قول کے ہیں ۛ

تو خود می نشنوی بانگ دہل را	رموزِ سرِ سلطانِ راجہ دانی
ترا از کاف کفرت ہم خبر نیست	حقائقِ ہائی ایمانِ راجہ دانی

شیعت | پانچ سو برس قبل اندلس میں عربی عورتیں نقاب افگن باہر نکلا کرتی تھیں اور علاوہ علی مباحثوں کے کھیل و تماشوں کے جلسوں کی صدر نشین نکر اپنے پر تو تہذیب و اخلاق سے ان کو زیب و زینت بخشا کرتی تھیں۔
جب نوجوان ہو مہار عرب کسی نازنین کے حُسنِ خدا واد پر فریفتہ ہوتے تھے تو بمصداق ۛ

عاشقیِ چسیت بگو بندہٴ جانانِ بودن	دل بدستِ دگرے دادن و حیرانِ بودن
-----------------------------------	----------------------------------

عشاق کسی پُر فساد مہن کوہ کے میدان میں جو نہایت اہتمام سے تیار کیا جاتا تھا قسمت آزمائی کے واسطے جمع ہوتے تھے اور یہاں اس پری زاد و ہرہ متشال رہن دین و ایمان کو نظروں کے سامنے جو نقاب افگن لباسِ فاخرہ و دربر تاج مکمل بجواہر بر سر ہزار ناز و انداز رونق افروز ہر مہن ہوتے تھے۔ ایک ایک نشانی اپنے محبوبہ دلنواز کی لیے مسلح و مکمل فن سپہ گری کے جوہر دن کو ختم کر دیتے تھے

ان کے چہرہوں سے جو بے قراری اور پریشانی ظاہر ہو رہی تھی اوس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو عشق و عاشقی کے لطف سے واقف اور راہ عشق میں اپنی ہستی کو مٹا چکے ہیں۔ ان کے کلیجوں کی دہک دہک اور دل کے اضطراب سے یہ آشکار ہوتا تھا کہ کسی ماہ پارہ آفت جان غارت گردین و ایمان کے شعلہ عشق نے ان کے دل اور جگر کو کباب کر دیا ہے۔

ٹھہیر لے دل چھری تلے دم لے	ایسی کیا تجھ کو بیعت داری ہے
دیر میں جب لو کہ صدم ہو گا	ہاں یہی وقت ہوشیاری ہے
بت بیدار کو سے ملتا ہے	شب معراج یہہ ہماری ہے
ہم کو حاذق نے کر دیا بدنام	واہ کیا شہر طراز داری ہے

ایک طرف نوجوان خوش وضع عرب زرہ فولادی زیب تن کئے آلات حرب سے آراستہ۔ عربی مرکب پر سوار عاشقانہ اشعار پڑھتا ہوا نظر آتا تھا اس کی سپہ آہنی کی پشت پر اس کا دل مضطرب و ناز سے زخمی منقش تھا۔

کوئی میرے دل سے پوچھو تو میری تکلیف کو	یہ مجلس کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
--	---

دوسری طرف اس کا مقابل مہن اور ہم مذاق وہم وضع اپنی ڈھال پر نقشہ ایک کشی کا جو دریائی تلاطم بلاخیر سے تباہ حال نظر آتی تھی نیزہ بدست نازنین صدر

نشین کے اشارہ کا امید و بیم کے جوش و اضطراب کے ساتھ منتظر تھا۔

پیدا است بے نیازی عشق از فغانی | اگر زورے شکست زور یا چہ میرود

ان میں سے جو اس میدان کارزار میں پوری طرح کامیابی حاصل کرتا تھا یہ دولت عظمیٰ اوسی کو نصیب ہوتی تھی۔

الغرض یہ عربوں کی شجاعت اور روشن خیالی تھی کہ انہوں نے عورتوں کو کبھی ذلیل و حقیر نہیں سمجھا اور ہمیشہ ان کی توقیر و حفاظت میں اپنی جانوں کی پروا نہ کی۔ یہ باعصمت و لایق عورتوں کی صحبت کا اثر تھا کہ عربوں کی تہذیب اور اخلاق اور ان کی حسن معاشرت کی تعریف و تقلید تمام یورپ کرتا تھا۔

عربوں کا اثر یورپ پر اب ہم اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عربوں کے تمدن و طرز معاشرت کا اثر اندلس پر خصوصاً اور یورپ پر عموماً کیا ہوا تھا۔ کسی قوم مسئلہ کے نیک یا بد اثر کا اقوام مفتوحہ پر معلوم کرنے کے لئے منجملہ دیگر ذرائع کے ایک عمدہ اور موثر طریقہ یہ ہے کہ اقوام متاثر کی ان حالتوں کا مقابلہ کریں جو حالت ان کی مفتوح

لے رہتا ہے۔ اس کی نسبت ہسٹری آف دی سائنس مینصف جٹس امیر علی باب صفحہ ۵۷ اور پریکاٹ اور کوئٹلی تصنیف

بھی پڑھنے کے قابل ہیں۔ جہاں تک دریافت ہوا ہے اس قسم کی آزادی صرف اندلس کے عربوں میں پائی جاتی ہے۔ بعض مصنفین اس بات پر

کا یہ بھی قول ہے کہ شولری نے یورپ میں انہیں عربوں کی بدولت رواج پایا تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو تجارت تہذیب و تمدن کے اثرات کی ایک خانہ فیہ الملک ہمارے

ہونیکے قبل زمانہ تسلط اور پہر اس اثر کے زایل ہونے کے بعد ہونی۔ حالت
 اول کو ہم پہلے مفصل طور پر تحریر کر چکے ہیں۔ حالت دوم کا اندازہ بھی اس
 تاریخ کے ملاحظہ سے ہو سکتا ہے۔ مگر اس اخیر باب میں جو واقعات کہ مندرج
 ہیں بلحاظ اونکی اسلامی تمدن کے زبردست تسلط کا ذکر لازمی سمجھتے ہیں۔ اقول
 مصنیفن و مورخین یورپ جو ہم نے جا بجا واقعات تاریخی کے ثبوت لیست لانا
 پیش کیے ہیں اون سے ناظرین با تمکین پر کافی طور پر منکشف ہو گیا ہو گا کہ عربوں
 تہذیب و اخلاق اور اون کے نئے تمدن نے اہل یونان اور روما اور نیز
 اون وحشی اقوام کو جنہوں نے یونان اور روما کی سلطنتوں کو تہ و بالا بلکہ نیست
 و نابود کر دیا تھا جامہ انسانی پہنایا۔ ان کے علمی ذوق و شوق نے تمام یورپ
 کے لیے ادب و فلسفہ صنعت و حرفت بلکہ تمام علوم و فنون کے جس سے وہ
 بالکل بے بہرہ تہا دروازے کھول دیئے تھے اور تقریباً آٹھ سو برس تک عجب
 ہر چیز میں اہل یورپ کے استاد بنے رہے۔ عربوں کے تسلط کے سو ہیئیں
 کے اندر اندلس کے عیسائیوں کے خیالات و طرز معاشرت میں ایسا تغیر
 واقع ہوا تھا کہ جس کی حد و پیمان نہیں اس سے پہلے تمام یورپ پر جاہلیت کا
 اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ علم جو صرف مذہبی کتابوں پر منحصر تھا۔ پادریوں اور اون کے

مذہبی پیشواؤں تک محدود تھا۔ یہ لوگ انجیل کو پڑھ لیتے تھے اور کسی قدر لکھ
 بھی لیتے تھے اور اپنے اثر و وقعت کو قائم رکھنے کی غرض سے عوام الناس
 کو ان باتوں سے صرف منع ہی نہیں بلکہ نہایت جبر و زیادتی کے ساتھ روکتے
 تھے۔ غرض امیر و غریب سب کو یکساں دست و پا تھے اور ذرا سی بڑا اعتمادی
 یا عدول حکمی پر پوپ ان کو مذہب سے خارج کر دیتا اور ہر قسم کی جسمانی تکلیف
 پہونچاتا تھا۔ عرب جب اندلس پر مسلط ہوئے تو ان وحشی اور خود غرض بادشاہوں
 اثر بھی بتدریج زائل ہونے لگا اور رفتہ رفتہ عیسائیوں کو مذہب وغیرہ میں وہ
 آزادی حاصل ہوئی اور ان کے خیالات میں وہ تغیر واقع ہوا کہ عبدالمؤمن
 ثانی کے زمانہ حکومت میں جب ان کے پیشواؤں نے ان کو اپنا مذہب یاد دلا کر
 بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا تو بائشنامی چند خود غرضوں کے امیر و غریب سب نے
 ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ جب ہم کو عربوں نے ہر طرح کی
 آزادی دے رکھی ہے اور ہمارے معبدوں اور جائیداد کی پوری حفاظت کی جاتی
 ہے تو محض ہوس حکومت میں ان تمام فوائد اپنی جانوں کو تلف کرنا عقل و دانش
 کے بالکل خلاف ہے۔ عیسائی امیر زادوں نے اپنی زبان اور علم کو بالکل ترک
 کر دیا تھا اور نہایت شوق کے ساتھ ہر چیز میں عربوں کی تقلید کرتے

تھے۔ یہ نہایت محنت و دل دہی کے ساتھ عربی زبان کو حاصل اور آئین
 نظم و نشر لکھنے کی کوشش بلوغ کرتے تھے۔ فرقہ قسیدین آبنای قطن
 کی یہ حالت دیکھ کر اپنے دل ہی دل میں کباب ہوتے تھے۔ مگر عربوں کا وہ
 رعب ان پر چھایا تھا کہ زبان سے ایک حرف بھی نہ نکال سکتے تھے۔ ایک
 پادری یو لو جیس نہایت تعصب آمیز الفاظ میں کہتا ہے کہ اب عیسائی
 عربی زبان و تمدن پر اپنی جانیں نثار کرتے ہیں اور اپنی مادری زبان اور اپنی
 مذہبی کتابوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔

رفتہ رفتہ عربی زبان نے وہ اثر پیدا کیا کہ خاص اندلس کی زبان میں
 بے انتہا عربی الفاظ شریک ہو گئے مسیو ڈوزمی نے بحال محنت سے
 اوپر تعالٰیٰ زبانوں کے اون الفاظ کی جو عربی سے مشتق ہوئے ہیں
 ایک خاص لغت تیار کی ہے۔ ایک دوسرا فرانسیسی مصنف عربی زبان کے
 اثر کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ امر نہایت قرین قیاس ہے کہ عربوں ہی کی زبان سے
 جو آٹھویں صدی عیسوی سے بحر متوسط پر قابض تھے فرانسیسی اور اطالی زبانیں
 اکثر وہ الفاظ اخذ کیے جائیں جو ہزارانی اور بحری انتظام سے متعلق ہیں۔ اور

قطب نام کا آریہ بھی جو غلطی سے چینیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے انہیں کج
 ذریعے سے یورپ میں آیا۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ جس وقت باقاعدہ
 اور متقل فوجیں یورپ میں قائم ہوئے لیکن تو افسروں کے نام اور لڑائی میں
 نعرے کے الفاظ بھی عربوں ہی سے لیے گئے اور انتظام مملکت کے
 متعلق اصطلاحیں بھی بغداد اور قرطبہ سے اخذ کی گئیں فرانسیس کے طبقہ
 ثالث کے سلاطین پوری طرح عربوں کے مقلد تھے اور اسی وجہ سے شہسکار
 کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں۔ اسی طرح ٹورنامنٹ کا لفظ جس کو
 اہل لغت لاطینی سے مشتق کرتے ہیں فی الواقع عربی لفظ دواران سے نکلا
 ہے جو ایک قسم کی فوجی ورزش تھی جس کا ایک جزو دائرہ کے گرد پہرہ نہاتا
 لیکن زیادہ تر الفاظ جو ہمیں عربوں سے ملے ہیں وہ علمی اصطلاحات ہیں۔ ہمارا
 علم ہیئت ان اصطلاحوں سے معمور ہے۔ اکثر ستاروں کے نام بھی عربی ہیں
 اور ریاضی کی اصطلاحات۔ کیمیا کی اصطلاحات اور علم حیوانات اور علم طب کی
 بہت سی اصطلاحات اور ادویہ کے نام عربی سے اخذ کئے گئے ہیں۔
 خشیش جو ہماری زبان پر ہے عربی ہے اور اس سے مشتق لفظ آسان ہے
 جس کے معنی یورپ کی زبانوں میں اوس قاتل کے ہیں جو چپ کر مارے

بریک گرو شس چرخ نیوی ہی نہادرجب اماندے نادری

مہایت عبرت و افسوس کا مقام ہے کہ آن واحدین خوشنما اور خواجہ صورت
نقشہ بنا ہوا بکریا اور غرناطہ کی دیواروں کے سامنے ادس وسیع و سرسبز
و شاداب میدان میں عربوں کی حکومت ختم ہو گئی اور قصر الحمر ادریس عیسائی پیر
نظر آنے لگے۔ جب عیسائی آٹھ سو برس بعد اندلس پر دوبارہ قابض ہوئے
تو انہوں نے جو فائدہ عربوں کی انصاف پروری۔ روشن خیالی سے عیدوں
اوٹھایا تھا۔ بالکل بھول گئے اور باوجود متعدد معاہدوں کے ان کے ساتھ
ایسی بدسلوکی اور بے رحمی اور سنگدلی سے پیش آئے کہ جس کے عرف خیال
سے روکنے بدن پر کھڑے ہوتے ہیں۔ تمام ملک میں انکو بربش یعنی مذہبی
عدالتیں قائم ہو گئیں جہاں ہزار ہا مسلمان صرف اس خطا پر کہ انکا دین اسلام تھا
جلادے گئے۔

یہ وہ قتل عام تھا جس کی مثال تاریخ کی بھول مٹھلیوں میں ہرگز نہ ملے گی
اور تو عرب قتل اور خارج البلد ہونے لگے اور او دہر اندلس میں اسی وقت سے
تزل فروع ہوا۔ پادری دوبارہ ملک و قوم پر پیہر مسلط ہو گئے۔ اور علوم و فنون۔
زراعت و حرفت وہ تمام چیزیں جن پر قوم و ملک کی ترقی و عظمت منحصر ہیں بالکل مفقود

ہو گئے جن کے علوم و ادب و صنعت و حرفت
 کے کارخانے بند۔ لہلہاتے کھیت۔ سرسبز و شاداب باغ و جوار ہو گئے
 غرض تو بڑے ہی عرصے میں تمام ملک ویران ہو گیا۔ مدرڈ کی مردم شماری چار
 لاکھ سے دو لاکھ رہ گئی۔ شبیلیہ کے پندرہ سو کارخانوں میں سے تین
 ایک لاکھ تیس ہزار آدمی روزانہ کام کرتے تھے تین سو کارخانوں میں سے باقی
 رہ گئے۔ قطیف قطیف وغیرہ بڑے بڑے شہر جن کی دنیا میں نظیر نہ تھی ویران
 ہو گئے۔ قطیف قطیف میں کپڑے کے پچاس کارخانوں میں صرف تیرہ رہ گئے اور
 ریشمی کپڑے کے کارخانے جن میں چالیس ہزار آدمی کام کرتے تھے بالکل
 بند ہو گئے۔ ملک کی حالت اس قدر تباہ و برباد ہوئی کہ معمولی سے معمولی کام کے
 لیے بھی فرانس و جرمن وغیرہ سے کاریگر و ن کو لانا پڑا۔ وہ مذہبی عدالت
 جو مسلمانوں اور یہودیوں کے قتل و غارتگری میں مصروف تھی اب آبنائے وطن
 کی طرف متوجہ ہوئی اور پادریوں کے فنون نے عیسائیوں کو بھی زندہ جلانا شروع
 کیا قوم کی بہت تباہی اور اس کے خیالات میں ایسی پستی واقع ہوئی تھی کہ عرب
 سے لے کر بادشاہ تک کسی میں اتنی لیاقت و جرات نہ تھی کہ وہ ملک و قوم کو ان
 آفات سے بچائے۔ چنانچہ اس ہمارے زمانے تک ملک اندلس ظلمت و جہل میں مبتلا

ترقی کے اسباب تو ہم نے بیان کر دیے۔ اب تنزل کے وجہ کی
تلاش باقی رہ گئی۔ یہ تاریخ ملاحظہ ناظرین میں پیش کی جاتی ہے اسی میں سے ان
وجہ کا پتہ مل سکتا ہے کہ یہ عرب اندلس کے اپنے آباد اجداد سے کس خیرین
سابق اور کس امر میں سبوق تھے۔ چونکہ دل نہیں چاہتا ہے کہ ان غرابے
اندلس کا مشیہ خوان بنیے اس واسطے اسی مختصر پر ہم ختم کلام کرتے ہیں۔
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيُعَلِّمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ تَمُوتُ

نوشتہ بماند سیہ برسیفہ

نولیندہ رانیست و امید

لے اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی منہ برساتا ہے اور وہی جانتے ہے کہ کچھ کہاؤں کے پرٹ میں
ہے اور (یہ) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور (یہ) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون سی زمین پر مرے گا
اللہ ہی جانتے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔



تقريرا بحجاب قدوة المحققين وزبدة المدققين
 راس الفقهاء والمتكلمين استاذ الكل في كل المسلم عند كل
 سليل السادة جليل القادة مولانا ومقتدانا آقا محيى الدين علي شيرازي
 سلطان العلماء اديب الدوله سنا الملوك سراج دمازالت شمس علوم طائفة

الحمد لله الذي لم يوح ازليته فلم يزل قديماً وله يستخ ابديته فلا يزول
 باقياً حكماً احكم صنع الفلك الدوار فاو له منه الزمان والادوار جعل
 لكل دور طوراً وابدع في بستان الحكمة زهراً ونوراً فالازهار كواكبها
 الانوار رببتها سواكبها والارض يرثها من عبادة الصالحون ويغتها
 الطالحون ولا تكن الاشياء تعرف باضدادها والامثال تشغف
 الى اندادها وخيل الودوارها صلحت فيه المعاش والمعاد والاقدار
 وهو دور الاول والاخر الباطن الظاهر السامع الناطق خير من وطى
 الارض وخطب من السماء بطة فلم يسطح الارض الا لكي يطاها وبعد

ذلك بطيبة الطيبة يا ولها فافخرت الارض به على سماها وعلت
 منه على ذكائها فيها من شرف بنعليه وداس عرشها وفرشه علاها
 اذ علاها وله رفع سمكها فسولها والليل اغطش ضحاها فالدعوة
 الى الله منتهى مناه از عن الشرك صفها وعرف الناس قبلتها ومنابها
 ومرواتها وصفها وجعلها في دنياها انموذجا لآخر لها محمد المبعوث
 من كان مكننا وجل عن الامكان فالاميرهم صلى الله عليه صلوة تليق بمجالاته
 اما بعد ليس چون در علم تاريخ خصوصاً تاريخ اسلاميه كثر الله امتثالهم في البريه
 من البحريه موجب عبرت الالابصار وعبرات اشك اعتبار بر خسار است وهم
 درين تعليمات عمليه و علميه كه بصورت غلبه پيشينان چگونه مقام اعلى را از طلبه بده اند
 پس اگر خلف تقليد سلف كنند هر آينه گوى سبقت از همگان رايند و زود از حريفان
 بزند و فوائد بسيار كه در تمدن و سياست مدن در ان دستياب مى شود واضح است
 كه در دين و دنيا و دارالابتلاء و العقبى هر دوثمر ثمرات است و بلكه موجب برآمدن
 حاجات و تعلم در مداخلاب و اخراجات هم با حسن وجه درين علم اگر غور شود البته رغبت
 بسودشود و الهياتم بناء الذين من قبلهم بهمين سبب موجب اتمام حجت است
 و از هم بهر تر مورث ايضا محج است كه فالنظر كيف كان عاقبة للذين اساءوا ولسوا

وهم طبع غریزی با شمع سواف سلف که گاهی در مزاج ایشان عمل سلافه در هر سال
 کند و لامحاله باعث تشیط شود و نحن نقص عليك حسن القصص بما اوحينا
 إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ اللَّهُ اكبر جایی تفکر و
 تذکر است بلکه موضع تدبیر و تحیر است که خطاب اقدس باری تعالی بآن ذات مقدس
 است که در تفکر و تذکرش و عدم غفلت و کثرت تدبیرش آیه دانی هدایه و ما انزلنا
 عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفِيَ الْأَنفُسَ الَّتِي لَا تَذَكَّرُ لَمَنِ بَخِيشٍ بَسِ است و در استغراقش بوصول
 حضوری و دوامی گزشت تا از تذکار کلامی و مرامی همین کفایت است که سماء الدنیا
 قلب آن حضرت است وَنَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ شَاهِدِينَ مَعِيَ بُولُوعِ دُرِّ عَوْنِ است
 مع ذلك خدا فرماید وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ ه

غفلت از اغیار بودش فی زیار	پوستین پیروی آمدنی بهار
----------------------------	-------------------------

سمو رتبه تذکر باخبار خیار سلف و علو درجه تفکر بوجوب از برای خلف که حاصل قصه
 خوانی و تاریخ دانی است همانا مثل حضرت رب اعزت جلت عظمته مثل آنحضرت
 و اصل بقعاه مرتبه اتصال بعد الوصول همین می شود که وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ
 انخبار غیر از دور جای که همه او شده کجا تصور غیر کند و از کجا آن را از افراد غیر نماید معلوم است
 که از غیر خدا پیغامبر از غافلین است و لیکن شرف قصص دانی این است که حتی

البنی را خدا بمنزله الفلین از ان شمارد که کمال استغراق را بهوت در بر
 دارد فاما در صورتیکه برای مثل آن مستغرق بجز وحدت و داعی لبینه است تصور
 اکثریت قصص مفید باشد و چهره غفلت بجز باشد بالنبش بغیر معصوم البته معلوم است
 که اکثر لغز و مأو جزا و ادنی و جویا و خفا خواهد بود پس باید دانست که از اخبار سوالف
 هرگز بهرگز نباید مخالفت شدن بلکه واجب است که به تثبیت قصص با احتیاط این غیر
 و اخبار و سیر موالف گشت فاقد اثر باشند و البریه از سیریه و سلوک سابقین مطلع
 باشند اقلا موجب عبرت و تعلیم فوت و مروت و حیث و غیرت خواهد بود پس بایست که
 وجود خود را در دنیا غمت داشته اند و یادگار با از اخبار سلف در زمانه بیاورند که از اشتهار آتوانسته اند لایما
 اخبار به اسلام و اسلامیان که توحید ابطاق بلند کرده اند بطور مومن از مشارکت دین فتنه ام را
 به هزارها قرن راه و در هشتمه اند این توحید بالذات للذات الی الذات که از ازم نه
 نصیب است که این توحید اسلامی از برای علماء با بغایت عجیب است قال سید
 الموحیدین و حامی بیضه الدین و ماحی الشریک و المشرکین امیر المؤمنین
 با کفر فرموده اَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ تَوْحِيدُ اللَّهِ فَرَادِيهِ مِنْ وَحْدَةٍ فَقَالَ كَيْفَ وَ كَيْفَ
 فَقَالَ مَنْ جَزَاهُ فَقَدْ تَنَاهَا وَ مَنْ تَنَاهَا فَلَمْ يَوْجِدْهَا وَ مَنْ جَوَّبَهَا فَقَدْ كَفَرَ بِهَا
 و در سفته و دراری آورده و درست از موده است -

فِيكَ يَا عَجُوبَةَ الدَّهْرِ غَدَا الْفَكْرُ لِيَكُنَّا كَمَا قَرَّبَ فِكْرِي مِنْكَ شَيْءًا وَفَكْرِي

واقع امر ما الترتاب و رب الارباب پس بقاعده معقوده محمدیه بایمیک جست و
ازین در طه جست که علیکم بدین العجا ئز و بهین فائز گشت بناء علیه اول الاسلام
نفی الشک ازان شد که قولوا لا اله الا الله تاسلموا و چون توحید مسلل بزنجیر
نبوت است که این ذات مستجمع جمیع صفات کمالیه را باید پوزشش و پیشش نمود
و از صفات کمالیه معنی معبودتیه است به ثبوت پیوسته بسط الاسلام و دعوت
انام بکیفایتی که از ایام متبر که آن زمان بعثت تاروز قیامت باید از اعمال آن مقتدا
دین و خیر المرسلین و سید صفوت رب العالمین مخاطب فادع الی ربک
بالحکمت و الموعظة الحسنة و جاد لهم بالتی هی احسن و پس ازان
حضرت علیا منقبت که سلوک صحابه و تابعین و تابع التابعین است هم باید تحفه
شد فذالک انچه قانع نشد این شد االع و البلاغ این و دالع و صغیر و زکات شائع
و ذائع گشته معلوم باید نمود فلیند آفرین بهمت و الانمت نور حدقه اصالت و نور
حدیقه بسالت قوت با صره شرافت و عزة ناصیه نصفت و حضافت و نبالت جناب
نواب ذو القدر جنک بهاد و مراد و الشد ربیک نام فرزند نواب شمر جنک
اعوام را بیگ از توای غریبه و فارسیه و انگریز یچند ورتی که بز صغیر روزگار بترجمه بیاد

گرفته و آن را برای ترغیب مسلمانان بخیال سلف خود و سیله اقتدار
 و ذریعه ابتداء پنداشته بنایم آن پدر و مادری که چنین فرزند دلبند نبیه و جگینه
 علمایسند فقیه بر کمال امتباه مغرکانه بلند خراگه تربیت نموده که با وجود استغراق وقت
 در کار سرکار فحاشه دار دولت آصفیه و امهات الله بنحیرتیه که صاحب منصب در عدالت
 فوجداری بلده حیدرآباد فرخنده بنیادینت عن الفتن و الفساد هستند و اغلب اوقات
 خود را که حصه از عمر عزیز است بفعیله مقدمات و مشاجرات و منازعات بعبادات
 و منادات و مبارات میگذرانند لیکن علت غایه خلقت خود را هم از نظر انوردور
 نکرده و نفس فطری فطره الله التي فطر الناس علیها را در خاطر فیض نظائر نسیم
 بلکه آیه کریمه و كُلَّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرِّسْلِ مَا نَقُصُّبِتْ بِهِ فَوَادَّ
 وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقِّ وَهُوَ عِظَةُ الْمُؤْمِنِينَ بذهن خود سپرده که از علم تاریخ
 تثبیت فواید و روح اعتقاد صلاحیت بنیاد خواهد شد و امت را لازم است که به هدایت
 بنی خود مبهت می شود فبهذا هم اهتداه و اقتدایه سلف صالح خود نمایند که
 فبهذا هم اقتداه و چون دیدیم زحمتی بکمال اشغال کشیده و خود را در زمره متبصرین
 اسلامین اشهد بانکه گنجانبه است غیرت اسلامی بپوش آمد که بموجب خواهش آن
 یگانه النفس و آفاق صاحب علما بالاستحقاق تقرظی نگارش رو و تا آنکه غرض اصلی

از جنتش معلوم شود لذلک این چند سطر سیاهی بر سفیدی کشیده که تا بینندگان
 بپنجمین دیده او رانسته و دیده اعتبار بدیده اعتبار دوران نگاہی انداخته که ندید
 آن را ندیده باشند و غرض اصلی مترجم بد و کلمه پنجم و بساک در غرض منظم گردد و عسی
 الله ان ینفع به الناطقین من العابرين عن الغابرين ومن الاولین
 والآخرین واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین وسلام علی المرسلین
 وصلى الله على تاج الرسالة طوق الرسل خاتمهم - بل زینة
 لعباد الله کلهم وعلى اله الطیبین وصحبه المنتخبین والتابعین لهم
 باحسان الى يوم الدين وانا الداعی لدوام الدولة الاصفیة
 صنیعت بمن خالق البریه علی بن الحسن الموسوی الشوشتری
 من سلطان عصوه المجرى به الفلک سلطان العلماء ادیب الدین له سند الملک

قطع تاریخ خلافت اندلس از نسیج فکر جناب مولو علی عباس علی شریف صاحب منتخب
 تاریخ طبع وقت اندلس

<p>بہ گلیا حد سے ملال اندلس سیر لبر لکھا ہے حال اندلس جب ہوا عامل و حامل اندلس</p>	<p>جب کہی آیا خیال اندلس ذو القدر جنگ بہادر نے بغور غن بہا یا تہا پسینہ کی جگہ</p>
--	--

قرطہ عن رطلہ احمد کا قصہ
 کیسی کیسی مسجبین اور خانقاہ
 کیسے کیسے باغ اور قصر لبت
 کس طرح تشبیہ اوس کی ہو رقم
 جنت من تحتہا الانہار کا
 فوقیت رکھتے تھے وہ تہین جہنم
 فوج دشمن لاکھ ہوٹے نہ تھے
 ہر مکان علم و ہنر کی کان تھی
 حکمت و طب ہیئت و ہندسہ نجوم
 دن وہ تھے کچھ اور تھے کچھ وقت اور
 اب کہاں ہے وہ زمین و آسمان
 خانہ جنگی نے ملایا حناک مین
 خانہ جنگی کی ہے یہ بین دلیل
 عبرت آخہ ورس سابق
 ہے تصور سے عیان تاریخ طبع

تہا عیان جن سے کمال اندس
 جن سے تہا جاہ و جلال اندس
 کرتے تھے ظاہر کمال اندس
 جب نہ ممکن مثال اندس
 قول صادق تہا بحال اندس
 لاکھ شیر و ن پرغزال اندس
 وہ قوی دل تھے رجال اندس
 جا بجا تھا قیل و قال اندس
 انتہا پر تھا کمال اندس
 اور تھے کچھ ماہ و سال اندس
 کیا ہوا آخر سال اندس
 دولت و علم و جمال اندس
 مہر سے روشن زوال اندس
 غور سے دیکھو حوال اندس
 کارگر عبرت ہے حال اندس

قطعہ تاریخ طبع خلافت اندس

از تئیں کہ ہر جناب مولوی سید خوند میر صاحب غفرلہ

ہے کہانی حکایت اندس
اور کیا ہتی ولایت اندس
ہتی کچھ ایسی مہابت اندس
سلطنت سے سفارت اندس
ہتی شجاعت شجاعت اندس
حلقہ درگوش طاعت اندس
ہتی غنیمت حمایت اندس
خوابناے ضیافت اندس
ابرجود و سخن و ت اندس
تہا یہ حکم عدالت اندس
آفتاب تجارت اندس
سب سے پہلے خلافت اندس

کیا کرین اب روایت اندس
کیا بتائیں کہ تہ طبع کیا ہتہ
ایک عالم میں دہاک ہتی اوس کی
شان و شوکت میں ہتی کہیں بڑ بڑ
اس کا مالے نہوئے تہ سب لوہا
کیسے کیسے ہوئے ہن گردن کش
دوستی کے تہ اس کی سب خواہا
میہان کے لیے کشادہ تہ
ایک عالم کو کرتا ہتہ شاداب
یان امیر و غریب یکسان ہن
ایک عالم پہ تہا ضیا افکن
ہتی مربی علم دنیا میں

آج تک جس پر شک ہے سب کو
 کیسی کیسی ہوئی ہیں ایسا دین
 ملک و ملت کو دن بدن ہو فروغ
 چسمن روزگار میں گویا
 حیف آئے فلک نہ دیکھ سکے
 اکیا بس زوال میں افسوس
 خاک میں مل گیا ہے اس بار
 جس کو منظور ہو کہ گہر بیٹھے ق
 دیکھے ذوالقدر جنک کی تصنیف
 خوب تصویر اس کی کہنچی ہے
 خوب تفصیل سے بتایا ہے
 وہ امارت وہ شان وہ شوکت
 وہ ترفع وہ دولت و حشمت
 وہ فتوت وہ عظمت و جبوت
 وہ نبرد آزمایان اوس کی

تھا وہ فن و عمارت اندس
 آئندہ نین فطانت اندس
 تہی یہی کرتی غایت اندس
 گل تھا دار الخلافت اندس
 تازگی و نصارت اندس
 مہر برج سعادت اندس
 وہ شکوہ ایالت اندس
 کیجے سیر و سیاحت اندس
 نام جس کا حنا افت اندس
 خوب لکھی ہے حالت اندس
 انقلاب ریاست اندس
 وہ عروج خلافت اندس
 وہ وقار و مستانت اندس
 وہ ظہور حبالالت اندس
 وہ کمال شجاعت اندس

وہ فتوحات مسلکی و مالی	وہ شکوہ و صلاحیت اندس
وہ قوانین اوس کے وہ آئین	وہ اصول سیاست اندس
وہ تمدن اور اوس کا وہ احتراق	وہ رسوم و ولایت اندس
وہ ترقی علوم میں اوس کی	وہ فن و فن تجارت اندس
وہ مقامات و لکشن و لایچ	وہ بہار طراوت اندس
وہ پہاڑ آبشار و صحرا	وہ فضا اور وہ ساخت اندس
وہ پل و خانقاہ و حمام	وہ شکوہ عمارت اندس
خاص کثرت طبہ کی وہ مسجد	وہ مکمل صناعت اندس
پھر تباہی اور اوس کی بربادی	وہ زوال خلافت اندس
الغرض اس کتاب میں مذکور	جز سے ماکل ہے حالت اندس
منطبع ہو گئی بحسن تمام	بے بدل جب خلافت اندس
سال ہجری ۱۰۷۰ میں لکھا ہے	کیا چھپی ہے خلافت اندس

الغرض

کتاب خلافت بعد اہتمام	جو تصنیف ہے ایک فی وقت رکو
پہنچی جبکہ کامل سنہ انطباع	لکھا میں نے (تاریخ کامل چھپی)

ایضاً فارسی

بش طبع چون نسخه به به	بعون حسد او ندجن و بش
سنة هجری ش گفت هاتق بمن	بگو (چاپ شد نسخه نامور)

ایضاً

خلافت کا پہلا چیا جبکہ حصہ	بعد آب و تاب و بعد زیر و بنیت
لکھا سال ہجری یہ مین فی ہئ اس کا	چیا حصہ اولین خلافت



ریو یو چکیدہ کلا گھر ساک مجبی مخلصی موسیٰ ہمایون میرزا اسکوئیر سرٹاٹلا

میرے دوست اور پیارے دوست نواب ذوالقدر جنگ بہادر
نے اپنی تالیف خلافت اندلس کی نسبت میری اسی طلب کی بظاہر تو یہ ایک
چھوٹی سی فرمائش ہے اور اسکی تعمیل بھی آسان معلوم ہوتی ہے۔ مگر
وقت طلب امر یہ ہے کہ اگر میں اپنی رائی کا اظہار بشکل تقریظ کروں جس کا رواج
ہند میں چالیس پچاس برس سے پڑ گیا ہے جس سے عموماً یہ مقصود ہوتا ہے
کہ انکھین بند کر کے بغیر تصنیف یا تالیف دیکھے ہوئے تصنیف یا تالیف
کی مدحت نگاری کی جائے اور لکھنے والا اپنی لیاقت نظم و شعر کا اظہار کرے
تو میری دانست میں یہ ایک فعل عبث ہے۔ میرا ایک طویل مقفیٰ و مستحج
تقریظ سے کوئی تصنیف یا تالیف قابل وقعت و مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔
خصوصاً جبکہ یہ معلوم ہے کہ تقریظوں میں عموماً جوٹی تعریفوں کی بہرہ رہ ہوتی ہے
البتہ کسی تصنیف یا تالیف کی تنقید کرنا جس کا رواج زمانہ وراز سے عرب میں
چلا آتا ہے ایک بکار آمد و مفید فعل ہے بشرطیکہ تنقید کرنی والا پوری صلاحیت و
کافی فرصت رکھتا ہو۔ خلافت اندلس ایک ضخیم کتاب ہے جس کی تنقید کرنے

کے لئے ایک تو مدید فرصت درکار ہے دوسرے اندلس کے حالات عہد خلافت کے وسیع و مانعہ معلومات کی ضرورت ہے تیسرے صحیح ماہ و تفتہ کرنے کا ہونا چاہیے۔ مجھے ان میں سے ایک بات بھی نصیب نہیں ہے بقول مولانا حالی۔

جیسا نظر آتا ہوں نہ ویسا ہوں میں	اور جیسا سمجھتا ہوں نہ ویسا ہوں میں
لپے سے ہی ہوں عیب چپا تا اپنے	بس مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

ایسی حالت میں تنقید کرنا میرے لئے محالات سے ہے اسلامی دنیا میں بالعموم یہی دو طریقے استعمال میں ہیں اور میں ان دونوں سے قاصر ہوں مگر ان خیالات کے لئے کہ ایک عزیز دوست نے فرمائش کی ہے وہ بھی از راہ قدر دانی و محبت گستری اگر اس کی تعمیل نہ کروں تو صرف کفران نعمت ہی نہیں ہے بلکہ ایک عزیز کی خاطر شکنی متصور ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔ بقول خدائی سخن میرا میں مرحوم ۷

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم	اتنیں ٹھہیں لگ جائے آگینوں کو
-----------------------------	-------------------------------

جھکو اپنی راعی ظاہر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے اس لئے میں نے ان دونوں طریقوں کو نظر انداز کر کے انگریزی طریقہ رپو کو کرنے کا اختیار کیا قبل طبع ہونیکے

میں نے ایک سرسری نظر ساری کتاب پر ڈالی۔ اس کتاب کے تین حصے
 ہیں اور ہر حصہ چند بابوں میں منقسم ہے حصہ اول میں مندرجہ ذیل تذکرے ہیں۔
 اسلام سے پہلے کی حالت۔ عربوں کی آمد اور اون کی فتوحات کا آغاز و انجام
 اندلس کے تعلقات شام و افریقہ سے و الیون کا افریقہ سے مقرر ہو کر آنا۔
 عبدالرحمن بن معاویہ کا ملک شام سے بہاگ کر اندلس میں داخل ہونا۔
 جنگ مصارۃ حصہ دوم میں خلافت اندلس کی بنا کے اور خاندان بنی امیہ کے
 عروج و تنزل کے حالات مرقوم ہیں۔ حصہ سیوم میں بیانات طوائف الملوکی
 کے مختلف خاندانوں کا یکے بعد دیگرے اندلس پر مسلط ہونے کے جنگ غلے
 کے اور عربوں کے اخراج کے مسطور ہیں جس جس بادشاہ کے عہد حکومت
 میں جو کچھ ترقیان علوم و فنون و تمدن میں ہوئیں اون کے کارنامے مناسب
 موقعوں میں مذکور ہیں کسی خاص علم یا فن میں تالیف یا تصنیف کر نیکے لئے
 مؤلف یا مصنف کو مخصوصہ قابلیتوں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً کسی مورخ
 کے لئے جس زبان میں اوس کی تالیف ہو اوس کے لٹیر بحر (ادب) پر
 اوس کو عبور ہونا چاہیے یعنی اعلیٰ درجہ کا زبان دان ہو۔ عام معلومات کثیر اور
 نظروسیع رکھنا ہو اوس قوم و ملک کے تاریخی حالات سے جہان کی تاریخ

لکھنے بیٹھا ہے کافی و محققانہ واقفیت رکھتا ہو۔ دل و دماغ اوس کا قوی اور
 مذہبی تعصب سے مبرا ہو۔ اصول جمع و تدوین سے ماہر ہو۔ طبعی مناسبت
 و صحیح مذاق تاریخ دانی کا ہو۔ روشن خیال و صائب الرائی ہو۔ جہانگیر
 مجھے معلوم ہے خلافت اندلس کے فاضل مولف ان تمام صفات سے
 متصف ہیں۔ کتاب خلافت اندلس اردو میں لکھی گئی ہے اور مولف کی
 مادری زبان وہ اردو ہے جس کو تعلق دلی کے لال قلعہ سے ہے جہانگیر
 لکھنوالی اور بامحاورہ اردو کی دنیا قائل ہے۔ واضح ہو کہ مولف کی والدہ معظمہ
 خاندان تیموریہ کی ایک رکن بکین ہیں پیراؤن کی اردو دانی کا کیا کہنا خصوصاً
 جبکہ انہوں نے زبان دانی کی تحقیقات میں اپنے وقت عزیز کا کوئی حصہ صرف
 بھی کیا ہو اور اردو لٹریچر سے طبعی دل چسپی ہی رکھتے ہوں ایک کیمبرج کے
 ایم۔ اے کی تالیف کا اردو میں ہونا کافی دلیل طبعی دل چسپی کی ہے تاریخ
 دانی کی طرف مولف کا طبعی رجحان اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالعلوم کیمبرج
 کے بی۔ اے کے ٹرائیٹوس میں انھوں نے ہسٹری آف دی ورلڈ تواریخ عالم
 لی تھی بعد کامیابی ہی انھوں نے تواریخ کا مطالعہ چھوڑا نہیں باقی صفحہ ایک
 مورخ کی ان میں بوجہ اعلیٰ درجہ کی مشرقی و مغربی تعلیم پانے کے اور مذاق و

مشاغل علمیہ رکھنے کے موجود ہیں اور یہ عفتیں صرف انکی ذات ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کی تالیف زیرِ یو یو بھی ان عفتوں سے متاثر ہوتی ہے جہاں تک مجھے علم ہے اردو زبان میں ہسپانیہ کی کوئی کامل و مستقل تاریخ اب تک نہیں لکھی گئی۔ ایک آدھ انگریزی زبان کی تاریخ اندلس کا ترجمہ کیا گیا ہے جو زمانہ کی موجودہ احتیاج کے لئے کافی نہیں ہے میں خلافت اندلس کے قابلِ مؤلف کو دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس احتیاج کو محسوس کر کے بڑی جان فشانیوں اور سردیوں سے کثیر و مفید مواد کتب عربیہ و انگلشیہ سے لیکر ایک خوش نما پہنچا ہوا زبانِ اردو کا لباس پہنا کر تاریخ اندلس کی ترتیب نہایت قابلِ بلائے طریقہ سے دی ہے۔ یہ کوشش مؤلف کی نہایت بجا آمد و قابلِ قدر ہے۔ ایک یورپین مدبر کا قول ہے کہ ہم لوگ اپنے اسلاف کی عظمت و شاندار سرگزشتوں سے اپنی آئینوالی حالت درست کر سکتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے اسلاف کے کارناموں کو بڑھ کر ذرا غیرت و محبت سے کام لیں تو کیا کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ تاریخ خلافت اندلس میں ان با عظمت اسلاف کے کارنامے میں جو صفحہ ہستی پر ہمیشہ قابلِ قدر سمجھے گئے اور سمجھے جائیں گے۔ ان کے قابلِ قدر ہونے کی ایک چھوٹی سی دلیل یہ ہے کہ ان کے دشمن بھی بغیر

سہا ہے نہ رہ سکے پروفیسر تو سورتہ اسمتہ اپنی تعصیف محمد اور اسلام میں اندلس کے
 عربوں کے متعلق یون رطب اللسان ہے ”ہسپانیہ کی مشعل تعلیم و تعلم نے جل
 و تار یک یورپ کو صدیوں متور کر رکھا تھا وغیرہ وغیرہ“ مورس اسٹیفنس تاریخ پرتگال
 میں اندلس کے عربوں کا اس طرح ثنا خوان ہے ”اگرچہ عرب عموماً حارث و تعصب
 مذہبی کی وجہ سے مجنون بنے ہوئے تھے لیکن اندلس کے بنی اُمیہ عربیت
 روشن خیال حکمران تھے جن کی صابر و متحمل حکومت میں ممالک پرتگال و ہسپانیہ
 ویسے ہی شاد و آباد تھے جیسے زیر حکومت شاہنشاہان روم و خلاوہ ان کے متعدد
 یورپین مصنفوں اور مؤلفوں نے نقل کیں وہ اشکالیں اردنگ و اسٹنلی لین پوائنگمن
 و پیکوٹ وغیرہ نے صفحے کے صفحے اندلس کے عربوں کی برج سرائیوں میں سیاہ
 کر ڈالے ہیں ایسے با عظمت و لائق فخر لوگوں کے تذکرے خلافت اندلس کے
 مؤلف نے پبلک کے سامنے پیش کئے ہیں مجبور امید ہے کہ پبلک اس تالیف سے
 مستفیہ ہوگی تاکہ مؤلف کی محنت ٹھکانے لگی اور دوسرے نکالے کام کیلئے دل نہ ہی فقط

الراستم
 سید ہایون میرزا

طرک کندہ گوشہ محل حیدر آباد دکن
 محرمہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

